# سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## نہج البلاغہ کے آئینے میں

مؤلف

حجۃ الاسلام سید عقیل عباس نقوی

مرکز افکار اسلامی

# سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## نہج البلاغہ کے آئینے میں

مؤلف

حجۃ الاسلام سید عقیل عباس نقوی

مرکز افکار اسلامی

کتاب سے کسی قسم کے استفادے کی عام اجازت ہے

کتاب کا نام: سیرتِ رسولِ کریم ﷺ نہج البلاغہ کے آئینے میں

مؤلف: حجۃ الاسلام سید عقیل عباس نقوی

aqeelsyed98@gmail.com

طبع اول: فروری ۲۰۲۶ء/شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ

ناشر: مرکز افکار اسلامی

ویب سائٹ: www.afkareislami.com

ایمیل: afkareislami@yahoo.com

مرکز افکار اسلامی

# فہرست مطالب


| | |
|---|---|
| پیش گفتار | ۵ |
| مقدمہ | ۹ |
| پہلا باب: عظمتِ حضرتِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | ۲۶ |
| دوسرا باب: پیغمبر اکرمؐ کا شجرۂ نسب | ۶۹ |
| الف) آباؤ اجداد | ۶۹ |
| ب) خاندانی عظمتوں میں علی علیہ السلام شریکِ نبیؐ | ۸۶ |
| ج) رسول اللہؐ کے عمومی رشتے و خاندان | ۹۶ |
| (د) اہلِ بیتِ رسول اللہؐ | ۱۰۱ |
| (ہ) نبی اکرمؐ کی پیدائش کا مقام و زمانہ | ۱۱۲ |
| تیسرا باب: بعثتِ نبی اکرمؐ | ۱۱۹ |
| (الف) بعثت کی اہمیت | ۱۱۹ |
| (ب) بعثتِ نبیؐ کے وقت کے حالات | ۱۲۱ |
| (ج) بعثت کے مقاصد و فوائد | ۱۵۰ |
| چوتھا باب: فرامینِ پیغمبر اکرمؐ | ۱۸۳ |
| (الف) احادیث نبویؐ | ۱۸۳ |
| (ب) فرامین پیغمبرؐ سے استناد | ۱۸۸ |
| (ج) سنت نبیؐ کا تذکرہ | ۱۹۱ |
| پانچواں باب: اوصاف نبیؐ | ۲۰۷ |
| (الف) شجاعتِ پیغمبر اکرمؐ | ۲۰۷ |
| (ب) علم نبیؐ | ۲۱۸ |

(ج)زہدِ نبیؐ ۲۲۰

(د)فصاحت وبلاغتِ نبیؐ ۲۲۲

(ہ)رسول اللہؐ گواہِ امت وانبیا ۲۲۲

(و)رسول رحمتؐ ۲۲۳

**چھٹا باب: خاتم النبیینؐ** ۲۲۵

**ساتواں باب: رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** ۲۲۹

**آٹھواں باب: خلافت بعداز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** ۲۴۱

**نواں باب: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی علیہ السلام کا قرب وتعلق** ۲۴۷

(الف)ایمان وتصدیق میں سبقت ۲۴۷

(ب)امام علی علیہ السلام مددگارِ نبیؐ ۲۵۲

**دسواں باب: اصحابِ رسولؐ** ۲۵۵

**گیارہواں باب: متفرقات** ۲۶۳

(الف)پیغمبر اکرمؐ کی مشکلات ۲۶۳

(ب)حضرت ابوطالبؑ مددگارِ پیغمبرؐ ۲۶۴

(ج)ہجرتِ پیغمبر اکرمؐ ۲۶۹

(د)پیغامِ نبیؐ کے مبلغ ۲۷۰

(ہ)نبیؐ کی وفات پر جھگڑا ۲۷۱

(و)صلوات کی اہمیت ۲۷۲

**بارہواں باب: نبوت عمومی کی بحث** ۲۸۳

**خلاصہ** ۲۸۴

# پیش گفتار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ
وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَآلِہِ الطَّاھِرِیۡنَ الۡمَعۡصُوۡمِیۡنَ

کسی شخصیت کی معرفت و پہچان اور سیرت و تاریخ لکھنے کے لیے اس کے قریبی و تعلق دار افراد کو تلاش کیا جاتا ہے جنہوں نے اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارا ہو اور گھر کے اندر اور باہر کے حالات سے آگاہ ہو۔ بہت سے تاریخ نگار اس کے لیے گھریلو ملازمین سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کی سیرت و حالات زندگی اگر اس اصول کے مطابق لکھی جائے تو آپؐ کے سب سے قریبی بلکہ آپ کی جان کے طور پر قرآن کریم نے جس کی پہچان کرائی، وہ امیرالمومنین علیؑ ہیں جنہیں قرآن نے ”اَنفُسَنَا“ کی لفظوں سے یاد فرمایا۔ قرآن مجید کے اردو مترجمین میں سے اکثر نے ”اَنفُسَنَا“ کا معنی ”ہم خود“ سے کیا ہے۔ کچھ نے ”اپنے نفس“ سے معنی کیا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے ”اپنی جان“ اور مولانا اشرف علی تھانوی نے ”تن“ ترجمہ کیا۔

اب نبیؐ کی سیرت کو جاننا ہے تو نبیؐ کی ”اپنی جان“ سے ”خود“ سے ”نفس“ سے جانیں اور پوچھیں اور وہ جانِ نبیؐ علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی نہیں۔

وہ علی علیہ السلام جنہیں سورہ برائت کی تبلیغ کے وقت رسول اللہؐ نے ”رَجُلٌ مِنِّی“ یعنی ”مجھ

سے کوئی شخص“ کہہ کر پکارا اور خلیفۂ اول کی جگہ پر آپؑ کو مکہ بھیجا۔ وہ علی علیہ السلام جو دعوتِ ذوالعشیرہ میں نبیؐ کی مدد کا اعلان کر کے ”اخیؔ“ ”میرا بھائی“ کے مصداق بنے۔ وہ علی علیہ السلام جو ”مؤاخات“ کے دونوں مواقع پر نبیؐ کے بھائی بنے۔ وہ علی علیہ السلام جنہیں دسیوں غزوات میں سے صرف ایک تبوک کے موقع پر رسول اللہؐ کے حکم سے پیچھے رہنا پڑا تو آنسو بہانے لگے اور رسول اللہؐ کو تسلیاں دینے کے لیے فرمانا پڑا: ”اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى، اِلَّا اَنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ“۔ اے علی، آپ کا میری نسبت وہ مقام ہے جو ہارون کو موسیٰ سے ہے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔[۱]

نبی اکرمؐ کا حال پوچھا جائے تو اسی علی علیہ السلام سے۔ اس لیے کہ یہی بابِ علمِ نبیؐ ہیں اور یہی نبیؐ کے سب سے قریبی ہیں اور نبیؐ کے سب سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہیں۔ خود امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: ”فَنَحْنُ مَرَّةً اَوْلٰى بِالْقَرَابَةِ، وَ تَارَةً اَوْلٰى بِالطَّاعَةِ“ ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے۔[۲]

ایک مقام پر امامؑ فرماتے ہیں: ”وَ قَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِیْبَةِ“ تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہؐ سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔[۳]

رسول اللہؐ کی اطاعت و غلامی کا ایک مقام پر یوں اظہار فرمایا: ”اَنِّیْ لَمْ اَرُدَّ عَلَى اللّٰهِ وَ لَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ“ میں نے کبھی ایک آن کے لیے بھی اللہ اور اس کے

---

[۱] بخاری، صحیح البخاری، ۱۴۰۱ق، ج۵، ص۱۲۹

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۸، ص۷۰۴

[۳] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص۵۵۸

رسول کے احکام سے سرتابی نہیں کی۔ ①

اتباعِ رسول اللہؐ کو ایک مقام پر بڑے منفرد انداز سے یوں بیان فرمایا: ''وَ لَقَدْ كُنْتُ اَتَّبِعُهُ اِتِّبَاعَ الْفَصِيْلِ اَثَرَ اُمِّهٖ'' میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے“۔ ②

نبیؐ کی سیرت کا پوچھنا ہے تو اس علی علیہ السلام سے پوچھیں جو ہر موڑ پر اعلان فرما رہے ہیں ”سَلُوْنِي، سَلُوْنِي “،” مجھ سے پوچھو، مجھ سے پوچھو“۔ ③

اس کتاب میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ علی علیہ السلام کے کلام ”نہج البلاغہ“ سے یہ جانیں کہ آپؑ نبی اکرمؐ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ نہج البلاغہ ایک لحاظ سے قرآن مجید کی تفسیر کا نام ہے تو دوسرے پہلو سے نبی اکرمؐ کی سیرت کا ایک مہم اور مفصل باب ہے۔

نہج البلاغہ میں پیغمبر اکرمؐ کی زندگی و عظمت کے سینکڑوں پہلو بیان ہوئے ہیں جنہیں مختلف موضوعات میں تقسیم کر کے مختصر سی وضاحت کے ساتھ یہاں پیش کیا گیا ہے۔ متعدد مقامات پر ایک خطبے میں مختلف موضوعات بیان ہوئے ہیں اس لیے اگر ایک حصہ ایک موضوع کے تحت بیان ہوا ہے تو دوسرے مقام پر فقط اس جملے کا حوالہ دیا گیا ہے تاکہ تکرار نہ ہو اور تحریر میں بھی اختصار رہے۔ اختصار ہی کو مدنظر رکھتے ہوئے کوشش کی گئی ہے کہ نہج البلاغہ تک ہی محدود رہا جائے اور دوسری کتب و فرامین کو زیادہ نہ لایا جائے۔ اس کتاب کے ذریعہ انشاءاللہ نہج البلاغہ سے جہاں سیرت و زندگانی پیغمبرؐ سے آگاہی حاصل ہوگی وہیں نہج البلاغہ سے بھی مزید آشنائی ہوگی۔

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۵، ص ۵۷۷

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۸

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۹۱، ص ۳۰۹ / خطبہ ۱۸۷، ص ۵۳۱

اس تحریر میں نہج البلاغہ کے ترجمہ کے لیے زیادہ تر علامہ مفتی جعفر حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترجمہ، اشاعت مرکز افکار اسلامی سے استفادہ کیا گیا ہے اور جہاں ضروری ہوا وہاں دیگر اردو تراجم یا فارسی تراجم سے بھی مدد لی گئی۔ نہج البلاغہ کے خطبات وغیرہ کے نمبر تمام موارد میں مفتی صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام والے ترجمہ کے مطابق ہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ ہر موضوع میں خطبوں کو ترتیب وار بیان کیا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو ہمارے لیے تقریبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبتِ علی و اولادِ علی علیہم السلام میں اضافے کا ذریعہ بنائے۔ ہم ان تمام احباب کے تہہ دل سے مشکور ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی انداز میں اس کتاب کی تکمیل میں تعاون فرمایا۔ خصوصاً سرپرستِ مرکز افکار اسلامی حجت الاسلام والمسلمین مولانا مقبول حسین علوی، جن کا اس کتاب کی اشاعت میں خصوصی تعاون شامل رہا۔ نیز مرکز افکار اسلامی کی جانب سے نہج البلاغہ کی ترویج و تبلیغ کا جو سلسلہ جاری ہے، ہم رب کریم سے دعا گو ہیں کہ اس میں مزید برکتیں اور اضافہ فرمائے۔

والسلام

سید عقیل عباس نقوی

نزیل حوزہ علمیہ قم

# مقدمہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ بَعَثَ رَسُولَہٗ بِالْحَقِّ وَاصْطَفَاہُ عَلَی الْخَلْقِ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِہٖ وَرَسُولِہِ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَعَلٰی اٰلِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ دَعَائِمُ الْحَقِّ وَلِسَانُ الصِّدْقِ، وَبِھِمْ عَادَ الْحَقُّ إِلٰی نِصَابِہٖ۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے معرفتِ خدا کو دین کی بنیاد قرار دیتے ہوئے فرمایا: "اَوَّلُ الدِّینِ مَعرِفَتُہٗ" دین کی ابتدا و بنیاد اللہ کی معرفت ہے[1] اور اللہ کی معرفت کا بہترین ذریعہ حجت خدا کو قرار دیا، جن میں سرفہرست پیغمبر اکرمؐ کی ذات ہے اور آپؐ کے بعد آپؐ کے اوصیاء و ائمہ ہدیٰ ہیں۔ فرمایا: "وَ اِنَّمَا الْاَئِمَّۃُ قُوَّامُ اللہِ عَلٰی خَلْقِہٖ وَ عُرَفَاؤُہٗ عَلٰی عِبَادِہٖ " "بلاشبہ ائمہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے حاکم و سرپرست ہیں اور اللہ کے بندوں کو اللہ کا تعارف کروانے اور پہچنوانے والے ہیں"۔[2]

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے خود بھی اپنی معرفت کا ذریعہ پیغمبر اکرمؐ کو ٹھہرایا: ﴿وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ﴾ "اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپؐ سے پوچھیں تو (کہہ دیں کہ) میں قریب ہوں"۔[3]

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۱

[2] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۰، ص ۴۲۵

[3] سورۃ البقرہ: ۱۸۶

وہ اللہ جو ایک طرف اس آیت میں خود کو اپنے بندے کے قریب ہونے کا اعلان فرما رہا ہے بلکہ دوسرے مقام پر خود کو اپنے بندے کی رگِ حیات سے بھی زیادہ قریب ہونے کی خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے: ﴿وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ ”اور ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں“۔[1]

وہی اللہ بندے کے اتنے قریب ہونے کے باوجود فرماتا ہے کہ میرے بندے جب آپؐ سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں میری طرف سے بتانا کہ میں تمہارے اتنے قریب ہوں۔ یہاں رسول اللہؐ کو اپنی پہچان اور معرفت کا ذریعہ بنایا کہ اگر مجھے جاننا ہے تو میرے محبوب کے ذریعہ سے مجھے پہچانیں۔تو جہاں خدا کی معرفت و پہچان کا ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ ہدیٰؑ ہیں، وہیں ذاتِ گرامی پیغمبر خداؐ کی معرفت کے بھی دو ہی ذریعے ہیں ”خدا اور ائمہ ہدیٰ“۔

اللہ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان کے لیے قرآن مجید کو بطورِ معجزہ نازل فرمایا اور پیغمبر اکرمؐ نے ائمہ ہدیٰؑ کو اس قرآن کا ہم وزن و ہم مقصد بیان کر کے واضح کیا کہ میرے مشن و مقصد کو آگے بڑھانے اور میری معرفت و پہچان کا ذریعہ قرآن کے ساتھ میرے اہل بیتؑ ہیں۔

اہل بیتؑ وائمہ ہدیٰ کی اولین شخصیت امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔رسول اللہؐ نے اپنی معرفت کے ان دو ذریعوں کو بارہا یوں بیان فرمایا:

يَا عَلِيُّ مَا عَرَفَ اللهَ اِلَّا اَنَا وَ اَنْتَ، وَ مَا عَرَفَنِي اِلَّا اللهُ وَ اَنْتَ، وَ مَا عَرَفَكَ اِلَّا اللهُ وَ اَنَا۔

”اے علی! اللہ کو نہیں پہچانا مگر میں نے اور آپ نے، مجھے نہیں پہچانا مگر اللہ نے اور

[1] سورۃ الق:۱۶

آپ نے، آپ کو نہیں پہچانا مگر اللہ نے اور میں نے۔"[۱]

پیغمبر اکرمؐ کے اس فرمان کے دوسرے جملے کو مدنظر رکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آپؐ کی حقیقی معرفت صرف اللہ اور علی علیہ السلام کو حاصل ہے۔ ہر کسی کے بس میں نہیں کہ وہ آپؐ کو واقعاً وکما حقہ پہچانے۔ معرفت کی اس مشکل کو حضرت امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں یوں بیان فرمایا:

اِنَّ اَمْرَنَا صَعْبٌ مُّسْتَصْعَبٌ، لَا يَحْمِلُهٗٓ اِلَّا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ امْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ، وَلَا يَعِيْ حَدِيْثَنَآ اِلَّا صُدُوْرٌ اَمِيْنَةٌ، وَ اَحْلَامٌ رَزِيْنَةٌ۔

"بلا شبہ ہمارا معاملہ ایک امر مشکل و دشوار ہے جس کا متحمل وہی بندہ مومن ہوگا کہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لیے پرکھ لیا ہو اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانتدار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں۔"[۲]

امامؑ کے اس فرمان "ہمارا معاملہ ایک مشکل امر ہے"، کی شرح میں سید محمد تقی النقوی لکھتے ہیں:

فَالْمُرَادُ بِالْاَمْرِ فِيْ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ "اِنَّ اَمْرَنَا" اَلْمَعْرِفَةُ الْكَامِلَةُ بِالْحُجَّةِ امامؑ کے اس فرمان سے مراد حجتِ خدا کی بطورِ کامل معرفت ہے"۔[۳]

اس معرفت کے مشکل ہونے پر کافی تفصیل سے بحث کرنے کے بعد ابن ابی الحدید المعتزلہ لکھتے ہیں: آپؑ نے یہ کلمات بارہا ارشاد فرمائے اور میں نے بعض کتب میں آپؑ کا ایک خطبہ دیکھا:

---

۱ روضۃ المتقین، محمد تقی مجلسی: ج ۱۳، ص ۲۹۲ / مستدرک سفینۃ البحار، الشیخ علی النمازی الاشتھاردی: ج ۷، ص ۱۸۲ / موسوعہ امام علی فی الکتاب والسنۃ: ج ۸ ص ۱۸۵

۲ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۷، ص ۵۳۱

۳ بخاری، صحیح البخاری، ۱۴۰۱ق، ج ۵، ص ۱۲۹

"وَ اِنِّیْ مِنْ اَحْمَدَ بِمَنْزِلَةِ الضَّوْءِ مِنَ الضَّوْءِ، کُنَّا ظِلَالًا تَحْتَ الْعَرْشِ قَبْلَ خَلْقِ الْبَشَرِ وَ قَبْلَ خَلْقِ الطِّیْنَةِ الَّتِی کَانَ مِنْهَا الْبَشَرُ اَشْبَاحاً عَالِیَةً لَا اَجْسَاماً نَامِیَةً. اِنَّ اَمْرَنَا صَعْبٌ مُسْتَصْعَبٌ لَا یَعْرِفُ کُنْهَهٗ اِلَّا ثَلَاثَةٌ. مَلَکٌ مُقَرَّبٌ اَوْ نَبِیٌّ مُرْسَلٌ اَوْ عَبْدٌ امْتَحَنَ اللهُ قَلْبَهٗ لِلْاِیْمَانِ. فَاِذَا انْکَشَفَ لَکُمْ سِرٌّ اَوْ وَضَحَ لَکُمْ اَمْرٌ فَاقْبَلُوْهُ وَ اِلَّا فَاسْکُتُوْا تَسْلَمُوْا وَ رُدُّوْا عِلْمَنَا اِلَی اللهِ فَاِنَّکُمْ فِی اَوْسَعِ مِمَّا بَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ"۔

"بلا شبہ حضرت احمدؐ سے میری نسبت ایسی ہے جیسے نور کو نور سے ہوتی ہے۔ بشر کی خلقت سے پہلے اور جس مٹی سے بشر پیدا ہوا ہے اس مٹی کی پیدائش سے بھی پہلے، ہم اللہ کے عرش کے نیچے ایک سایہ تھے، بلند مرتبہ شکلوں میں تھے، ظاہری جسم میں نہیں تھے۔ ہاں، ہمارے معاملات کو سمجھنا اور جاننا ایک مشکل امر ہے کہ اسے فقط تین گروہ ہی سمجھ اور اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں: اللہ کے مقرب فرشتے یا نبی مرسل، یا وہ بندے جن کے دلوں کا اللہ نے ایمان کے لیے امتحان لے لیا ہے۔ پس اگر آپ کے لیے کوئی راز منکشف ہو یا کوئی امر واضح ہو جائے تو اسے قبول کر لیں وگر نہ خاموش رہیں تا کہ سلامت رہیں اور ہمارے بارے میں علم و معرفت کو اللہ کی طرف پلٹا دیں۔ یقیناً آپ زمین و آسمان کی وسعتوں کے درمیان ہو۔"[۱]

معرفت کے اس مقام کے حصول کی مشکلات پر بہج الصباغہ فی شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۲۹۹ پر الشیخ محمد تقی الشوشتری نے اور مفتاح السعادۃ فی شرح نہج البلاغہ ج ۱۲ ص ۴۱۵ و ۴۱۶ پر السید محمد تقی النقوی نے کافی تفصیل تحریر فرمائی جسے مزید یہاں نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔

---

[۱] شرح نہج البلاغہ، ابن أبی الحدید المعتزلی: ج ۱۳، ص ۱۰۵

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس گھرانے کی معرفت عام شخص کے بس کی بات نہیں۔ اس کی حقیقی معرفت یا اللہ رکھتا ہے یا یہ خود بتا سکتے ہیں کہ یہ کیا ہیں یا کسی حد تک مذکورہ تین گروہ آگاہ کر سکتے ہیں۔

اس معرفت کے حصول کی دُعا دہراتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ نَفْسَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِیْ نَفْسَکَ لَمْ اَعْرِفْ رَسُوْلَکَ۔ اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ رَسُوْلَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِیْ رَسُوْلَکَ لَمْ اَعْرِفْ حُجَّتَکَ۔ اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ حُجَّتَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِیْ حُجَّتَکَ ضَلَلْتُ عَنْ دِیْنِیْ۔

خدایا! مجھے اپنی ذات کی معرفت عطا فرما۔ اگر مجھے تیری معرفت نہ ہوئی تو تیرے نبی کے معرفت نہ ہوگی۔ خُدایا مجھے اپنے رسولؐ کی معرفت نصیب فرما۔ اگر تو نے آپؐ کی معرفت نصیب نہ کی تو تیری حجت کی معرفت نہ ہوگی۔ خدایا مجھے اپنی حجت کی معرفت عطا فرما۔ اگر تو نے مجھے اپنی حجت کی معرفت نصیب نہ فرمائی تو میں اپنے دین سے گمراہ ہو جاؤں گا۔[۱]

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کی عظمت و مقام کو بارہا بیان فرما کر آپؐ کی معرفت کرائی۔ کبھی آپؐ کو اپنے احسان کے طور پر یاد کیا اور فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ ۚ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

”اللہ نے اہلِ ایمان پر یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک

---

[۱] اصول کافی، شیخ کلینی: ج۲، ص۱۴۹

پیغمبر بھیجا۔ جو ان کے سامنے آیات الٰہی کی تلاوت کرتا ہے۔ ان کو پاکیزہ کرتا ہے (ان کی اصلاح کرتا ہے) اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔"①

کبھی پیغمبرؐ کی بعثت کو اپنی نشانی قرار دیا تو کبھی اپنی رحمت کا نمونہ بنا کر پیش کیا۔ اس کتاب کے موضوع کو مدنظر رکھا جائے تو پیغمبرؐ کی معرفت کا ذریعہ یا اللہ کی ذات ہے یا امیرالمومنین علی علیہ السلام کی شخصیت۔ اللہ سبحانہ نے خود قرآن میں ایک مقام پر ان معرفی کرانے والوں کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾

"اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں کہہ دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ اللہ کافی ہے اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔"②

تفسیر نورالثقلین، تفسیر برہان اور المیزان سمیت بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں "وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے"، سے مراد علی علیہ السلام کی ذات ہے، اللہ کے ساتھ رسول اللہؐ کی رسالت کا گواہ ہونا امیرالمومنینؑ کی بہت بڑی فضلیت ہے اور گواہ تب ہی ہیں جب آپؐ کی معرفت رکھتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کی معرفت کا بہترین ذریعہ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ نے اس وقت خود معین و مشخص کر دیا جب علی علیہ السلام کو نفسِ رسولؐ مقرر کیا اور فرمایا:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ

---

① سورۃ آل عمران: ۱۶۴

② سورۃ الرعد: ۴۳

اَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَکُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ﴿۶۱﴾

(آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں، تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں، تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ "جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔ (۱)

اس آیت میں جو ذاتِ گرامی نفسِ رسولؐ قرار دی گئی ہے وہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذات ہے اور نفس کا ایک معنی ذات بھی ہے۔ تو اب ذاتِ مصطفیٰ کی اگر کوئی حقیقی معرفت رکھتا ہے اور معرفت کروا سکتا ہے تو وہ نفسِ رسولؐ علی بن ابی طالبؑ ہی ہو سکتے ہیں۔

مفسرین و مؤرخین نے مباہلہ کے واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیرِ قرآن میں امامِ بیہقی کی کتاب "دلائل النبوۃ" کے حوالے سے اور "تاریخ البدایۃ والنھایۃ" میں نجران کے وفد کے واقعہ کے ذیل میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

فَانۡطَلَقَ الۡوَفۡدُ حَتّٰی اِذَا كَانُوۡا بِالۡمَدِيۡنَةِ وَضَعُوۡا ثِيَابَ السَّفَرِ عَنۡهُمۡ وَلَبِسُوۡا حُلَلًا لَهُمۡ يَجُرُّوۡنَهَا مِنۡ حِبَرَةٍ وَخَوَاتِيۡمَ الذَّهَبِ ثُمَّ انۡطَلَقُوۡا حَتّٰى اَتَوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمۡ فَسَلَّمُوۡا عَلَيۡهِ فَلَمۡ يَرُدَّ عَلَيۡهِمُ السَّلَامَ ۔۔۔ حَتّٰى اَتَوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَسَلَّمُوۡا عَلَيۡهِ، فَلَمۡ يُرَدَّ عَلَيۡهِمۡ، وَتَصَدَّوۡا لِكَلَامِهٖ نَهَارًا طَوِيۡلًا، فَلَمۡ يُكَلِّمۡهُمۡ وَعَلَيۡهِمۡ تِلۡكَ الۡحِلَلِ وَخَوَاتِمُ الذَّهَبِ۔

پس یہ وفد چل پڑا یہاں تک کہ جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے سفری لباس اتارا اور

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۶۱

ریشمی چادروں اور سونے کی انگوٹھیوں سے مزیّن بہترین لباس پہنا، پھر چل پڑے یہاں تک کہ رسول اللہؐ کے پاس آئے، آپؐ پر سلام کیا تو آپؐ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ وہ پورا دن آپؐ سے بات کرنے کے لیے رُکے رہے لیکن ان ریشمی حلوں اور سونے کی انگوٹھیوں کی وجہ سے آپؐ نے ان سے کوئی بات نہیں کی۔

اب یہ لوگ عثمان ابن عفان اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف کی تلاش میں نکلے۔ ان دونوں بزرگوں سے ان کی پہلے سے ملاقات تھی۔ مہاجرین اور انصار کے مجمع میں ان دونوں حضرات کو پالیا۔ ان سے واقعہ بیان کیا کہ تمہارے نبیؐ نے ہمیں خط لکھا۔ ہم اس کا جواب دینے کے لیے خود حاضر ہوئے۔ آپؐ کے پاس گئے۔ سلام کیا لیکن جواب نہ دیا۔ پھر بہت دیر تک انتظار میں بیٹھے رہے کہ آپؐ سے کچھ باتیں ہو جائیں لیکن آپؐ نے ہم سے کوئی بات نہ کی۔ آخر ہم لوگ تھک کر چلے آئے۔ اب آپ حضرات فرمایئے کہ کیا ہم یونہی واپس چلے جائیں۔

ان دونوں نے حضرت علی ابن طالبؑ سے کہا کہ آپؑ ہی انہیں جواب دیجیے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ لوگ اپنے یہ حُلّے اور اپنی یہ انگوٹھیاں اُتار دیں اور وہی سفری معمولی لباس پہن لیں اور حضورؐ کی خدمت میں دوبارہ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا، اسی معمولی لباس میں گئے، سلام کیا، آپؐ نے جواب دیا۔ پھر فرمایا، اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، یہ جب میرے پاس پہلی مرتبہ آئے تھے تو ان کے ساتھ ابلیس تھا۔ (۱)

علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے بھی سیرت امیر المومنینؑ میں مباہلہ کے واقعہ کے ضمن میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر: ج ۱، ص ۲۷۴ / اردو ترجمہ: مولانا ابو محمد جونا گڑھی / البدایۃ والنھایۃ، ابن کثیر: ج ۵، وفد اہل نجران / دلائل النبوۃ، امام بیھقی: ج ۵، ص ۳۹۵

(۲) سیرت امیر المؤمنینؑ، مرکز افکار اسلامی، ج 1، ص ۳۵۴

اس واقعہ میں چند پہلو قابلِ دقت ہیں۔قرآن مجید موجود ہے جو رسول اللہؐ کے لیے معجزۂ پروردگار ہے اوراس میں پیغمبر اکرمؐ کا مختلف انداز سے تعارف کرایا گیا۔رسول اللہؐ خود سامنے موجود ہیں، حضرت عثمان جیسے اصحابِ رسول سے سوال ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ہمارے سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے اور ہمیں خود بلایا مگر ہم سے بات کیوں نہیں کرتے، کیا ہم یوں ہی پلٹ جائیں؟۔کسی کو رسول اللہؐ کے اس کردار و سیرت کی سمجھ نہیں آئی مگر ایک بات ان کے لیے واضح تھی کہ اگر پیغمبر اکرمؐ کی سیرت و کردار کا کوئی پہلو عام اصحاب کو سمجھ نہ آئے تو وہ امیر المومنین علی علیہ السلام سے معلوم کر سکتے ہیں اور علی علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریقہ سے رسول اللہؐ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں اور بات بھی کرتے ہیں۔شاید یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؑ کو اپنے علم و حکمت کا دروازہ قرار دیا۔

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جب اللہ سبحانہ نے آیتِ مباہلہ میں علی علیہ السلام کو نفسِ رسولؐ قرار دیا ہے تو نبی کی معرفت کا بعد از خدا سب سے مہم ذریعہ بھی علی علیہ السلام ہیں۔

امیر المومنینؑ نے حدیث کی اقسام بیان کرتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں بھی لوگ آپؐ کے بارے میں جھوٹ بولتے تھے اور اور آپؐ سے غلط روایات منسوب کرتے تھے اور رسول اللہؐ نے سخت الفاظ میں ایسے افراد کی مذمّت فرمائی۔امامؑ فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ كُذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلٰى عَهْدِهٖ، حَتّٰى قَامَ خَطِيْبًا، فَقَالَ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ».

”خود رسول اللہؐ کے دور میں آپؐ پر بہتان لگائے گئے، یہاں تک کہ آپؐ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ: جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“ (۱)

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۲۰۸، ص ۶۰۴

ایک طرف رسول اللہؐ کے اردگرد ایسے افراد بھی تھے اور ان کے مقابلے میں امامؑ اپنا تعارف اسی خطبے کے اختتام پر یوں کراتے ہیں:

وَ کَانَ لَا یَمُرُّ بِیْ مِنْ ذٰلِکَ شَیْ ءٌ اِلَّا سَئَلْتُ عَنْهُ وَ حَفِظْتُهٗ

مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اسے یاد رکھتا تھا۔[1]

امیر المومنینؑ کے زمانے کے لوگوں نے بھی حضرت امامؑ سے کچھ ایسی ہی نسبتیں دیں تو امامؑ نے ان کے رد میں فرمایا:

وَ لَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ: عَلِیٌّ یَکْذِبُ. قَاتَلَکُمُ اللهُ! فَعَلٰی مَنْ اَکْذِبُ؟ اَ عَلَى اللهِ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ! اَمْ عَلٰی نَبِیِّهٖ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ! کَلَّا وَ اللهِ! وَ لٰکِنَّهَا لَهْجَةٌ غِبْتُمْ عَنْهَا، وَ لَمْ تَکُوْنُوْا مِنْ اَهْلِهَا، وَیْلُمِّهٖ، کَیْلًا بِغَیْرِ ثَمَنٍ! لَوْ کَانَ لَهٗ وِعَآءٌ، ﴿وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ﴾.

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ: علی علیہ السلام کذب بیانی کرتے ہیں۔ خدا تمہیں ہلاک کرے! (بتاؤ) میں کس پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں؟ کیا اللہ پر؟ تو میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں، یا اس کے نبیؐ پر؟ تو میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں! بلکہ وہ ایک ایسا اندازِ کلام تھا جو تمہارے سمجھنے کا نہ تھا اور نہ تم میں اس کے سمجھنے کی اہلیت تھی۔ خدا تمہیں سمجھے! میں تو بغیر کسی عوض کے (علمی جواہر ریزے) ناپ ناپ کر دے رہا ہوں۔ کاش کہ ان کے لیے کسی کے ظرف میں سمائی ہوتی۔" (ٹھہرو) کچھ دیر بعد تم بھی اس کی

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۰۸، ص ۶۰۴

حقیقت کو جان لو گے‘‘۔ ①

ان موارد کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ واضح ہو جائے کہ رسول اللہؐ سے متعلق صحیح اور حقیقی مفاہیم کہیں سے مل سکتے ہیں اور آپؐ کی زندگی و سیرت کے بارے میں بغیر کسی شک وشبہہ کے جانا جا سکتا ہے تو وہ امامؑ کی ذات ہے۔ جو ہر دور میں اور ہر حال میں آپؐ کے ساتھ رہے۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے سینکڑوں مقامات پر پیغمبر اکرمؐ کا تذکرہ فرمایا۔ امامؑ نے جن اوصاف سے نبی اکرمؐ کو یاد فرمایا ان میں سے کچھ یہ ہیں:

نبی، چھ مقامات۔ رسول، اڑتیس مقامات۔ بشیر، دو مقامات۔ نذیر، چار مقامات۔ الشاہد، پانچ مقامات۔ امی، ایک مقام۔ عبد اللہ، نو مقامات۔ امین، چھ مقامات۔ الصفی، ایک مقام۔ الرضی، ایک مقام۔ الامام، دو مقامات۔ الرشید، ایک مقام۔ النجیب، ایک مقام۔ المصطفیٰ، دو مقامات۔ الخاتم، تین مقامات۔ المجتبیٰ، دو مقامات۔ الاطیب، ایک مقام۔ الاطہر، دو مقامات۔ المامون، دو مقامات۔ ②

آپ کے ہاتھ میں موجود اس کتاب میں ان مقامات کو بیان کیا گیا اور انہی مقامات میں سے ایک مقام وہ ہے جہاں حضرت امیر المومنینؑ نے رسول اللہؐ کا تعارف ان الفاظ سے کرایا:

**حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِّقَابِسٍ، وَ اَنَارَ عَلَمًا لِّحَابِسٍ، فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ، وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ، وَ بَعِيْثُكَ نِعْمَةً، وَ رَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً.**

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۶۹، ص ۲۴۵

② السیرۃ النبویہ فی رؤیۃ امیر المومنینؑ ۲۸۷

یہاں تک کہ آپؐ نے روشنی ڈھونڈھنے والے کے لیے شعلے بھڑکائے اور (راستہ کھوکر) سواری کے روکنے والے کے لیے نشانات روشن کیے۔ (اے اللہ!) وہ تیرے بھروسے کا امین اور قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے، وہ تیرا نبی مرسل ورسول برحق ہے جو (دنیا کے لیے) نعمت ورحمت ہے۔ [1]

ابن ابی الحدید المعتزلی اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"سَاَلْتُ النَّقِيْبَ اَبَا جَعْفَرٍ - رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ - وَكَانَ مُنْصِفًا بَعِيدًا عَنِ الْهَوَىٰ وَالْعَصَبِيَّةِ، عَنْ هٰذَا الْمَوْضِعِ؛ وَيَجْتَهِدُ فِي اَعْبَاءِ الْكَلِمَةِ۔"

ابوجعفر نقیب رحمہ اللہ۔ جو اس موقع پر انصاف اور تعصب وخواہشات سے محفوظ تھے، سے پوچھا اور ان سے کہا: میں صحابہ کے کلام میں کہیں رسول اللہؐ کی ایسی عظمت و بزرگی نہیں دیکھی جو اس شخص (علیؑ) کے ہاں پائی جاتی ہے اور ان میں کسی نے رسول اللہؐ کو یوں نہیں پکارا جیسے اس شخص نے پکارا ہے اور ہم نہج البلاغہ اور دوسرے بہت سے مقامات پر اس مناسبت سے کلام دیکھتے ہیں جہاں رسول اللہؐ کی بلند تجلیل اور بہت ہی تعظیم بیان ہوئی ہے۔

ابوجعفر نے جواب دیا: علی علیہ السلام کے علاوہ صحابہ کا کلام کہاں جمع ہوا ہے جہاں سے نبیؐ کے ذکر کی ان کے ہاں کیفیت کو جانا جائے؟ کیا ان کے ہاں کوئی سطحی کلمات جن میں کوئی گہرائی نہیں ہوتی، کے علاوہ کچھ ملتا ہے؟ پھر کہا: یقیناً علیؑ رسول اللہؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کی تصدیق کرنے میں بڑے قوی تھے۔ یقین میں ثابت قدم اور پیش آنے والے امور میں بڑے بڑے قاطع اور مضبوط تھے۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہؐ سے قرابت ونسب کی وجہ سے اور رسول اللہؐ کے تربیت یافتہ ہونے کے لحاظ سے اور باقی اصحاب کی نسبت رسول اللہؐ

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۴، ص ۲۳۲

سے خصوصی تعلق کی بنا پر آپؐ سے محبت رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ آپ کو رسول اللہؐ کے ہاں اس وجہ سے بھی شرف وفضلیت حاصل تھی کہ آپ دونوں "دو جسموں میں ایک نفس" کا مقام رکھتے تھے۔ باپ ایک تھا، گھر ایک تھا، اخلاق ایک جیسے تھے۔ اس لیے اگر علی علیہ السلام نے نبیؐ کی عظمت وتجلیل کو بیان کیا ہے تو گویا انہوں نے خود کی تعظیم وتجلیل کی ہے اور اگر رسول اللہؐ کی طرف دعوت دی ہے تو گویا اپنی ذات ونفس کی طرف دعوت دی ہے۔ آپؑ چاہتے تھے کہ دعوتِ اسلام مشرق ومغرب کی زمین میں عام ہو جائے۔ اس لیے کہ اس دعوتِ اسلام کا حسن و جمال آپؐ سے مربوط تھا اور آپؐ ہی کی طرف اس کی بازگشت تھی۔ پس کیونکر آپؑ رسول اللہؐ کی تعظیم وتجلیل نہ کرتے اور آپؐ کے پیغام کی سربلندی کے لیے کوشاں نہ رہتے"۔ ①

ابن ابی الحدید کی اس عبارت میں آیہ مباہلہ کے لفظ "نفسِ رسولؐ" کو محور بنایا گیا کہ نبیؐ کی معرفت وتجلیل وعظمت کا ذریعہ وہی بن سکتا ہے جو آپؐ کی زندگی کا ہر اعتبار سے حصہ ہو۔

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں رسول اللہؐ سے اس تعلق کو بار بار بطور فخر بیان فرمایا اور یہ بھی واضح رسول اللہؐ سے جو تعلق مجھے حاصل ہے وہ کسی کو نصیب نہیں۔ امیر المومنینؑ نے اپنی زندگی کی ابتدا اور پیغمبرؐ کی زندگی کے اختتام کے تعلق کو دو مقامات پر یوں بیان فرمایا:

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْقَرَابَةِ الْقَرِیْبَةِ، وَ الْمَنْزِلَةِ الْخَصِیْصَةِ: وَضَعَنِیْ فِیْ حِجْرِهٖ وَ اَنَا وَلَدٌ یَّضُمُّنِیْۤ اِلٰى صَدْرِهٖ، وَ یَكْنُفُنِیْ فِیْ فِرَاشِهٖ، وَ یُمِسُّنِیْ جَسَدَهٗ، وَ یُشِمُّنِیْ عَرْفَهٗ. وَ كَانَ یَمْضَغُ الشَّیْءَ ثُمَّ یُلْقِمُنِیْهِ، وَ مَا وَجَدَ لِیْ كَذْبَةً فِیْ قَوْلٍ، وَ لَا خَطْلَةً فِیْ فِعْلٍ.

---

① شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۷، ص ۱۷۴

تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہؐ سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپؐ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ ①

اور پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے موقع کو یوں بیان فرمایا:

وَ لَقَدْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اِنَّ رَاْسَهٗ لَعَلٰى صَدْرِیْ. وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهٗ فِیْ كَفِّیْ، فَاَمْرَرْتُهَا عَلٰى وَجْهِیْ وَ لَقَدْ وَلِیْتُ غُسْلَهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ الْمَلٰٓئِكَةُ اَعْوَانِیْ، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَ الْاَفْنِيَةُ: مَلَاٌ يَّهْبِطُ، وَ مَلَاٌ يَّعْرُجُ، وَ مَا فَارَقَتْ سَمْعِیْ هَيْنَمَةٌ مِّنْهُمْ، يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى وَارَيْنَاهُ فِیْ ضَرِيْحِهٖ. فَمَنْ ذَا اَحَقُّ بِهٖ مِنِّیْ حَيًّا وَّ مَيِّتًا؟

جب رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روحِ طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیے۔ میں نے آپؐ کے غسل کا فریضہ انجام دیا، اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپؐ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے، (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروہ اُترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا، وہ حضرتؐ پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۸

کانوں میں آرہی تھیں، یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون ان کا حقدار ہو سکتا ہے؟ ①

علی علیہ السلام کی آنکھ کھلی تو نبیؐ کی آغوش میں اور نبیؐ کی آنکھ بند ہوئی تو دامنِ علی میں۔ اس لیے نبیؐ کے متعلق کسی کو پوچھنا ہے تو علی علیہ السلام سے پوچھے۔ علی علیہ السلام نے نبیؐ کے بارے میں کیا کیا بتایا، اسے اس کتاب "سیرتِ رسول کریمؐ، نہج البلاغہ کے آئینے میں" میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر کسی سیرت نگار یا مؤرخ کو پیغمبر اکرمؐ پر کچھ لکھنا ہے تو اگر وہ نہج البلاغہ کو مدنظر نہیں رکھتا تو سیرتِ رسولؐ مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اردو زبان میں رسول اللہؐ کی سیرت کے عنوان سے یہ کتاب ایک مفید اضافہ ہوگا۔ نہج البلاغہ کا ہر لفظ نبیؐ کی عظمت کا شاہد ہے۔ اس لیے کہ نہج البلاغہ میں ایک طرف امیر المومنینؑ سلونی ② جیسے دعووں کے ذریعہ اپنے علمی مقام کو بیان فرماتے ہیں تو ساتھ ہی تعجب کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے اپنے معلّم کا تعارف کراتے ہیں۔

اِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِّنْ ذِیْ عِلْمٍ

یہ ایک صاحب علم (رسول اللہؐ) سے سیکھی ہوئی باتیں ہیں۔ ③

نہج البلاغہ کی فصاحت و بلاغت اور تعلیماتِ اسلامی کی تفسیر و وضاحت، پیغمبر اکرمؐ کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ علامہ شیخ عبد العلی الہردی سے متعلق ایک واقعہ پر تحریر کو ختم کرتے ہیں جس سے نہج البلاغہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس واقعہ کو آپ کے مترجم حضرت مولانا سید محمد سبطین سرسوی نے یوں بیان کیا:

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۵، ص ۵۷۷

② نہج البلاغہ: خطبہ ۹۱، ص ۳۰۹ / نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۷، ص ۵۳۱

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۶، ص ۳۸۱

”دورانِ سفر یورپ اور ترکی میں بھی اکثر جگہ علمی تقریریں کرنے کا اتفاق ہوا۔ برلن (جرمنی) میں علوم شرقیہ کے کالج پہنچے وہاں ایک پروفیسر عربی زبان میں کتاب، نہج البلاغہ پر لیکچر دے رہا تھا اور وہی اس کے ہاتھ میں تھی اور اس کا یہ بیان تھا کہ یہ کتاب نبوتِ نبی عربیؐ کی ایک زبردست دلیل ہے کہ جس کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور کوئی دوسری دلیل نہ بھی ہو تو یہی کافی ہے۔ اس پروفیسر کی علامہ سے علمی گفتگو ہوئی، پروفیسر اچھا ذی علم تھا، محظوظ ہوا۔[1]

اللہ سبحانہ تعالیٰ نہج البلاغہ کے علوم سے ہمیں مستفید ہونے کی توفیق نصیب فرمائے اور فاضل ذی قدر حضرت حجت الاسلام والمسلمین مولانا سید عقیل عباس نقوی نزیل حوزہ علمیہ قم نے ”سیرتِ رسول کریمؐ، نہج البلاغہ کے آئینے میں“ کے موضوع پر جو یہ محنت کی اور کتاب ”سیرت“ مرتب فرمائی، انہیں اور اس علمی کام میں جنہوں نے ان کا ساتھ دیا بالخصوص محترم پروفیسر عابد حسین خان صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ انشاء اللہ علم دوست طبقہ اس سے مستفید ہوں گے۔

والسلام

مقبول حسین علوی

۷ جنوری ۲۰۲۶ء/ ۱۷ رجب ۱۴۴۷ھ

---

[1] مواعظ حسنہ، علامہ الشیخ عبد العلی الہروی: مرتبہ السید محمد سبطین سرسوی، اشاعت: امامیہ کتب خانہ لاہور، ص ۳۷

# عظمتِ حضرتِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی اکرمؐ کی سیرت وزندگی اور عظمت وبزرگی کو سمجھنے کا سب سے بڑا ماٰخذ وذریعہ اللہ سبحانہ کی کتاب قرآن ہے۔ اللہ نے اپنے حبیب کا تذکرہ جن لفظوں میں فرمایا وہ ایک مکمل کتاب کا موضوع ہے، قولِ نبیؐ کی بات ہو تو ﴿وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی، اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی﴾ [1] وہ خواہش سے نہیں بولتا، یہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو (اس پر) نازل کی جاتی ہے۔

اور عمل کی بات ہو تو ﴿وَ مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی﴾ [2] اور (اے رسول) جب آپ کنکریاں پھینک رہے تھے اس وقت آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے کنکریاں پھینکی تھیں۔

اور کلی طور پر فرمایا ﴿وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ﴾ [3] اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی حقیقی تفسیر وتاویل سے ہر کوئی مکمل طور پر آگاہ نہیں ہو سکتا اور رب نے بھی واضح فرمایا کہ ﴿وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ﴾ [4] اس کی (حقیقی) تاویل تو صرف خدا اور علم میں راسخ مقام رکھنے والے ہی جانتے ہیں۔

---

[1] سورۃ النجم: ۳ و ۴

[2] سورۃ الانفال: ۱۷

[3] سورۃ الشرح: ۴

[4] سورۃ آل عمران: ۷

وہ جو ”راسخون فی العلم“ ہیں ان میں سے سرفہرست ذات علی علیہ السلام ہیں، جو فرماتے ہیں:

”اَيْنَ الَّذِيْنَ زَعَمُوْٓا اَنَّهُمُ الرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ دُوْنَنَا، كَذِبًا وَّ بَغْيًا عَلَيْنَا“

”کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادّعا کرتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں نہ ہم؟“[۱]

پس اگر قرآن سے سیرتِ مصطفیؐ کو سمجھنا ہے تو درِ مصطفیؐ یعنی علی مرتضیٰؑ کے سامنے جھکنا پڑے گا۔

قرآن مجید میں اللہ نے پیغمبر اکرمؐ کی عظمت ان لفظوں میں بیان فرمائی: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾[۲] ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

اور علی علیہ السلام نے اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی:

فَمَآ اَعْظَمَ مِنَّةَ اللهِ عِنْدَنَا حِيْنَ اَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهٖ سَلَفًا نَتَّبِعُهٗ، وَ قَآئِدًا نَّطَأُ عَقِبَهٗ!

یہ اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسے پیشرو و پیشوا جیسی نعمتِ عظمیٰ بخشی کہ جن کی ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم بہ قدم چلتے ہیں“۔[۳]

امیرالمومنینؑ نے اکثر خطبات جو حمد باری تعالی سے شروع فرمائے ان میں مدحِ رسول اللہؐ بھی بیان فرمائی اور مختلف مقامات پر مختلف الفاظ سے توصیف بیان کی۔ چھ مقامات پر لفظِ نبی، اڑتیس مقامات پر لفظ رسول، دو بار لفظ بشیر، دو بار لفظ مبشر، چار بار لفظ نذیر، پانچ مقامات

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۲، ص ۴۰۹

[۲] سورۃ آل عمران: ۱۶۴

[۳] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۸، ص ۴۵۰

پر شاہد وشہید، ایک مقام پر امی، نو مقامات پر عبداللہ، چھ مقامات پر امین، دو جگہ پر مامون، ایک جگہ الصفی، ایک جگہ الرضی، دو مقامات پر الامام، ایک دفعہ الرشید، ایک مرتبہ النجیب، دو مقامات پر المصطفیٰ، تین دفعہ الخاتم، ایک جگہ المجتبیٰ، ایک جگہ الاطیب اور دو جگہ الاطھر کے وصف سے یاد فرمایا[۱]۔ ان اوصاف کی اپنے اپنے موضوع کے تحت وضاحت ہوگی۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی عظمت کے متعلق درجنوں مقامات پر سینکڑوں الفاظ میں عظمت بھرے جملات ارشاد فرمائے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

## (ا) خطبہ نمبر ۲۶

اِنَّ اللہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَذِیۡرًا لِّلۡعٰلَمِیۡنَ، وَ اَمِیۡنًا عَلَی التَّنۡزِیۡلِ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمدؐ کو تمام جہانوں کو (ان کی بداعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔[۲]

### ا۔ متنبہ کرنے والا

نَذِیۡرًا لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

متنبہ کرنے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

”نذیر“ ایک ایسی صفت ہے جسے درجنوں دفعہ قرآن مجید میں آپؐ سے پہلے والے انبیا کے لیے بھی بیان کیا گیا اور آپؐ کو جب پہلی دفعہ حکمِ تبلیغ ہوا یعنی دعوتِ ذوالعشیرہ کا فرمان جاری ہوا تو سب سے پہلے اسی وصفِ نذیر کو ہی مدنظر رکھا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ اور اپنے قریب ترین رشتے داروں کو تنبیہ کیجیے۔[۳]

---

۱ السیرہ النبویہ فی رؤیہ امیر المومنین، ڈاکٹر انتصار عدنان عبدالواحد، ص ۲۸۷

۲ نہج البلاغہ: خطبہ ۲۶، ص ۱۸۰

۳ سورۃ الشعراء: ۲۱۴

اللہ سبحانہ نے قرآن مجید کے نزول کی وجہ پیغمبر اکرمؐ سے یوں بیان کرائی ﴿وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ﴾ "اور میری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی گئی ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور جس تک وہ پہنچے، متنبہ کروں"۔ (۱)

صفتِ نذیر کی اہمیت کے بارے میں آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ اپنی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں:

پیغمبر اکرمؐ اگر چہ بشیر بھی ہیں مگر امامؑ نے یہاں فقط صفتِ نذیر کو بیان کیا چونکہ ذمہ داریوں کو نبھانے اور تخلفات سے خود کو بچانے کا اکثر ذریعہ ڈرانا اور سزا دینا ہوتا ہے۔ اس لیے صفتِ نذیر کو پیش کیا اور قرآن مجید میں بہت سی آیات میں پیغمبر اکرمؐ اور دوسرے انبیا کے فقط نذیر ہونے کے عنوان کو پیش کیا گیا ہے، کسی مقام پر فقط "بشیر" کے عنوان پر اکتفا نہیں کیا۔ موجودہ دنیا میں بھی قوانین کے اجرا کی ضمانت تشویق کے بجائے مجازات پر زیادہ ہوتی ہے۔ (۲)

علامہ خوئی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں اس خطبہ کے ضمن میں تفصیلات لکھی ہیں کہ امامؑ نے نذیر ہونے کو بشیر ہونے پر کیوں ترجیح دی اور نذیر ہونے کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ (۳)

علامہ مصطفوی لکھتے ہیں: فَظَهَرَ اَنَّ اَوَّلَ وَظِيفَةٍ لِلرَّسُولِ فِي مَقَامِ الدَّعْوَةِ وَالْاِبْلَاغِ هُوَ الْاِنْذَارُ لِلنَّاسِ عَنْ عَذَابِ اللهِ وَعَمَّا يُوجِبُ عَذَابَهُ وَغَضَبَهُ. ﴿يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ﴾ (۴)

واضح ہوا کہ دعوت و تبلیغ کے مقام میں رسول اللہؐ کا پہلا فریضہ و ذمہ داری لوگوں کو اللہ کے عذاب اور ان چیزوں سے جو اللہ کے عذاب اور غضب کا سبب بنتی ہیں،

---

(۱) سورۃ الانعام: ۱۹

(۲) پیام امام: ج ۲، ص ۱۰۶

(۳) منہاج البراعہ: ج ۳، ص ۳۶۳

(۴) سورۃ المدثر: ۱ و ۲

ڈرانا ہے۔"اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے اٹھیے اور متنبہ کیجیے۔"[۱]

## ۲. وحی کے امین

### وَ اَمِيْنًا عَلَى التَّنْزِيْلِ

اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔

اللہ سبحانہ نے قرآن مجید کو کبھی لفظِ قرآن سے تو کبھی لفظ کتاب سے یاد فرمایا، کبھی وحی کہا تو کبھی آیات سے تعبیر کیا اور امیر المومنینؑ نے جب قرآن کی عظمت بیان کی تو درجنوں اوصاف ذکر کیے۔ ایک مقام پر فرمایا: "وَ اَثَافِيُّ الْاِسْلَامِ وَ بُنْيَانُهٗ" وہ (قرآن) اسلام کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے۔[۲]

یہ باعظمت کتاب اور انسانی عظمتوں کا دستور العمل قرآن جس دل پر اُترا وہ امین دل آپ کا قلبِ مبارک ہے۔ امین ہونا فقط یہ نہیں ہے کہ اس شے کی حفاظت کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ جس مقصد کے لیے اُسے بنایا گیا ہے وہ مقصد بھی پورا ہو۔ امامؑ نے آپؐ کو کتابِ خدا کا امین قرار دیا یعنی آپؐ نے قرآن کو بچایا بھی اور قرآن کے مقصدِ نزول کو پہنچایا بھی۔ امانت کی عظمت کو خطبہ نمبر ۷۰ میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

### (۲): خطبہ نمبر ۷۰

اَللّٰهُمَّ ... اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوَاتِكَ، وَ نَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ، عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ، الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَ الْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ، وَ الْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَ الدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ، وَ الدَّامِغِ صَوْلَاتِ

---

[۱] التحقیق فی کلمات القرآن الکریم: ج ۱۲، ص ۸۵

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۳

الْاَضَالِيْلِ.

"اے اللہ!... اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے اپنے عبد اور رسول محمدؐ کے لیے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے اور بند (دل) کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے۔"

كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ قَآئِمًا بِاَمْرِكَ، مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ، غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ، وَ لَا وَاهٍ فِيْ عَزْمٍ، وَاعِيًا لِّوَحْيِكَ، حَافِظًا لِّعَهْدِكَ، مَاضِيًا عَلٰى نَفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰى اَوْرٰى قَبَسَ الْقَابِسِ، وَ اَضَآءَ الطَّرِيْقَ لِلْخَابِطِ، وَ هُدِيَتْ بِهِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَ الْاٰثَامِ، وَ اَقَامَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَ نَيِّرَاتِ الْاَحْكَامِ، فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ، وَ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ، وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ، وَ بَعِيْثُكَ بِالْحَقِّ، وَ رَسُوْلُكَ اِلَى الْخَلْقِ.

"جیسا ان پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا اس کو انہوں نے اٹھایا، (تیرے امر کے ساتھ قیام کیا) اور تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے کے لیے مضبوطی سے جم کر کھڑے ہو گئے۔ نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔ وہ تیری وحی کے حافظ اور تیرے پیمان کے محافظ تھے اور تیرے حکموں کے پھیلانے کی دھن میں لگے رہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے روشنی ڈھونڈنے والے کے لیے شعلے بھڑکا دیے اور اندھیرے میں بھٹکنے والے کے لیے راستہ روشن کر دیا۔ فتنوں فسادوں میں سرگرمیوں کے بعد دلوں نے آپؐ کی وجہ سے ہدایت پائی۔ انہوں نے راہ دکھانے والے نشانات قائم کیے، روشن و تابندہ

احکام جاری کیے۔ وہ تیرے امین، معتمد اور تیرے علم مخفی کے خزینہ دار تھے اور قیامت کے دن تیرے گواہ اور تیرے پیغمبر برحق اور خلق کی طرف فرستادہ رسول تھے۔"[۱]

امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ پر صلوات بھیجنے کا طریقہ بتلاتے ہوئے ۲۴ فضائل بیان فرمائے۔

تین جملوں میں خوبصورت الفاظ میں عظمتِ پروردگار کے بیان کے بعد دعائیہ انداز میں پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں دو جملے ارشاد فرمائے: اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوَاتِكَ، وَ نَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ۔ "اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے"۔

ان دعائیہ جملات کے بعد پیغمبر اکرمؐ کا نام لے کر ۲۴ اوصاف بیان فرمائے:

## ۱۔ عبد خدا ہونا

عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ

قرآن مجید نے بھی کئی مقامات پر پیغمبر اکرمؐ کی رسالت سے بھی پہلے جس صفت کو بیان فرمایا وہ "عبد" ہونا ہے اور پھر "رسول" کہا۔ علی علیہ السلام نے بھی اسی انداز سے بارہ مقامات پر عبد و بندگی کی صفت سے یاد فرمایا۔ عبودیت انسانیت کی عظیم ترین فضیلت ہے اور عبد حقیقی وہ ہے جو مکمل طور پر اللہ تعالی کے سامنے سر تسلیم خم کرے، اپنا کچھ نہ سمجھے بلکہ سب کچھ اللہ سے اور اللہ کا ہی جانے۔ اللہ نے آپؐ کو اپنے بندوں کو بندگی سکھانے کا ذریعہ قرار دیا۔ امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

فَبَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهٗ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اِلٰى عِبَادَتِهٖ، وَ مِنْ طَاعَةِ الشَّيْطٰنِ اِلٰى طَاعَتِهٖ، بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَيَّنَهٗ وَ

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۵

اَحْکَمَهٗ، لِیَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ اِذْ جَهِلُوْهُ۔

"اللہ سبحانہ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی پرستش کی طرف اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں، تا کہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں"۔ ①

امیر المومنینؑ نے آپ کو فقط عبد خدا نہیں بلکہ اللہ کے بندوں کا سید و سردار کہا۔ ارشاد فرمایا: وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، وَسَیِّدُ عِبَادِهٖ، "اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ و رسول اور بندوں کے سیّد و سردار ہیں"۔ ②

اب جو آپؐ کو سید و سردار مان کر آپؐ کی پیروی کرے گا تو وہ فقط بندگی کی منزل ہی نہیں بلکہ محبوبِ خدا ہونے کے مقام کو حاصل کر لے گا۔ امامؑ فرماتے ہیں: وَ اَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَی اللهِ الْمُتَاَسِّیْ بِنَبِیِّهٖ، وَ الْمُقْتَصُّ لِاَثَرِهٖ "ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے"۔ ③

جو پیغمبر اکرمؐ کا پیروکار و وفادار بن گیا فقط یہی نہیں کہ وہ خدا کا محبوب بن گیا بلکہ بقول علامہ اقبال "خود خدا اس کا بن گیا"۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں ④

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۵

② نہج البلاغہ: خطبہ ۲۱۲، ص ۶۱۲

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۸، ص ۴۴۸

④ کلیاتِ اقبال، جواب شکوہ

## ۲. رسول خداؐ ہونا

وَ رَسُوْلِكَ

دوسری فضیلت، ان کے "رسول اللہ" ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ قرآن مجید نے آپ کو بار ہا رسول کے وصف سے یاد فرمایا اور چار مقامات پر آپؐ کو اسم گرامی "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے ساتھ یاد فرمایا: تین مقامات میں نام کے ساتھ "رسول" کے عہدے کا ذکر فرمایا۔ مثلاً "محمد رسول اللہ" "محمد اللہ کے رسول ہیں"۔ [1]

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں سو سے زائد مقامات پر آپؐ کو رسول و رسالت کے عنوان سے یاد فرمایا۔ ان موارد کو اپنے اپنے موضوعات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ نبی ایک بلند مقام و منزلت ہے مگر رسول اس سے بلند تر ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

امیر المومنینؑ نے آپؐ کے مقامِ رسالت کو کہیں "خَاتَمُ رُسُلِه" رسولوں کی آخری فرد [2] کے مخصوص الفاظ سے ذکر کیا تو کہیں آپؐ کے مقامِ رسالت کی عظمت ان لفظوں میں بیان فرمائی: "اَلْمُصْطَفٰی لِكَرَائِمِ رِسَالَاتِه" عظیم و عمدہ پیغامات کے پہنچانے کے لیے آپ کا انتخاب ہوا ہے [3]۔ یہ وہ صفات ہیں جو رسالتِ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ خاص ہیں۔

## ۳. خاتم النبیین ہونا

اَلْخَاتَمِ لِمَا سَبَقَ

جو سابقہ نبوتوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

---

① سورۃ الفتح: ۲۹

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۱، ص ۴۷۷

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۲۱۲، ص ۶۱۲

قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں۔[۱]

امیرالمومنینؑ نے ختمِ نبوت کی تفسیر جس خوبصورت انداز میں بیان فرمائی اس کی تفصیل ختمِ نبوت کے عنوان کے تحت بیان ہوگی۔ امامؑ نے ''خاتم الرسل'' بھی کہا، خاتم النبیین بھی فرمایا، وحی کے آپؐ پر اختتام کا ذکر کیا اور یہاں تمام سابقہ نبوتوں کو ختم کرنے والا فرمایا۔

## ۴۔ بند دروازوں کو کھولنے والے

وَالْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ

اور جو بند دروازوں کو کھولنے والے ہیں۔

یہاں آپؐ کے ذریعہ کھلنے والے ان بند دروازوں سے مراد علم وحکمت کے دروازے اور مشکل اخلاقی و معاشرتی مسائل ہیں جنہیں پیغمبر اکرمؐ نے اپنی ہدایات ونصائح کے ذریعہ اور اللہ کی کتاب قرآن کے ذریعہ کھولا اور آپؐ چونکہ مالکِ خلقِ عظیم قرار پائے اس لیے ہر اچھائی کے لیے آپؐ دلوں کے دروازے کھولنے والے ہیں۔

## ۵۔ اعلانِ حق کرنے والے

وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ

اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے۔

اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا﴾

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۱۲، ص ۶۱۲

ہم نے آپؐ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ [۱]

جو حق کے ذریعہ حق کا اعلان کرنے والے ہیں، نہ دعوت ومقصد میں کوئی غلطی تھی اور نہ اس کی طرف دعوت دینے میں کوئی غلط طریقہ استعمال ہوا۔

امیر المومنینؑ کے اس فرمان میں موجود پہلے حق سے مراد وجود خالق و وحدانیتِ مالک ہے۔ آپؑ اس مفہوم کو یوں ارشاد فرماتے ہیں: "هُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ، اَحَقُّ وَ اَبْيَنُ مِمَّا تَرَى الْعُيُوْنُ" وہ اللہ اقتدار کا مالک ہے اور (سراپا) حق اور (حق کا) ظاہر کرنے والا ہے۔ وہ ان چیزوں سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر) ثابت و آشکارا ہے کہ جنہیں آنکھیں دیکھتی ہیں۔ [۲]

اور دوسرے حق سے مراد دینِ الٰہی وشریعتِ مقدسہ ہے یا وہ ذرائع ووسائل مراد ہیں جو اس حق کے اعلان و اظہار کے لیے استعمال ہوئے۔

امیر المومنینؑ ایک مقام پر اس کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں: اَرْسَلَهٗ دَاعِيًا اِلَى الْحَقِّ "اللہ نے آپؐ کو حق کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا"۔ [۳]

پیغمبر اکرمؐ نے جو ذرائع استعمال کیے ان میں سرِفہرست قرآن مجید ہے جو معجزہ کی صورت میں بھیجا گیا اور اللہ نے خود پاک پیغمبرؐ کو بھی فصاحت و بلاغت اور قوتِ بیان عطا فرمائی جو کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے اسی حق کی وضاحت کے لیے ایک چلتے پھرتے انسان کو حق کا ساتھی قرار دے کر واضح فرمایا کہ ''اَلْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ''، تو یہ بھی ایک اعلانِ

---

[۱] سورۃ البقرہ:۱۱۹

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۳، ص ۴۳۲

[۳] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۳، ص ۴۳۲

حق ہے کہ جس کے ذریعہ معرفتِ خدا اور دین و شریعت کی تفسیر حاصل ہوتی ہے۔

امیر المومنینؑ نے خود رسول اللہؐ کے لیے لفظِ حق استعمال کیا اور فرمایا: " وَ رَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً " وہ تیرا رسول برحق ہے جو (دنیا کے لیے) رحمت ہے۔[۱] اور اہلِ بیت علیہم السلام کا بھی حق کے ساتھ یوں ذکر فرمایا: '' وَ هُمْ اَزِمَّةُ الْحَقِّ '' وہ (عترتِ نبیؐ) حق کی باگیں ہیں۔[۲]

## ۶. باطل کو سرکوب کرنے والے

وَ الدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ

باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے

نورِ خدا کو خاموش کرنے کے لیے مشرکین کے لشکر جس شور و غوغا اور جوش و خروش سے بڑھے، پیغمبر اکرمؐ نے انہیں شکست سے دوچار کیا اور دین کا مکمل دفاع کیا۔

## ۷. گمراہی سے نجات دینے والے

وَ الدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْاَضَالِيْلِ

اور ضلالت و گمراہی کے حملوں کو کچلنے والے۔

دافع کسی شے کے سر کو کچلنے اور کھوپڑی کو توڑنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور صولات بھی حملے کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر اس حملے میں کہ جس میں سر و صدا نہ ہو بلکہ فاسد عقائد اور خرافات و بدعات کے ذریعہ سے خاموشی سے حملہ آور ہو، امیر المومنین نے شیطان کے لشکر کے لیے یہ "صولة" کا لفظ استعمال کیا: '' وَ جُنْدًا بِهِمْ يَصُوْلُ عَلَى النَّاسِ '' ایسا لشکر جس کو (شیطان) ساتھ لے کر لوگوں پر حملہ کرتا ہے۔[۳] پیغمبر اکرمؐ نے

---

۱ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۳، ص ۴۳۲

۲ نہج البلاغہ: خطبہ ۸۵، ص ۲۷۸

۳ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۴۶

ایسے حملے آوروں کو نورِ نبوت اور کتابِ ہدایت کے ذریعہ کچل کر رکھ دیا اور حضرت امیر المومنینؑ نے بھی ان دو جملوں میں پیغمبر اکرمؐ کو دونوں حملوں کے مقابلے میں رد کرنے والا اور کچل دینے والے کے وصف سے یاد فرمایا۔

امیر المومنینؑ نے یہاں پیغمبر اکرمؐ کو دفاع کرنے اور سر کچلنے والا قرار دیا اور ان صفات کی تشریح میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے خطبہ فدک میں پیغمبر اکرمؐ کے اس دفاع اور سر کچلنے کا ذریعہ علی علیہ السلام کو قرار دیا۔

وَذُؤْبَانِ الْعَرَبِ، وَمَرَدَةُ اَهْلِ الْكِتَابِ، (كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللهُ) اَوْ نَجَمَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ، اَوْ فَغَرَتْ فَاغِرَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، قَذَفَ اَخَاهُ فِي لَهَوَاتِهَا؛ فَلَا يَنْكَفِي حَتَّى يَطَاَ صِمَاخَهَا [جَنَاحَهَا] بِاَخْمَصِهِ، وَيَخْمُدَ لَهَبَهَا بِسَيْفِهِ.

عرب کے ڈاکوؤں اور اہلِ کتاب کے سرکشوں سے آنحضرتؐ کو سابقہ پڑا تھا۔ جب کبھی ان لوگوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی، خدا نے اسے خاموش کر دیا۔ یا جب کبھی شیطان نے سر اٹھایا، مشرکوں کی شرارت کے اژدہے نے منہ کھولا تو آنحضرتؐ نے اپنے بھائی علی علیہ السلام ہی کو اس بلا کے منہ میں بھیجا۔ پس اس بہادر علی علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ وہ اس وقت تک نہ پلٹا کہ جب تک اپنے پیروں تلے ان بلاؤں کے سر نہ کچل دیے اور اپنی شمشیر سے فتنے کی آگ نہ بجھا دی۔ [۱]

## ۸۔ بارِ رسالت کے اٹھانے والے

كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ

جیسا ان پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا اس کو انھوں نے اٹھایا۔

---

[۱] سیرت فاطمۃ الزہراءؑ، سلطان مرزا: باب چہاردہم، ص ۱۸۵

رئیس احمد جعفری ندوی نے بڑا خوبصورت ترجمہ کیا۔ "یہ درود اس شان کے ساتھ ہو جس شان سے استقلال کے ساتھ اس نے یہ بار اٹھایا"۔

امیر المومنینؑ نے اس صفت اور اس کے بعد کی صفات کو صلوات طلب کرنے کی دلیل بنایا۔ گویا رب کریم سے یوں دعا کی جائے کہ اے پروردگار جیسے پیغمبر اکرمؐ نے تیری رسالت کے اس کمر شکن بوجھ کو اٹھایا اور بغیر کسی کمی و کوتاہی کے تیرے پیغام کو تیری مخلوق تک پہنچایا اور اس پیغامِ رسالت کو بڑی امانت داری اور خلوص کے ساتھ ادا کیا تو بھی آپؐ کی ذات پر درود و صلوات بھیج۔

## ۹۔ ذمہ داری کو بجالانے والے

قَآئِمًا بِاَمْرِكَ

تیرے امر کے ساتھ قیام کیا۔

لفظِ قیام کسی عمل کی انجام دہی میں عزم و جدیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ گویا امام واضح فرما رہے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے جب سے پیغمبر اکرمؐ کو ان پہاڑ جتنی مشکلات کو عبور کرنے اور پیغامِ الٰہی کو علانیہ طور پر پہنچانے کا حکم فرمایا: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ آپ کو جس چیز کا حکم ملا ہے اس کا واشگاف الفاظ میں اعلان کریں اور مشرکین کی اعتنا نہ کریں[1]، پیغمبر اکرمؐ نے اپنے فریضہ میں کوئی کمی و کوتاہی نہیں دکھائی۔

یہ امرِ الٰہی کوئی اتنا مشکل تھا کہ اللہ سبحانہ نے اپنے حبیب کو بار بار تاکید فرمائی: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ﴾ تو مضبوطی سے برقرار رہیے جیسا کہ آپ مأمور ہیں۔[2]

اس ماموریت کی مشکلات کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے جو پیغمبر اکرمؐ نے آیتِ

---

[1] سورۃ الحجر: ۹۴

[2] سورۃ ہود: ۱۱۲

مذکورہ کے نزول کے وقت بیان فرمائی۔ شیخ محسن علی نجفیؒ اس آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

جس عظیم انقلاب کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیڑا اٹھایا تھا وہ ایک سنگین ذمہ داری ہے۔ چونکہ یہ انقلاب ایسی قوم میں لانا مقصود تھا جو ہر اعتبار سے پسماندہ اور تمام اقدار سے نا آشنا تھی، خصوصاً جس انقلاب کی بنیاد لوگوں کے عقائد و مقدسات کو مسترد کرنے پر استوار ہو تو اسے ایک لامحدود نفرت و حقارت کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ پھر ایک مدت تک مشکلات و مصائب برداشت کرنے کے بعد توقع کی جاتی ہے کہ اب شاید فتح وظفر کی کوئی نوید آنے والی ہے۔ اتنے میں مزید استقامت اور ثابت قدمی کا حکم زوردار الفاظ میں آتا ہے تو یہ حکم اور سنگین ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: **شَيَّبَتْنِي سُورَةُ هُود**۔ مجھے سورہ ھود نے بوڑھا کر دیا۔[1]

علامہ جواد مغنیہ اس فرمان کی شرح میں لکھتے ہیں:

**وَاَيُّ تَكْلِيفٍ اَشَدُّ وَاَثْقَلُ مِنَ التَّكْلِيفِ بِاِخْرَاجِ النَّاسِ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ، وَالْقَضَاءِ عَلَى عَقَائِدِهِمُ الْفَاسِدَةِ، وَتَقَالِيدِهِمُ الْمَوْرُوثَةِ، وَحَمْلِ الْبَشَرِيَّةِ كُلِّهَا عَلَى مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ؟ وَمَنِ الَّذِي يَسْتَطِيعُ اَنْ يُغَيِّرَ مِنْ اَخْلَاقِ زَوْجَتِهِ وَوُلْدِهِ؟ لَكِنْ مُحَمَّدًا (ص) تَغْلِبُ عَلَى جَمِيعِ هَذِهِ الصُّعُوبَاتِ بِشَخْصِيَّتِهِ الْعَظِيمَةِ، وَصَبْرِهِ عَلَى الشَّدَائِدِ.**

"بھلا اس سے بڑھ کر بھی کوئی تکلیف ہو سکتی ہے کہ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جائے، ان کے فاسد عقائد اور موروثی رسومات کا خاتمہ کرے، اور تمام انسانیت کو اخلاقِ عالیہ کی راہ پر گامزن کرے؟ کون یہ قوت و استطاعت رکھتا

---

[1] بلاغ القرآن بحوالہ وسائل الشیعۃ ۶: ۱۷۲

ہے کہ وہ اپنی زوجہ اور اپنی اولاد کے اخلاق کو بدل سکے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عظیم شخصیت اور صبر واستقامت کے ذریعے ان تمام سختیوں پر غالب آ گئے"۔ (۱)

اس مشکل کو مدنظر رکھتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ کو ایک اور مقام پر پروردگار نے تاکید فرمائی:

﴿وَ اسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ﴾ "اور مضبوطی سے جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجیے"۔ (۲)

امامؑ نے فقط رسول اللہؐ کی جانب سے حکم کی بجا آوری اور ماموریت کی انجام دہی کی گواہی نہیں دی بلکہ یہ بھی واضح کیا کہ میں ایسے مواقع پر آپؐ کے شانہ بشانہ تھا۔ دعوۃ ذوالعشیر ہ میں رسول اللہؐ کی نصرت کا وعدہ اس کا گواہ ہے اور ایک مقام پر امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ وَاسَيْتُهٗ بِنَفْسِيْ فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِيْ تَنْكُصُ فِيْهَا الْاَبْطَالُ وَ تَتَاَخَّرُ فِيْهَا الْاَقْدَامُ. نَجْدَةً اَكْرَمَنِي اللّٰهُ بِهَا. "اور میں نے اس جواں مردی کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبرؐ کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی کہ جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر) بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کی بجائے) پیچھے ہٹ جاتے تھے"۔ (۳)

## ۱۰۔ اللہ کی رضاؤں کے خریدار

مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ

تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے کے لیے تیزی سے قدم بڑھاتے رہے۔

---

(۱) فی ظلال نہج البلاغہ: ج۱، ص ۳۵۴

(۲) سورۃ الشوریٰ: ۱۵

(۳) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۵، ص ۶۷۷

اللہ کی مرضیوں کا حصول انسانی سعادت کا ایک بڑا کمال ہے اور اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ اور اللہ کی طرف کی ذرہ بھی خوشنودی سب سے بڑی چیز ہے۔①

اس خوشنودی کا بڑا ذریعہ پیغمبرؐ کی اطاعت و اتباع ہے۔ ارشادِ پروردگار ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ بتحقیق اللہ ان مومنین سے راضی ہو گیا جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔②

پھر اللہ نے پیغمبر اکرمؐ کو اپنی عطاؤں کے ذریعہ راضی کرنے کا وعدہ فرمایا:

﴿وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔③

امیر المومنینؑ رضائے پروردگار کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے رب کے سامنے پیغمبر اکرمؐ کی رضائے پروردگار کی کوششوں کی گواہی دے رہے ہیں۔

**مستوفز:** عجلت و تیزی کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی آپؐ ہر وقت اور ہر ممکن جلد سے جلد رب کی رضاؤں کی طرف بڑھتے رہتے تھے۔

رسول اللہؐ کو جب اہلِ طائف پتھر مار رہے تھے تو آپؐ رب سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے: لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى، اِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا اُبَالِي. ”میں تیری رضا کے لیے کوشش کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ اگر مجھ سے

---

① سورۃ التوبۃ:۷۲
② سورۃ الفتح:۱۸
③ سورۃ الضحیٰ:۵

تیری ناراضگی نہ ہوتو مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے"۔ (۱)

امیرالمومنینؑ پیغمبراکرمؐ کے اس وصف کو ایک مقام پر یوں بیان فرماتے ہیں:

خَاضَ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰهِ كُلَّ غَمْرَةٍ "جواللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہر سختی میں پھاند پڑے"۔ (۲)

## ۱۱۔ خوف نہ کھانے والے

غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ

نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا۔

"نَكَلَ" پیچھے پلٹنے یا ڈرنے اور بزدل ہونے کے معنی دیتا ہے۔

امیرالمومنینؑ نے مالک اشتر کی تعریف میں ارشادفرمایا:

وَ لَا يَنْكُلُ عَنِ الْاَعْدَآءِ سَاعَاتِ الرَّوْعِ "اورخوف کی گھڑیوں میں دشمن سے ہراساں نہیں ہوتا"۔ (۳)

معاویہ کے خط کے جواب میں اولادعبدالمطلب کی شجاعت کو بیان کرتے ہوئے لفظ نکل استعمال کیا۔

مَتٰى اَلْفَيْتَ بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْاَعْدَآءِ نَاكِلِيْنَ، و بِالسُّيُوْفِ مُخَوَّفِيْنَ؟ "بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اولادِعبدالمطلب کو کب دشمن سے پیٹھ پھراتے ہوئے پایااورکب تلواروں سے خوفزدہ ہوتے دیکھا؟"۔ (۴)

---

(۱) فی ظلال نہج البلاغہ: ۱،ص ۳۵۵

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۲،ص ۵۷۲

(۳) نہج البلاغہ: مکتوب ۳۸،ص ۷۳۸

(۴) نہج البلاغہ: مکتوب ۲۸،ص ۷۰۶

معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنینؑ اس لفظ سے پیغمبر اکرمؐ کی شجاعت کو بیان کر رہے ہیں اور ظاہر ہے پیغمبر اکرمؐ بھی اولادِ عبدالمطلب میں سے ہیں تو گویا پیغمبر اکرمؐ کبھی ڈر یا خوف سے اور دشمنی کے ہجوم اور ازدحام سے ڈر کر قدم آگے بڑھانے سے رکے نہیں۔

شجاعت کا مزید تذکرہ پیغمبر اکرمؐ کی شجاعت کے عنوان میں بیان ہوگا۔

## ۱۲۔ ارادے میں پختگی

وَ لَا وَاهٍ فِيْ عَزْمٍ

نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔

انبیا کے اوصاف میں سے عزم و ارادے کی پختگی ایک مہم وصف ہے اور ارادے میں جب مقصد پر یقین اور رب پر بھروسا ہوگا تو مشکلات و مصائب ارادے میں حائل نہیں ہوں گے۔ علامہ اقبال نے اسے ایک صفتِ انسانی کے طور پر یوں پیش کیا:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

امیر المومنینؑ نے ایک مقام پر تمام انبیا و رسل کی ایک صفت کے طور پر اس عزم کو بیان فرمایا: وَلٰكِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ رُسُلَهٗ اُولِيْ قُوَّةٍ فِيْ عَزَآئِمِهِمْ "لیکن اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی بنایا"۔ [1]

اولو العزم انبیا پانچ ہیں: حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہاں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی اس صفت کو خصوصیت کے ساتھ یاد فرمایا۔

اگر کہیں مقصد کے بارے میں اضطراب و تردد ہو تو یہ ایمان کی کمی کی نشانی ہوتی ہے اور

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۴۸

یہ عزم صبر و تحمل چاہتا ہے اور اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کو صبر کی تاکید فرمائی: ﴿فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّهُمۡ﴾ پس (اے رسول) صبر کیجیے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے (طلب عذاب میں) جلدی نہ کیجیے"۔ (۱)

## ۱۳۔ وحی کے نگہدار

وَاعِيًا لِّوَحْيِكَ

اور وہ تیری وحی کے محافظ تھے۔

"وَعٰی" کسی چیز کو محفوظ کرنے کے لیے، کسی شے میں لپیٹ لینے کے لیے استعمال ہوتا ہے اس لیے برتن بھی معنی کیا گیا ہے۔ گویا پیغمبر اکرمؐ کا دل اس وحی الٰہی کے لیے ظرف بنا اور اسے محفوظ کیا۔ البتہ فہم و ادراک کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے جیسے نہج البلاغہ میں امامؑ فرماتے ہیں: وَلَا یَعِیْ حَدِیْثَنَآ اِلَّا صُدُوْرٌ اَمِیْنَۃٌ وَاَحْلَامٌ رَضِیْنَۃٌ "اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانتدار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں"۔ (۲)

حضرت امیر المومنینؑ نے جہاں پیغمبر اکرمؐ کو وحی الٰہی کو سمجھنے اور محفوظ کرنے والا قرار دیا وہیں امینِ وحی کی صفت سے بھی یاد کیا: ''اَمِیْنُ وَحْیِہٖ'' وہ اللہ کی وحی کے امانتدار ہیں۔ (۳) اور اسی طرح ایک مقام پر آپؐ کو ترجمانِ وحی کے عنوان سے پیش کیا: ''وَ سَفِیْرُ وَحْیِہٖ'' اس کی وحی کے سفیر و ترجمان ہیں۔ (۴)

---

(۱) سورۃ الاحقاف: ۳۵

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۷، ص ۵۳۱

(۳) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۱، ص ۴۷۷

(۴) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۰

## ۱۴۔ الٰہی ذمہ داریوں کو نبھانا

حَافِظًا لِّعَهْدِكَ

تیرے عہد و پیمان کے نگہداشت کرنے والے تھے۔

وہ رب سے کیا عہد تھے جن کے آپ محافظ تھے؟۔ ان میں سے کچھ عہد فطرتِ انسانی میں طے تھے اور کچھ عہدۂ رسالت کے عطا کرتے ہوئے معین ہوئے۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان وعدوں کو یوں نبھایا کہ یہ فرمان زبان زدِ عام ہے کہ "اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو اللہ سے کیے ہوئے وعدوں سے پیچھے نہیں ہٹوں گا"۔

قرآن کریم کی آیات سے جن عہود و پیمان کی نشاندہی ہوتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ "وہ وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح نشانیاں نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لائے"۔ (۱)

اللہ سبحانہ نے آپؐ پر قرآن نازل فرما کر انسانوں کی نجات کا اہتمام کیا اور رسول اللہؐ نجات کی اس ذمہ داری کو یوں نبھاتے رہے کہ اللہ کو فرمانا پڑا: ﴿طٰهٰ. مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى﴾ طا، ہا، ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں"۔ (۲)

## ۱۵۔ مبلّغِ پیغامِ الٰہی

مَاضِيًا عَلٰى نَفَاذِ اَمْرِكَ

اور تیرے حکموں کے پھیلانے کی دھن میں لگے رہنے والے تھے۔

---

(۱) سورۃ الحدید:۹

(۲) سورۃ طٰہٰ:۱-۲

کسی کام کی انجام دہی میں تسلسل سے آگے بڑھتے رہنے کے لیے لفظ "مَضٰی" استعمال ہوتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ اپنے ہدف و مقصد کے حصول میں دکھ اور تکلیفیں سہ کر اللہ کے احکام کو مخلوقِ خدا تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیتے رہے اور اسی فریضہ کی ادائیگی کے لیے ہی آپؐ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ امیرالمومنینؑ ایک مقام پر فرماتے ہیں: اَرْسَلَهٗ لِاِنْفَاذِ اَمْرِهٖ "آپؐ کو احکام کے نفاذ و اجرا کے لیے بھیجا"۔ [1]

رسول اللہؐ احکام الٰہیہ کا یہ اجرا و نفاذ ہر لحاظ سے انجام دیتے رہے۔ اپنی سیرت سے بھی اس فریضہ کو انجام دیا اور زبانی تبلیغ اور دلیل و برہان کے ذریعہ بھی۔

اللہ والوں کا طریقہ کار یہی رہتا ہے کہ وہ مشکلات جھیل کر اللہ کے احکام کے اجرا کے لیے آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ لوگوں کا ساتھ دینا یا چھوڑ جانا ان کے لیے مہم نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے حکم کی بجا آوری ان کے مدنظر رہتی ہے۔

علی علیہ السلام اپنے بارے میں فرماتے ہیں: فَقُمْتُ بِالْاَمْرِ حِيْنَ فَشِلُوْا، وَ تَطَلَّعْتُ حِيْنَ تَقَبَّعُوْا، وَ نَطَقْتُ حِيْنَ تَعْتَعُوْا، وَمَضَيْتُ بِنُوْرِ اللّٰهِ حِيْنَ وَقَفُوْا "میں نے اس وقت اپنے فرائض انجام دیے جبکہ اور سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ رکھتے تھے اور اس وقت سر اٹھا کر سامنے آیا جبکہ دوسرے گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اس وقت زبان کھولی جبکہ دوسرے گنگ نظر آتے تھے اور اس وقت نورِ خدا (کی روشنی) میں آگے بڑھا جبکہ دوسرے زمین گیر ہو چکے تھے"۔ [2]

## ۱۶. چراغِ الٰہی

حَتّٰٓى اَوْرٰى قَبَسَ الْقَابِسِ

یہاں تک کہ انہوں نے روشنی ڈھونڈنے والوں کے لیے شعلے بھڑکا دیے۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۸۱، ص ۲۶۰

[2] نہج البلاغہ: خطبہ ۸۱، ص ۲۶۰

دکھ تکلیفیں جھیلتے اور اپنے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے حق کو یوں روشن کیا کہ حق کے طلب گاروں کے لیے آپؐ سراجِ منیر بن گئے اور حق کے متلاشی افراد کے لیے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا۔

امیرالمومنینؑ نے یہی الفاظ ایک دوسرے مقام پر بھی صفاتِ رسولؐ کے لیے استعمال کیے ہیں۔ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِّقَابِسٍ، وَ اَنَارَ عَلَمًا لِّحَابِسٍ "یہاں تک کہ آپؐ نے روشنی ڈھونڈھنے والے کے لیے شعلے بھڑکائے اور (راستہ کھوکر) سواری کے روکنے والے کے لیے نشانات روشن کیے"۔ (۱)

ایک اور مقام پر پیغمبرؐ کو چراغ کی صفت سے یاد کیا: سِرَاجٌ لَّمَعَ ضَوْءُهٗ، وَ شِهَابٌ سَطَعَ نُوْرُهٗ، وَ زَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهٗ "وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ فشاں ہے"۔ (۲)

## ۱۷۔ چراغِ راہ

وَ اَضَآءَ الطَّرِيْقَ لِلْخَابِطِ

اور اندھیرے میں بھٹکنے والوں کے لیے راستہ روشن کر دیا۔

نور سے جو شعائیں اور روشنی نکلتی ہے اس کے لیے لفظ "ضَوْء" استعمال ہوتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ خود سراجِ منیر ہیں مگر اس سے بڑھ کر لطف الٰہی ہیں، جو تاریکیوں اور ظلمات میں ڈوبا ہوا ہو اور اندھیری راہوں میں بھٹک رہا ہو، پیغمبر اکرمؐ وہاں سے اُسے نکالنے کے لیے راہیں روشن فرماتے ہیں اور ہادی اور امام بن کر اسے نکال لاتے ہیں۔

''خَابِط'' وہ ہے جو رات کو کسی بڑے راہ کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی راہوں پر چل رہا ہو۔

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۴، ص ۳۳۲

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲، ص ۳۱۳

امیرالمومنینؑ نے ایک اور مقام پر بعثت کے وقت کے حالات میں یہ لفظ استعمال کیا: بَعَثَهٗ وَ النَّاسُ ضُلَّالٌ فِیْ حَیْرَةٍ، وَ خَابِطُوْنَ فِیْ فِتْنَةٍ ''پیغمبرؐ کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردۂ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے''۔ (۱)

ایسے حالات میں امیرالمومنینؑ نے پیغمبرؐ کے لیے فرمایا: اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ، وَ الْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ وَ الْجَفْوَةِ الْجَافِیَةِ ''تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن و منور ہو گئے''۔ (۲)

## ۱۸۔ ہادیٔ برحق

وَ هُدِیَتْ بِهِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَ الْاٰثَامِ

فتنوں اور گناہوں میں غرق رہنے کے بعد دلوں نے آپ کی وجہ سے ہدایت پائی۔

ہادی ایک ایسا وصف ہے جس سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ اللہ سبحانہ نے خود کو ہادی کہا اور قرآن مجید کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیا۔ پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ﴾ ''وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا''۔ (۳)

امیرالمومنینؑ نے بھی بارہا حضرت پیغمبر اکرمؐ کو صفتِ ہدایت سے یاد فرمایا۔ پہلے خطبے میں فرماتے ہیں: فَهَدَاهُمْ بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ ''خداوند عالم نے آپؐ کے ذریعہ انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا''۔ (۴)

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۹۳، ص ۳۱۴

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۹، ص ۴۲۲

(۳) سورۃ الفتح: ۲۸

(۴) نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۷

ایک اور مقام پر فرمایا: وَ الْمُوَضَّحَةُ بِهٖ اَشْرَاطُ الْهُدٰى "آپؐ کے ذریعہ سے ہدایت کی نشانات روشن کیے گئے"۔ ①

ایک جگہ فرمایا: وَ اَقَامَ اَعْلَامَ الْاِهْتِدَآءِ وَ مَنَارَ الضِّيَآءِ "آپؐ نے ہدایت کے پرچم اور روشنی کے مینار قائم کیے"۔ ②

اس فرمان میں امامؑ نے رسول اللہؐ کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیا مگر ایک خاص موقعیت کو بیان کیا کہ جب لوگ فتنہ وفساد اور سرکشی و گناہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ امامؑ نے لفظ "خوض" استعمال کیا جو کسی ایسی چیز میں داخل ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے جہاں شر و فساد ہو۔ بعض علماء اسے گمراہی، انحراف و ہلاکت اور سعادت سے محرومی کی بڑی وجہ قرار دیتے ہیں اس لیے کہ جب انسان کسی ایسی چیز میں داخل ہو جائے جو اسے اللہ کی طرف کے سفر اور ملاقاتِ خدا کی توجہ سے ہٹا کر ذاتی خواہشات و تمایلات میں غرق کر دے اور مادی دنیا کی زندگی میں ڈبو دے تو وہ سب سے بڑے گھاٹے میں ہے۔ ③

حضرت امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کو ایسے موقع کے لیے ہی ہادی قرار دیا اور ساتھ واضح فرمایا کہ اللہ نے آپؐ کے ذریعہ سے ایسی حالت سے فتنہ و فساد میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے دلوں کو ہدایت کی طرف کھینچ لیا۔

## ۱۹۔ مینارِ راہ

وَ اَقَامَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَ نَيِّرَاتِ الْاَحْكَامِ

آپؐ نے راہ دکھانے والے نشانات قائم کیے اور روشن و تابندہ احکام جاری فرمائے۔

پیغمبر اکرمؐ نے جہاں ہادی بن کر راہِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائی وہیں صراط مستقیم پر

---

① نہج البلاغہ: خطبہ، ۱۷۵، ص ۴۹۳

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۳، ص ۵۱۵

③ التحقیق فی کلمات القرآن الکریم: ج ۳، ص ۱۵۹، مادہ خوض

بیٹھنے والے قسم خوردہ دشمن سے بچانے کا بھی اہتمام کیا۔ کسی شخص کو راہ میں بھٹکنے سے محفوظ رکھنے کے لیے راستے میں پرچم یا بورڈز لگائے جاتے ہیں اور اندھیرے میں چراغ و مینار قائم کیے جاتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے بھی جہاں راستہ بتایا وہیں اس سے بھٹکنے سے بھی بچایا اور پرچم کھڑے کیے۔

اس مفہوم کو ایک جگہ امامؑ نے یوں بیان فرمایا: وَ خَلَّفَ فِيْكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْاَنْبِيَآءُ فِيْۤ اُمَمِهَا، اِذْ لَمْ يَتْرُكُوْهُمْ هَمَلًا، بِغَيْرِ طَرِيْقٍ وَّاضِحٍ، وَ لَا عَلَمٍ قَآئِمٍ: ”آنحضرتؐ تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے جو انبیاؑ اپنی اُمتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔ اس لیے کہ انبیاؑ طریقِ واضح و نشانِ محکم قائم کیے بغیر یوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں چھوڑ گئے تھے“۔ (۱)

راہ اگر مادی ہو تو اس کے پرچم و نشان بھی مادی ہوتے ہیں اور اگر وہی راہ اللہ کی طرف لے جانے والی اور معنوی راہ ہو تو علم و نشان بھی ویسے ہوں گے جو اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ ہوں اور اس راہِ مستقیم پر بیٹھے دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔

سید محمد تقی النقوی اس جملے کی شرح میں لکھتے ہیں: وَ لَا يَبْعُدُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ بِهَا الْاَئِمَّةَ الْاَثْنٰى عَشَرَ بَعْدَ النَّبِي الَّذِيْنَ اَقَامَهُمُ النَّبِيُّ بِاَمْرٍ مِّنَ اللّٰهِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ ”اور بعید نہیں ہے کہ یہاں پرچم و نشان سے مراد نبیؐ کے بعد بارہ امام ہوں جنہیں آپؐ نے اللہ کے حکم سے اپنی وفات کے بعد کے لیے قائم و منصوب کیا“۔ (۲)

حضرت امیر المومنینؑ نے بھی اہلِ بیت علیہم السلام کو اعلام قرار دیا ہے۔ ﴿فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾ وَ ﴿اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾! وَ الْاَعْلَامُ قَآئِمَةٌ، وَ الْاٰيَاتُ وَاضِحَةٌ، وَ

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۷

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۷، ص ۵۳۱

اَلْمَنَارُ مَنْصُوْبَةٌ" اب تم کہاں جارہے ہو؟ اور تمہیں کدھر موڑا جارہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں"۔ [1]

پیغمبر اکرمؐ نے جہاں راہ کے لیے علم و نشان معین فرمائے وہیں اس راہ الی اللہ کے لیے روشن و تابندہ احکام بھی جاری فرمائے۔ ان احکامات کو بجالا کر انسان رب تک پہنچ سکتا ہے اور کمالِ منزل کو پاسکتا ہے۔

بعض شارحین نے خود ان احکام کو وہ راہ دکھانے والے نشان و علم سے بھی تعبیر کیا کہ اگر انسان ان احکام کا پابند رہے تو راہ سے بھٹکے گا نہیں۔ [2]

## ۲۰۔ قابل اعتماد امین

فَهُوَ اَمِیْنُكَ الْمَاْمُوْنُ

آپؐ تیرے قابلِ اعتماد امین ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کے مشہور القابات میں سے ایک "امین" ہے۔ امین ہونا کوئی اتنی مہم صفت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اعلانِ نبوت سے پہلے اپنے لیے جس کمال کو منوایا وہ یہی امین ہونا تھا اور رسالت کے ساتھ اس کا کوئی اتنا گہرا تعلق ہے کہ قرآن مجید میں ۱۰ بار مختلف انبیا کے الفاظ کو یوں نقل کیا: ﴿اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ﴾ میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ [3]

رسولؐ ان تمام پیغامات الٰہی کے قابلِ بھروسا امین ہیں جو اللہ نے آپؐ اور آپؐ سے پہلے نبیوں کے ذریعہ اپنے بندوں کے لیے بھیجے۔ مامون کو امین کی تاکید کے طور پر بھی اور امین کی تائید کے طور پر بھی معنی کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] مفتاح السعادۃ فی شرح نہج البلاغہ: ج۶،ص ۱۶۵

[2] پیام امام، آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی: ج ۳،ص ۱۸۶

[3] سورۃ الشعراء: ۱۰۷

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے رسول اللہؐ کو ایک اور مقام پر بھی وحی کا امین قرار دیا۔ فرمایا: اَمِیْنُ وَحْیِہٖ "وہ اللہ کی وحی کے امانتدار تھے"۔ ①

ایک مقام پر آپؐ کو وحی کے بجائے تنزیل کا امین فرمایا: وَ اَمِیْنًا عَلَی التَّنْزِیْلِ "اور اپنی تنزیل و وحی کا امین بنا کر بھیجا"۔ ②

ایک مقام پر رسول اللہؐ کو اس امانت کا ادا کرنے والا قرار دیا: اَرْسَلَهٗ بِاَمْرِهٖ صَادِعًا، وَ بِذِكْرِهٖ نَاطِقًا، فَاَدّٰی اَمِیْنًا "جنہیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے سنانے اور اپنا ذکر زبان پر لانے کے لیے بھیجا پس آپؐ نے امانتداری کے ساتھ اسے پہنچایا"۔ ③

یہی الفاظ ایک اور مقام پر بھی ارشاد فرمائے: فَهُوَ اَمِیْنُكَ الْمَاْمُوْنُ "وہ تیرے بھروسے کا امین ہے"۔ ④

مفتی صاحبؒ نے بڑا خوبصورت ترجمہ کیا کہ آپؐ پر اللہ کی ذات نے بھروسا کیا تو آپؐ اللہ کے بھروسے اور اعتماد کے امین بن گئے۔

علامہ جواد مغنیہ اس جملے کی شرح میں لکھتے ہیں: اِئْتَمَنْتَهٗ عَلٰی وَحْیِکَ فَاَدَّی الْاَمَانَةَ اِلٰی عِبَادِکَ مُخْلِصًا لَکَ وَلَهُمْ "اے اللہ! تو نے آپؐ کو اپنی وحی کا امین بنایا تو آپؐ نے اس امانت کو تیرے اور تیری مخلوق کے ساتھ اخلاص برتتے ہوئے تیرے بندوں تک پہنچایا"۔ ⑤

ایک مقام پر امامؑ نے اس وصف کو اور اہم بنا کر یوں پیش کیا: وَ اَمِیْنُهُ الرَّضِیُّ "اور

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۱، ص ۴۷۷

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۱، ص ۴۷۷

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴، ص ۴۹۰

④ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴، ص ۴۹۰

⑤ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴، ص ۴۹۰

اس کے پسندیدہ امین ہیں"۔ (۱)

امیرالمومنینؑ نے خود قرآن مجید کے لیے بھی لفظ امین استعمال فرمایا ہے۔ فَاِنَّهٗ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَ سَبَبُهُ الْاَمِيْنُ "کیونکہ یہ اللہ کی مضبوط رسی اور امانتدار وسیلہ ہے"۔ (۲)

## ۲۱. خزانۂ علم

وَ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ

اور تیرے علمِ مخفی کے خزینہ دار تھے۔

امیرالمومنینؑ نے یہاں فقط علم کا خزینہ نہیں فرمایا بلکہ "مخفی علم" کا اضافہ فرمایا۔ علامہ جواد مغنیہ نے یہاں علم کی تین قسمیں بیان کیں اور لکھا ہے:

هُنَاكَ عِلْمٌ كَشَفَهُ اللّٰهُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ، وَعِلْمٌ اخْتَصَّ بِهٖ وَحْدَهٗ، وَعِلْمٌ اخْتَصَّ بِهٖ صَفْوَةُ الصَّفْوَةِ، وَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ بِالْعِلْمِ الْمَخْزُوْنِ. "ایک وہ علم ہے جسے اللہ نے سب مخلوق کے لیے واضح رکھا، ایک وہ علم ہے جو فقط اپنی ذات کے ساتھ خاص رکھا اور ایک وہ علم ہے جسے آپؐ کے ساتھ مخصوص رکھا اور علمِ مخزون سے مراد یہی آپؐ سے مخصوص علم ہے"۔ (۳)

امیرالمومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی یہ عظمتِ علم بیان فرمائی ہے اور اپنے کلام میں اہل بیتؑ کو بھی اس معلم کے ذریعہ علمِ الٰہی کا خزانہ قرار دیا۔ فرمایا: هُمْ عَيْبَةُ عِلْمِهٖ "وہ علمِ الٰہی کے مخزن ہیں"۔ (۴)

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴، ص ۴۹۰

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴، ص ۴۹۰

(۳) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۷، ص ۵۳۱

(۴) نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

## ۲۲۔ گواہوں کا گواہ

وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ

اور قیامت کے دن تیرے گواہ ہیں۔

یہ وہ وصف ہے جو قرآن مجید نے چند بار پیغمبر اکرمؐ کے لیے مختلف انداز سے بیان فرمایا: اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا "ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے"۔ ①

کبھی امت کو خطاب کر کے فرمایا: اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا "(اے لوگو) ہم نے تمہاری طرف ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا"۔ ②

قرآن مجید میں چند مقامات پر اللہ سبحانہ نے رسولوں کو اُمتوں پر گواہ قرار دیا اور رسول اللہؐ جہاں اپنی امت پر گواہ ہیں وہیں دوسرے انبیا پر بھی گواہ ہیں۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا "پس (اس دن) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو ان لوگوں پر بطورِ گواہ پیش کریں گے"۔ ③

ان موارد میں رسول اللہؐ کو امت کے اعمال کا گواہ قرار دیا گیا اور امامؑ کے فرمان کا مفہوم بھی یہی ہے کہ آپؐ امت کے لیے قیامت کے دن ان کے اعمال کے گواہ ہیں۔ البتہ قرآن مجید میں امیر المومنینؑ کو رسول اللہؐ کا گواہ بیان کیا گیا جو خود علی علیہ السلام کی بہت بڑی

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

② نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

فضیلت ہے۔ ارشاد ہے: وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ "اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں، کہہ دیجیے: میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے اللہ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے، کافی ہیں"۔ ①

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں چند بار آپؐ کو اس صفت سے یاد فرمایا۔ اس فرمان میں اللہ کی طرف سے گواہ کے طور پر رسول اللہؐ کو پیش کیا گیا ہے اور یہی الفاظ (وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ) خطبہ ۱۰۴ صفحہ ۲۳۲ میں بھی بیان فرمائے اور امت کے اعمال پر بھی آپؐ کو گواہ قرار دیا: اَرْسَلَهٗ دَاعِيًا اِلَى الْحَقِّ، وَ شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ "اللہ نے آپؐ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا"۔ ②

امیر المومنینؑ نے ایک مقام پر اپنے لیے بھی لفظ شاہد استعمال کیا: اَنَا شَاهِدٌ لَّكُمْ، وَ حَجِيْجٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ عَنْكُمْ. "میں تمہارے اعمال کا گواہ اور قیامت کے دن تمہاری طرف سے حجت پیش کرنے والا ہوں"۔ ③

امیر المومنینؑ کا شاہد ہونا حقیقت میں نفسِ رسولؐ یا نائبِ رسولؐ ہونے کے اعتبار سے ہوگا اور علی علیہ السلام کا گواہ ہونا خود رسول اللہؐ کی عظمت کی نشانی ہے۔

## ۲۳۔ پیغمبر برحق

وَ بَعِيْثُكَ بِالْحَقِّ

اور تیرے پیغمبر برحق ہیں۔

"بَعْثٌ" کا اصل معنی کسی شخص کو معین ذمہ داری کے لیے انتخاب و اختیار کرنا ہے جیسے

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

② نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

نبی کو تبلیغ کی ذمہ داری کے لیے چنا گیا۔ ①

اور لفظ "حَقٌّ" میں یہاں سرِ فہرست دین حق مراد ہو سکتا ہے، گویا اللہ نے دینِ حق کے ساتھ آپؐ کو تبلیغ کی ذمہ داری کے لیے چنا اور بھیجا یعنی آپؐ کو اللہ کے ایک صحیح اور مکمل دستور کے ساتھ بھیجا۔ قرآن مجید میں بھی آپؐ کے ارسال کے ساتھ لفظِ حق استعمال ہوا ہے۔ ﴿اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ﴾ "ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا"۔ ②

امیر المومنینؑ نے بعثت کے ساتھ لفظِ حق کو متعدد مقامات پر بیان فرمایا۔

## ۲۴۔ رسولِ انسانیت

وَ رَسُوۡلُكَ اِلَى الۡخَلۡقِ

اور مخلوق کی طرف تیرے رسول اور بھیجے ہوئے تھے۔

اس جملے میں پیغمبر اکرمؐ کی تمام انسانیت کے لیے رسالت کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کیونکہ باقی انبیا مخصوص زمانوں اور مخصوص قوموں کے لیے آئے مگر پیغمبر اکرمؐ پوری مخلوق یعنی جن و انس کے لیے قیامت تک کے لیے آئے۔

سید رضی نے اس خطبہ (۷۰) کے بعض جملات خطبہ نمبر ۱۰۴ میں بھی ذکر کیے ہیں اور وہاں اس خطبہ کا حوالہ دیا ہے۔ ان ۲۴ صفات کو بیان کر کے امامؑ نے آپؐ کو مستحقِ صلوات قرار دیا کہ "خدایا ان پر اپنی پاکیزہ رحمتیں اور برکتیں نازل فرما"۔

صلوات کا بقیہ حصہ اپنے باب "درود و صلوات" میں بیان ہوگا۔

## (۳) خطبہ نمبر ۹۲

فَهُوَ اِمَامُ مَنِ اتَّقٰى، وَ بَصِيۡرَةُ مَنِ اهۡتَدٰى، سِرَاجٌ لَّمَعَ ضَوۡئُهٗ، وَ

---

① التحقیق فی کلماتِ القرآن الکریم، علامہ حسن مصطفوی: ج۱، ص ۳۱۹

② ایضاً

شِهَابٌ سَطَعَ نُوْرُهٗ، وَ زَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهٗ، سِيْرَتُهُ الْقَصْدُ، وَ سُنَّتُهُ الرُّشْدُ، وَ كَلَامُهُ الْفَصْلُ، وَ حُكْمُهُ الْعَدْلُ، اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ هَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَ غَبَاوَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ.

وہ پرہیز گاروں کے امام اور ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے (سرچشمہ) بصیرت ہیں۔ وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش اور ایسا چقماق جس کی ضوشعلہ فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط وتفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے۔ ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا، بدعملی پھیلی ہوئی اور اُمتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔ [1]

امیرالمومنینؑ نے اس حصہ میں نہایت ہی مختصر الفاظ میں آپؐ کی عظمت کو بارہ جملوں میں بیان فرمایا:

### ۱۔ فَهُوَ اِمَامُ مَنِ اتَّقٰى

وہ پرہیز گاروں کے امام ہیں۔

امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کو امام المتقین قرار دیا۔ قرآن مجید نے خود کو ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ کہا تو گویا پیغمبر اکرمؐ اس کتاب کے معلم ہیں۔

یہ مفہوم بھی قابل توجہ ہے کہ جہاں امامؑ نے رسول اللہؐ کو امام المتقین کہا تو پیغمبر اکرمؐ نے علی علیہ السلام کو اسی لقب سے یاد فرمایا۔ گویا واضح کیا کہ میرے بعد کتاب خدا کے معلم اور امام المتقین علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کا فرمان ہے: يَا عَلِيُّ اَنْتَ سَيِّدُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ...

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲، ص ۳۱۳

اے علی! آپ مسلمانوں کے سرداراور متقیوں کے امام ہیں۔ ①

۲. وَ بَصِيْرَةُ مَنِ اهْتَدٰى

ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے بصیرت ہیں۔

''بَصَرَ'' اس نظراور دیکھنے کو کہتے ہیں جس سے علم حاصل ہو یعنی وہ نظر (آنکھ) سے ہواور علم حاصل ہو یا دل سے نظر ہو جس سے علم حاصل ہو۔ اس لیے بہت سارے ایسے موارد ہوتے ہیں کہ دیکھنا صادق آتا ہے مگر علم یا سیکھنا اس سے حاصل نہیں ہوتا۔ ②

امیر المومنینؑ نے ایک مقام پر پیغمبر اکرمؐ کے لیے لفظِ بصیرت کے بجائے "بصر" استعمال کیا ہے۔ وَبَصَرَ مَنِ اهْتَدٰى۔ اور ہدایت کے طلبگاروں کے لیے انکھوں کی بصارت ہے۔ ③

مقصد یہ بنے گا کہ جو آپؐ کے ذریعہ سے ہدایت کا طلبگار ہوگا تو آپؐ اس کی ہدایت کا ذریعہ بن جائیں گے۔

۳. سِرَاجٌ لَّمَعَ ضَوْئُهٗ

۴. وَ شِهَابٌ سَطَعَ نُوْرُهٗ

۵. وَ زَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُه

وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش اور ایسا چقماق جس کی ضوشعلہ فشاں ہے۔

مادی ہدایت و رہنمائی کے لیے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے تو امامؑ نے روشنی کے تین

---

① مناقب خوارزمی صفحہ ۲۱۰، مناقبِ مغازلی صفحہ ۶۵

② التحقیق فی کلمات القران الکریم: ج ۱ ص ۳۰۳

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۱۴ ص ۳۵۷

اہم ذرائع کے ساتھ آپؐ کو تشبیہ دی ہے۔ سراج، چراغ اور شہاب۔ روشن ستارہ، زند اور چقماق۔ چقماق ایک خاص پتھر ہوتا ہے جسے رگڑنے سے آگ حاصل ہوتی ہے اور یہ قدیم زمانے میں آگ روشن کرنے کا اہم ذریعہ تھا۔

ابن میثم لکھتے ہیں کہ لفظِ بصیرت "سراج، شہاب اور زَند" یہ اشارہ ہیں کہ آپؐ ہی کے ذریعہ مخلوق کو ہدایت ملتی ہے۔ (۱)

۶۔ سِيْرَتُهُ الْقَصْدُ

آپ کی سیرت میانہ روی ہے۔

یعنی آپؐ کی زندگی عین مطابق عدل تھی اور افراط وتفریط سے آپ محفوظ تھے۔

۷۔ وَ سُنَّتُهُ الرُّشْدُ

آپ کی سنت رشد و ہدایت ہے۔

یعنی آپؐ نے اپنی سنت کے ذریعہ ہدایت کی راہیں یوں روشن کیں کہ اللہ کی طرف کا سفر طے ہوتا رہتا ہے۔

۸۔ وَ كَلَامُهُ الْفَصْلُ

آپ کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا ہے۔

۹۔ وَ حُكْمُهُ الْعَدْلُ

اور (ان کا) حکم عین عدل ہے۔

۱۰۔ اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ

اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔

---

(۱) شرح ابن میثم، ج ۲، ص ۳۹۹

۱۱۔ وَ هَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ
اور بدعملی پھیلی ہوئی تھی

۱۲۔ وَ غَبَاوَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ
اور اُمتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی

ان تین جملات میں امامؑ نے بعثت کے وقت کے حالات کو بیان فرمایا۔ جن کی تفصیل بعثت کے حالات میں بیان ہوگی۔

(۴) خطبہ نمبر ١٧٦

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، الْمُجْتَبٰى مِنْ خَلَآئِقِهٖ، وَالْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَآئِقِهٖ، وَ الْمُخْتَصُّ بِعَقَآئِلِ كَرَامَاتِهٖ، وَ الْمُصْطَفٰى لِكَرَآئِمِ رِسَالَاتِهٖ، وَ الْمُوَضَّحَةُ بِهٖ اَشْرَاطُ الْهُدٰى، وَ الْمَجْلُوُّ بِهٖ غِرْبِيْبُ الْعَمٰى.

اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں اور مخلوقات میں منتخب، بیانِ شریعت کے لیے برگزیدہ، گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص اور عمدہ پیغاموں (کے پہنچانے) کے لیے منتخب ہیں۔ آپؐ کے ذریعے سے ہدایت کے نشانات روشن کیے گئے اور گمراہی کی تیرگیوں کو چھانٹا گیا۔ [1]

امیر المومنینؑ نے حسبِ معمول پیغمبر اکرمؐ کی تعظیم و تقدیس کے لیے دو صفات "عبد و رسول" ہونے کو دہرایا اور اس کے بعد آپؐ کی چھ صفات بیان فرمائیں اور ان صفات کو آپؐ کی گواہی کی دلیل کے طور پر پیش کیا کہ میں آپؐ کی اس عظمت و بزرگی کی وجہ سے آپؐ کی عبودیت و رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ جیسے خطبہ ٧٠ کے اوصاف کو صلوات کی دلیل کے

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ١٧٦، ص ۴۹۳

طور پر پیش فرمایا۔

### ۱. اللہ کے چنے ہوئے

**اَلْمُجْتَبیٰ مِنْ خَلَآئِقِهٖ**

مخلوقات میں سے منتخب کیے گئے۔

"جَبٰی" کا معنی کسی چیز کو انتخاب کر کے باقی چیزوں میں سے چن لینا اور منتخب کر لینا ہے جیسے ﴿وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ﴾ "لیکن اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے"۔ [1]

اللہ سبحانہ نے کل مخلوق میں سے اپنی عبودیت و رسالت کے لیے جس ہستی کو چنا وہ حضرت محمدؐ کی ذات ہے اور رسولوں میں سے بھی آپؐ کو بعض صفات کے لیے الگ منتخب کیا مثلاً ''خَاتِمُ النَّبُوَّةِ'' فقط آپ کو بنایا تو اس چناؤ میں سب سے الگ چناؤ بھی آپ کا ہی ہے۔

### ۲. شارح علومِ الٰہیہ

**وَالْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَآئِقِهٖ**

اور انہیں حقائق کی تشریح کے لیے چنا گیا ہے۔

"عَيْمٌ" کسی چیز کو شدت سے چاہنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور حقائق سے بعض شارحین نے "شَرِيْعَتٌ" مراد لی ہے کہ شریعت کے بیان کے لیے آپ کو چنا گیا ہے جبکہ اکثر شارحین نے یہ معنی کیا ہے کہ آپؐ کو توحید اور علومِ الٰہیہ کی تشریح و توضیح کے لیے چنا گیا تاکہ آپؐ مخلوق کو خالق کے حقائق سے آگاہ کریں اور آپؐ اپنی اس ذمہ داری کو شدت سے چاہتے تھے۔

ابن ابی الحدید حقائق کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "حَقَائِقٌ" سے مراد توحید و عدل کی

---

[1] سورۃ آل عمران:۱۷۹

وہ حقیقتیں ہیں جن حقیقتوں کو معتزلہ عقل کے ذریعہ استنباط کرتے ہیں اور رسول اللہؐ نے امیرالمومنینؑ کے ذریعہ ان کی راہنمائی کی ہے۔ ”لِاَنَّہٗ اِمَامُ الْمُتَکَلِّمِیْنَ الَّذِیْنَ لَایُعْرَفُ عِلْمُ الْکَلَامِ مِنْ اَحَدٍ قَبْلَہٗ“ کیونکہ آپؑ امام المتکلمین ہیں اور آپؑ سے پہلے علم کلام کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ (۱)

## ۳. بزرگیوں کے مالک

وَ الْمُخْتَصُّ بِعَقَآئِلِ کَرَامَاتِہٖ

گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص۔

”عَقَائِلُ“ عقیلہ کی جمع ہے جو ہر چیز کے قیمتی حصے کو کہا جاتا ہے۔ یعنی آپؐ کو نفسانی کمالات اور عظیم اخلاقیات کے لیے خاص کر دیا گیا اور ان بزرگیوں اور بلندیوں کے لیے چن لیا گیا۔

## ۴. عمدہ پیغامات کے مبلّغ

وَ الْمُصْطَفٰی لِکَرَآئِمِ رِسَالَاتِ

اور عمدہ پیغاموں کے لیے منتخب ہوئے۔

امامؑ نے ان صفات میں مجتبیٰ اور مصطفیٰ جیسے الفاظ کو دُہرا کر واضح فرمایا کہ اللہ کے بہترین امور کے لیے اور عظیم پیغامات کے لیے آپؐ کو چنا۔ یعنی پیغامات میں سے بھی آپؐ کا پیغام چونکہ تا قیام قیامت تھا، اس لیے باقی پیغاماتِ الٰہیہ سے جواب تک پہنچا دیے گئے تھے، ان سے اہم تھا اور پیغام پہنچانے والی آپؐ کی ذات بھی باقی پیغمبروں سے عظیم تھی۔

## ۵. نشانِ ہدایت

وَ الْمُوَضَّحَۃُ بِہٖ اَشْرَاطُ الْھُدٰی:

---

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱۰، ص ۶۰

آپؐ کے ذریعہ سے ہدایت کے نشانات روش کیے گئے۔

لفظ "شَرَطَ" علامت ونشانی کے معنی میں آتا ہے یعنی ہدایت کے پرچموں کو آپؐ کے قول وفعل وتقریر کے ذریعہ واضح اور روشن کیا گیا۔

## ٦۔ اندھیریوں میں چراغ

وَ الْمَجْلُوُّ بِهٖ غِرْبِيْبُ الْعَمٰى

اور آپؐ کے ذریعہ ہی گمراہی کی تاریکیوں کو دور کیا گیا۔

"غِرْبِيْبٌ" سخت اندھیروں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہاں جہالت وگمراہی اور کفر والحاد کی سخت تاریکیاں مراد ہیں اور لفظ "جِلا" استعمال ہوا یعنی ان سخت ظلمتوں کو آپؐ کے نورِ نبوت سے روشنی میں بدل دیا گیا۔

## (۵) خطبہ نمبر ۲۱۱

اَرْسَلَهٗ بِالضِّيَآءِ، وَ قَدَّمَهٗ فِي الْاِصْطِفَآءِ، فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ، وَ سَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ، وَ ذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوْبَةَ، وَ سَهَّلَ بِهِ الْحُزُوْنَةَ، حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ، عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ۔

اللہ نے انہیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو ان کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دور کیا اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جمالیا، مشکلوں کو سہل اور دشواریوں کو آسان بنایا، یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط وتفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔[١]

اس خطبہ میں توحید کی بارہ صفات کے بیان کے بعد رسول اللہؐ کے سات اوصاف

---

[١] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۱۱: ص ٦١٢

بیان فرمائے۔

## ۱. چراغِ الٰہی

اَرۡسَلَهٗ بِالضِّيَآءِ

اللہ نے انہیں نور اور روشنی کے ساتھ بھیجا۔

امیرالمومنینؑ نے رسول اللہؐ کے لیے صفتِ ضیاء چند بار استعمال کی مثلاً فرمایا کہ

اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ، وَ الْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ، وَ الْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ

تاریک گمراہیوں، جہالت کے غلبوں اور بداخلاقی کی شدت کے بعد شہروں کو آپ کی وجہ سے روشن و منور فرمایا۔ (۱)

ایک مقام پر فرمایا: سِرَاجٌ لَّمَعَ ضَوۡءُهٗ "وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے"۔ (۲)

ضیاء، نور سے پھوٹنے والی شعاع کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے نور ہو مگر اس کی روشنی کی شعاعیں نہ ہوں۔ امامؑ نے یہاں فرمایا کہ آپؐ کو شعاع کے ساتھ بھیجا اور وہ نور جس کی شعاعوں کے ساتھ آپ بھیجے گئے وہ نورِ توحید بھی ہے، نورِ یقین بھی ہے، نورِ قرآن و وحی بھی ہے اور نورِ ایمان بھی ہے، نورِ اسلام بھی ہے اور نورِ علم بھی ہے۔ ان تمام انوار کی شعاع و ضیاء کا نام حضرت محمد مصطفیٰؐ ہے۔

ایک مقام پر اپنے اور رسول اللہؐ کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں: وَ اَنَا مِنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ كَالضَّوۡءِ مِنَ الضَّوءِ، وَ الذِّرَاعِ مِنَ الۡعَضُدِ "مجھے رسولؐ سے

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۹، ص ۴۲۲

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲: ص ۳۱۳

وہی نسبت ہے جو ایک نور سے پھوٹنے والی دو شعاعوں کی ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے"۔ ①

بعض نسخوں میں "كَالضَّوْءِ مِنَ الضَّوءِ" کی جگہ "كَالصِّنْوِ مِنَ الصِّنْوِ" آیا ہے یعنی جیسے جڑ کا تعلق شاخ سے ہوتا ہے۔

## ۲. اولین انتخاب

وَ قَدَّمَهٗ فِي الْاِصْطِفَآءِ

اور انتخاب کی منزل میں آپؐ کو سب سے آگے رکھا۔

مخلوق کی عمومی بات ہو تو مخلوق میں سب سے پہلے آپؐ کا انتخاب ہوا اور انبیاء کے انتخاب کی بات ہو تو بھی سب سے پہلے چناؤ آپؐ کا ہوا۔ اگرچہ بھیجا آپؐ کو آخر میں گیا۔

## ۳. انتشار سے بچانے کا سبب

فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ

آپؐ کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دور کیا۔

بکھرے ہوئے افراد کو آپؐ کے ذریعہ جمع کیا اور منتشر سوچوں کو یکجا کیا اور لوگوں کے درمیان جو فساد اور اختلافات تھے ان کو ختم کیا اور سب کو پرچمِ توحید کے نیچے جمع کیا اور قرآن مجید کی گواہی کے مطابق ان میں بھائی چارہ اور محبت قائم کر دی۔

ایک اور مقام پر بھی امامؑ نے اس صفت کو بیان فرمایا:

فَلَمَّ اللّٰهُ بِهِ الصَّدْعَ، وَ رَتَقَ بِهِ الْفَتْقَ، وَ اَلَّفَ بِهٖ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِي الْاَرْحَامِ، بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِي الصُّدُوْرِ، وَ الضَّغَآئِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوْبِ. "اللہ نے آپؐ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی، سینوں میں

① نہج البلاغہ: خط ۴۵، ۸، ۴۸۷

بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینوں کے بعد خویش واقارب کو آپس میں شیر وشکر کر دیا"۔ (١)

اللہ سبحانہ نے بھی قرآن مجید میں اس طرف اشارہ فرمایا:

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾ "اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے جبکہ تم آپس میں دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی۔ تو اس کے فضل وکرم سے تم بھائی بھائی ہو گئے"۔ (٢)

یہ الفت و بھائی چارا ذاتِ پیغمبر اکرمؐ کے ذریعہ سے ہی ممکن ہوا۔

## ۴. غلبہ کا ذریعہ

وَ سَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ

اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جمالیا۔

"سَارَ" لفظ کسی پر بلندی وتسلط حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ امامؑ نے یہاں اس سے واضح فرمایا کہ آپؐ کے ذریعہ اور ظہورِ اسلام کے باعث اللہ نے ظالموں کو شکست دی اور آپؐ اس غلبہ کا ذریعہ بنے اور "سَوْر" شہر کے باہر کی چار دیواری کو کہتے ہیں جو شہر کو دشمن کے حملوں سے روکتی اور محفوظ بناتی ہے تو آپؐ کے ذریعہ دشمنوں پر غلبہ وتسلط بھی ہوا اور آئندہ کے لیے کمزور اور محروم افراد محفوظ بھی ہو گئے۔

## ۵. مشکلات کو مٹانا

وَ ذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوْبَةَ

---

(١) نہج البلاغہ: خطبہ ٢٢٨، ص ٦۴۵

(٢) سورۃ آل عمران: ١٠٣

آپؐ کے ذریعہ مشکلوں کو آسان کیا۔

جاہلیت کے دور کی دشمنیوں اور خونریزیوں کی مشکلات، تعصب وقبیلہ پروری کی صعوبتوں کو آپؐ کے ذریعہ سے ختم کیا اور زندگیوں کو آسان بنا دیا البتہ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ "روحانی مشکلات کو ختم کیا" جیسے بت پرستی وجہالت سے نجات دلائی۔

### ٦. دشواریوں کو آسان بنانا

وَ سَهَّلَ بِهِ الْحُزُوْنَةَ

دشواریوں کو آسان بنایا۔

آپؐ کے ذریعہ سے امن وعدالت کے پرچم بلند ہوئے اور گھٹیا اخلاق اور فاسد عقائد کو ختم کر کے زندگیوں کو آسان بنا دیا۔

### ٧. افراط وتفریط سے بچانا

حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ

یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط وتفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹا دیا۔

یہ جملہ گویا پہلے جملوں کا خلاصہ ہے کہ ہر قسم کی گمراہی کو آپؐ کے ذریعہ سے مٹا دیا۔

اس خطبہ میں بیان ہونے والے اوصاف کو امامؑ نے دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

دَفَنَ اللّٰهُ بِهِ الضَّغَآئِنَ، وَ اَطْفَاَ بِهِ الثَّوَآئِرَ، وَ اَلَّفَ بِهٖ اِخْوَانًا، وَ فَرَّقَ بِهٖ اَقْرَانًا، اَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ، وَ اَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ.

خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دیے اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیے، بھائیوں میں الفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا، (اسلام کی) پستی وذلت کو عزت بخشی اور (کفر کی) عزت وبلندی کو ذلیل کر دیا۔[١]

---

[١] نہج البلاغہ: خطبہ ٩٤: ص ٣١٥

## (٦) خطبہ نمبر ٢١٢

وَسَيِّدُ عِبَادِهٖ

بندوں کے سید و سردار ہیں۔ ①

اس خطبہ میں امامؑ نے ایک طرف حضرت پیغمبر اکرمؐ کو عبد کی صفت سے یاد کیا تو ساتھ ہی بندوں کا سردار قرار دیا۔ آپؐ کی سیادت تمام بندگان پر خواہ وہ انبیا و رسل ہوں، واضح اور ثابت ہے۔

شارحین نہج البلاغہ نے آپؐ کے اس فرمان کو لکھا ہے کہ "اَنَا سَيِّدُ الْبَشَرِ" میں بشر کا سردار ہوں اور آپؐ کا لقب ''سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْن'' بھی اس کا ثبوت ہے۔

عظمتِ پیغمبر اکرمؐ کے بیان کے لیے انہی موارد پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ باقی اوصاف اور کمالات کو اپنے عنوان کے تحت بیان کیا جائے گا۔

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ٢١٢، ص ٦١٢

# پیغمبرِ اکرمؐ کا شجرۂ نسب

## الف)۔ آباؤ اجداد

امیر المومنینؑ نے متعدد مقامات پر پیغمبر اکرمؐ کے شجرۂ نسب کی پاکیزگی اور خاندانی عظمت کو پیش کیا ہے اور بعض مقامات پر پیغمبر اکرمؐ سے اپنے تعلق اور قرابت کو بھی بیان فرمایا، جسے اپنے مقام پر ذکر کیا جائے گا۔

منصبِ نبوت اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک واسطہ ہے اور ایک عظیم منصب ہے جو سعادتِ انسانی کا ذریعہ ہے۔ اس واسطے کو ایسا ہونا چاہیے کہ اللہ تک پہنچانے کے طریقوں سے مکمل طور پر آگاہ ہو اور خود اس راہ سے بھٹکنے سے محفوظ ہو۔ اس لیے نبوت میں علم و عصمت کی شرط کے ساتھ خاندانی پاکیزگی بھی لازم ہے۔ امیر المومنینؑ نے یہاں انبیا کے خاندانوں کی پاکیزگی کو بیان فرما کر متوجہ کیا کہ اس منصب پر فائز شخصیات ماں باپ کے لحاظ سے بھی پاکیزہ و بے عیب ہوں چونکہ خاندانی اخلاق وراثت سے انسان میں منتقل ہوتے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے یہاں اسی پاکیزگی کو بڑے فصیح الفاظ میں پیش فرمایا:

### (۱) خطبہ نمبر ۹۲

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِيْٓ اَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَ اَقَرَّهُمْ فِيْ خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ، تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَآئِمُ الْاَصْلَابِ اِلٰى مُطَهَّرَاتِ الْاَرْحَامِ، كُلَّمَا مَضٰى مِنْهُمْ سَلَفٌ، قَامَ مِنْهُمْ بِدِيْنِ اللّٰهِ خَلَفٌ.

حَتّٰی اَفْضَتْ کَرَامَةُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اِلٰی مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَاَخْرَجَهٗ مِنْ اَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتًا وَّ اَعَزِّ الْاَرُوْمَاتِ مَغْرِسًا، مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِیْ صَدَعَ مِنْهَا اَنْبِیَآئَهٗ، وَ انْتَخَبَ مِنْهَآ اُمَنَآئَهٗ.

عِتْرَتُهٗ خَیْرُ الْعِتَرِ، وَ شَجَرَتُهٗ خَیْرُ الشَّجَرِ، نَبَتَتْ فِیْ حَرَمٍ، وَ بَسَقَتْ فِیْ کَرَمٍ، لَهَا فُرُوْعٌ طِوَالٌ، وَ ثَمَرَةٌ لَّا تُنَالُ.

اس نے ان (انبیاؑ) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمدؐ تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو و نما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا، اسی شجرہ سے کہ جس سے انبیاؑ پیدا کیے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔

ان کی عترت بہترین عترت اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے، جو سرزمین حرم پر اُگا اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا، جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔[۱]

پیغمبر اکرمؐ کے خاندانی پسِ منظر کو اس خطبہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

الف) آپؐ سے پہلے انبیا جو آپؐ کے شجرے کا حصہ ہیں۔

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲، ص ۳۱۳

ب) آپؐ کا قریبی شجرہ، جن میں والدین شامل ہیں۔

ج) آپؐ کے بعد آپؐ کا خاندان۔

۱. فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِيْٓ اَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ

اس نے ان (انبیاؑ) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا۔

"مُسْتَوْدَعٍ" سے مراد باپ کی صلب اور "مُسْتَقَرٌّ" سے مراد ماؤں کے ارحام ہیں اور دوسرے جملہ میں "اَصْلَابٌ" لفظ استعمال کیا اور "کَرَائِمٌ" اس کی صفت یعنی بلند مرتبہ و عظیم صلبوں سے پاکیزہ ارحام میں منتقل کیا۔

شارحینِ نہج البلاغہ نے ان جملات کی وضاحت میں تفصیلات درج فرمائیں اور اس عبارت پر احادیث تحریر کیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ "انبیا کے آباؤ اجداد میں یا ماؤں کی طرف سے کسی میں بھی شرک جیسی کمزوری نہیں پائی جاتی اور کسی میں اس وقت کی شریعت سے ہٹ کر اور بغیر نکاح کے نسل کا سلسلہ بھی جاری نہیں ہوا"۔

علامہ خوئی لکھتے ہیں:

وَالشِّيْعَةُ يُطَهِّرُوْنَ اُصُوْلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ طَرَفِ الْآبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ عَنِ الشِّرْكِ.

"شیعہ انبیا کی ماں باپ کی طرف سے بنیادوں کو شرک سے پاک جانتے ہیں"۔[۱]

۲. وَ اَقَرَّهُمْ فِيْ خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ

اور انہیں بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔

یہ جملہ سابقہ جملے کی وضاحت ہے۔ سابقہ جملہ باپ کی صلب کی طرف اشارہ ہے اور اس جملے میں ماں کے ارحام مراد لیے ہیں۔ البتہ دونوں جملوں میں دونوں مقامات مراد لیے

---

[۱] منہاج البراعۃ: ج ۷، ص ۱۰۲

جا سکتے ہیں اس صورت میں یہ جملہ تاکید بنے گا۔

۳. تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَآئِمُ الْاَصْلَابِ اِلٰى مُطَهَّرَاتِ الْاَرْحَامِ

وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔

یہ فرمان گزشتہ دو جملوں کی وضاحت ہے۔ واضح طور پر لفظ صلب اور ارحام کا ذکر کیا۔

۴. كُلَّمَا مَضٰى مِنْهُمْ سَلَفٌ، قَامَ مِنْهُمْ بِدِيْنِ اللهِ خَلَفٌ

جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔

ان دو جملوں میں نبوت کے تسلسل کو بیان فرمایا اور واضح کیا کہ اللہ اپنی زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑتا۔ امیرالمومنینؑ نے ایک جگہ پر اس موضوع کو یوں بیان کیا:

وَ خَلَّفَ فِيْكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْاَنْبِيَآءُ فِيْٓ اُمَمِهَا، اِذْ لَمْ يَتْرُكُوْهُمْ هَمَلًا، بِغَيْرِ طَرِيْقٍ وَّاضِحٍ، وَ لَا عَلَمٍ قَآئِمٍ

حضرتؐ تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے جو انبیاؑ اپنی اُمتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔ اس لیے کہ وہ طریق واضح و نشانِ محکم قائم کیے بغیر یوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں چھوڑتے تھے۔ [1]

اس میں پیغمبر اکرمؐ کے بعد بھی ہدایت کے تسلسل کو امامت کی صورت میں جاری رہنے کی وضاحت فرمائی۔ جس کی تفصیل اپنے مقام پر بیان ہوگی۔

تمام انبیا کی خاندانی عظمتوں کے ذکر کے بعد امامؑ نے خصوصیت سے پیغمبر اکرمؐ کے خاندان کا تذکرہ کیا:

۵. حَتّٰٓى اَفْضَتْ كَرَامَةُ اللهِ سُبْحَانَهٗ اِلٰى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمدؐ تک پہنچا۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۷

انبیا کے تسلسل کو بیان کرتے ہوئے، پیغمبر اکرمؐ کی نبوت اور حجت خدا کے آپؐ کی صورت میں ظہور کا تذکرہ فرمایا اور پھر خصوصیت سے آپؐ کے شجرہ کی پاکیزگی کو بیان فرمایا۔

۶۔ فَاَخْرَجَهٗ مِنْ اَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتًا

جنہیں ایسے معدنوں سے پیدا کیا کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین۔

یہاں امامؑ نے فقط نبی اکرمؐ کے ماں باپ کی طہارت ہی کا نہیں بلکہ انہیں معدن سے تشبیہ دی اور افضلیت کا بھی تذکرہ کیا۔

۷۔ وَّ اَعَزِّ الْاُرُوْمَاتِ مَغْرِسًا

اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو ونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، (پیدا کیا)

"اُرُوْمَاتِ" کسی چیز کی اصل کو کہتے ہیں اور درخت کی جڑوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس جملے میں امامؑ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ نبی اکرمؐ کا شجرہ نہ فقط پاکیزہ تھا بلکہ معاشرے مین عزت کا حامل بھی تھا۔ آپؐ کے خاندان کے عزت و وقار کا تذکرہ سیرت نگاروں نے تفصیل سے کیا ہے۔

۸۔ مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِیْ صَدَعَ مِنْهَا اَنْۢبِيَآئَهٗ

اسی شجرہ سے کہ جس سے انبیاؑ پیدا کیے۔

یہ جملہ پہلے جملے کی تاکید ہے کہ آپؐ کا خاندان وہی خاندان انبیا ہے۔

۹۔ وَ انْتَخَبَ مِنْهَا اُمَنَآئَهٗ

اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔

وہی خاندان جس سے اللہ اپنے امین نمائندوں کو انتخاب فرماتا رہا۔ پیغمبر اکرمؐ بھی اس خاندان سے ہی چنے گئے۔

امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی خاندانی عظمت کے لیے صلب و ارحام سے ہٹ کر دو لفظیں

استعمال کیں: "اَفْضَلُ الْمَعَادِنِ" اس سے مراد ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور خود عبداللہؑ و عبدالمطلبؑ جیسے آباؤاجداد مراد لیے ہیں جو عظمتوں کے مالک اور کمالات کا مرکز ومنبع تھے۔

"اَعَزِّ الْاَرُوْمَاتِ مَغْرِسًا"۔ "مَغْرِس" کسی شے کی بنیاد واساس کو کہا جاتا ہے اور درختوں کی جڑ کے لیے بھی بولا جاتا ہے یعنی آپ کی بنیاد واساس اور خاندانی مقام بڑا معزز تھا اور یہ بنیادیں جہاں قائم تھیں وہ سرزمین بھی بڑی عزت والی تھی۔

شارحین نہج البلاغہ نے یہاں لکھا ہے کہ اس سے آپؐ کے خاندان کی عظمت کے ساتھ مقامِ ولادت یعنی کعبہ کے اعتبار سے عظمت کا بیان بھی ہوسکتا ہے۔نسب میں گزرنے والے انبیا اور پیغامِ الٰہی کے امین نبیوں کو بطورِ عظمت پیش کیا۔

خاندانی عظمتیں جہاں آباؤاجداد سے ظاہر ہوتی ہیں وہیں اولاد کے کمالات واوصاف بھی انسان کی عظمت کا نشان اور پہچان ہوتے ہیں۔اگلے چند جملوں میں پیغمبراکرمؐ کی اہل بیتؑ کا تذکرہ فرمایا۔اہل بیتؑ کے بارے میں بیان ہونے والے فرامین کی وضاحت پیغمبر اکرمؐ کی اہل بیتؑ کے موضوع کے تحت بیان ہوگی۔

## ۱۰۔ عِتْرَتُهٗ خَيْرُ الْعِتَرِ

ان کی عترت بہترین عترت۔

ان کے خاندان کی بات تھی تو آپ کی اولاد کا بھی تذکرہ کیا یعنی خاندانوں میں سے قریبی آپ کی عترت یعنی اولاد ہے اور ان کا تعارف کبھی حدیث ثقلین کی صورت میں کراتے رہے اور کبھی نام لے لے کر بتاتے رہے۔

جب رسول اللہؐ نے حدیث ثقلین میں عترت کا لفظ استعمال کیا تو: فَقَامَ اِلَيْهِ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَنْ عِتْرَتُكَ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَالْاَئِمَّةُ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ "جابر بن

عبداللہ الانصاری نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسولؐ! آپؐ کی عترت کون ہے؟ فرمایا: علی و حسن و حسین اور حسین علیہم السلام کی اولاد سے آنے والے قیامت تک کے امام"۔[1]

۱۱۔ وَ اُسْرَتُهُ خَيْرُ الْاُسَرِ

اور قبیلہ بہترین قبیلہ۔

یہ فرمان تاکید ہے آپ کے شجرہ کی عظمت کی۔

۱۲۔ وَ شَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ

اور شجرہ بہترین شجرہ ہے۔

اس سے ہاشمؑ و اسماعیلؑ و ابراہیمؑ سب مراد لیے جا سکتے ہیں اور بعض نے خود پیغمبر اکرمؐ کی ذات مراد لی ہے کہ آپ ایک پُرثمر درخت ہیں اور آپ کی عترت اس کی شاخیں ہیں۔

اکثر شارحین نے حضرت ہاشمؑ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۳۔ نَبَتَتْ فِيْ حَرَمٍ

جو سرزمین حرم پر اُگا۔

آپؐ کے خاندان نے مکہ میں پرورش پائی۔ اس جملہ میں اس طرف اشارہ ہے اور حرم سے "عترت و عظمت" بھی مراد لی جا سکتی ہے یعنی یہ درخت یا یہ خاندان عترت و عظمت کے ساتھ پلا بڑھا۔

۱۴۔ وَ بَسَقَتْ فِيْ كَرَمٍ

اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا۔

"بَسَقَ" لمبے تنے اور لمبی شاخوں والے درخت کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی آپؐ کے خاندان کا یہ شجر عزت و کرامت کے بلند و طویل تنوں اور شاخوں کا حامل ہے۔

---

[1] منہاج البراعۃ، الخوئی، ج ۷، ص ۱۰۶۔ بحوالہ اکمال الدین و معانی الاخبار شیخ صدوق

۱۵۔ لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ

جس کی شاخیں دراز۔

درخت سے مراد اگر ابراہیمؑ لیے جائیں تو انبیا اس کی طویل شاخیں ہیں اور درخت سے مراد اگر حضرت ہاشمؑ لیے جائیں تو ائمہ ہدیٰ اس کی بلند و بالا شاخیں ہیں جو شرف و کمال میں بلند مقام پر فائض ہیں۔

۱۶۔ وَ ثَمَرَةٌ لَّا تُنَالُ

اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔

یا یہ مقصود ہے کہ ہر کوئی اس شجر کے پھل تک دسترس نہیں رکھتا یعنی ان کے کمال کو درک نہیں کر سکتا یا ان کے علوم و اخلاق اور بلندیوں اور شرافتوں کے نتائج سے مستفید نہیں ہو سکتا۔

(۲) خطبہ نمبر ۹۴

مُسْتَقَرُّهٗ خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ، وَ مَنْبِتُهٗ اَشْرَفُ مَنْبِتٍ، فِيْ مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَ مَمَاهِدِ السَّلَامَةِ

آپ کا مقام و مستقر بہترین مقام اور آپ کی نشو نما کی جگہ بہترین شرافت والی تھی۔ یہ مقامات کرامتوں کا معدن و پاکیزگی اور سلامتی کا مرکز تھے۔[۱]

یہاں "مُسْتَقَرٌّ" اور "مَنْبِتٌ" سے کچھ شارحین نے مقام پیدائش یعنی مکہ مراد لیا ہے اور آقای مکارم شیرازی لکھتے ہیں: "اس سے مقصود ماؤں کے پاک ارحام اور آباؤ کے پاک اصلاب ہیں" اور "مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَ مَمَاهِدِ السَّلَامَةِ" اس کی تاکید ہے کہ آپؐ کے آباؤ اجداد اور مائیں پاک دامن و ایمان اور فضائل انسانی کے مالک اور اخلاقی

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۴، ص ۳۱۵

کمزوریوں سے پاک تھے“۔ ①

## (۳) خطبہ نمبر ۱۰۶

اِخۡتَارَهٗ مِنۡ شَجَرَةِ الۡاَنۡبِيَآءِ، وَ مِشۡكَاةِ الضِّيَآءِ، وَ ذُؤَابَةِ الۡعَلۡيَآءِ، وَ سُرَّةِ الۡبَطۡحَآءِ، وَ مَصَابِيۡحِ الظُّلۡمَةِ، وَ يَنَابِيۡعِ الۡحِكۡمَةِ.

انہیں انبیاؑ کے شجرہ، روشنی کے مرکز (آل ابراہیمؑ)، بلندی کی جبیں (قریش)، بطحاء کی ناف (مکہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے منتخب کیا۔ ②

پیغمبر اکرمؐ کی معرفی میں امامؑ نے یہاں آپؐ کے خاندان کے لیے چھ فضائل بیان فرمائے اور ہر فضیلت کے لیے الگ الگ تشبیہ استعمال کی۔

۱۔ اِخۡتَارَهٗ مِنۡ شَجَرَةِ الۡاَنۡبِيَآءِ ③

آپ کو انبیاؑ کے شجرہ سے چنا۔

امام نے خطبہ نمبر ۹۲ اور ۱۵۹ میں بھی پیغمبر اکرمؐ کے خاندان کے لیے لفظ شجرہ کا استعمال کیا اور اہل بیتؑ کے لیے فرمایا: ”نَحۡنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ“ ہم نبوت کا شجرہ ہیں۔

اور اپنے اور نبی اکرمؐ کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”وَاَنَا مِنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ كَالصِّنۡوِ مِنَ الصِّنۡوِ“ مجھے رسول اللہؐ سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے ہوتی ہے۔ ④

---

① پیام امام: ج ۴، ص ۲۸۸

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۶، ص ۳۳۴

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۷، ص ۳۴۳

④ نہج البلاغہ: خط ۴۵، ص ۷۴۸

آقای خوئی لفظ "شَجَرَةٌ" کی یوں وضاحت فرماتے ہیں: امامؑ انبیا کی صنف کے لیے لفظ شجرہ کو بطور استعارہ لائے ہیں کیونکہ اس صنف کی درخت کی طرح شاخیں، پھل اور پتے ہوتے ہیں۔ اس کی شاخ انبیا ہوتے ہیں اور اس کے پھل انبیا کے علوم و کمالات و کرامات ہوتے ہیں اور اس کے پتے ان کی امتوں کے مومن و مخلص بندے ہوتے ہیں۔ ①

لفظ "شَجَرٌ" مادی و معنوی طور پر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں نشونما اور رفعت و بلندی پائی جاتی ہو اور اس سے شاخیں اور پتے نکلیں۔ ②

شجرۂ انبیا کہہ کر پیغمبر اکرمؐ کے خاندان کی طہارت و نورانیت کو واضح فرمایا۔

## ۲. وَ مِشْكَاةِ الضِّيَآءِ

آپ کو روشنی کے مرکز سے انتخاب کیا۔

اس جملے میں امامؑ نے آپؐ کے خاندان کے لیے ''مِشْكَاةٌ'' کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ مشکاۃ وہ جگہ یا مقام ہوتا ہے جہاں چراغ کو ہواؤں سے بچانے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ اردو میں اس کے لیے لفظ "طاق" استعمال ہوتا ہے۔ بعض نے فانوس بھی معنی کیا ہے اور فارسی میں "چراغ دان" کہا جاتا ہے۔

''ضِيَاءٌ'' سے مراد معارف الٰہی کا نور و روشنی یا نبوت کا چراغ و روشنی یا دونوں مراد لیے جا سکتے ہیں۔ تو امامؑ کے فرمان کا مقصد یوں بنتا ہے کہ اللہ نے آپؐ کو اس گھرانے سے چنا ہے جس گھرانے سے نور نبوت ظاہر ہوا اور یہ انبیا کے ذریعہ معارفِ الٰہی کے نور کو منور بھی کرتے رہے اور لوگ ہر زمانے میں جہالت و گمراہی کے اندھیروں سے بچنے کے لیے ان سے مستفید ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔ گویا پیغمبر اکرمؐ اس خاندان سے انتخاب ہوئے جو

---

① منہاج البراعۃ: ج ۷، ص ۲۸۲

② التحقیق لالفاظ القرآن الکریم: حسن مصطفوی، ج ۶، ص ۲۱

نورِ ہدایت کا حامل بھی رہا اور محافظ بھی رہا اور خود پیغمبر اکرمؐ بھی نورِ ہدایت کے ایسے ہی حامل ہیں کہ اللہ نے انہیں "سَرَاجًا مُّنِيْرًا" فرمایا۔

۳۔ وَ ذُؤَابَةِ الْعَلْيَآءِ

بلندی کی جبیں۔

''ذَاَبٌ'' پیشانی کے بالوں کو اور ہر چیز کے بلند حصے یا چوٹی کو کہا جاتا ہے اور "عَلْيَا" بھی ہر بلندی اور پہاڑ کی چوٹی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ امامؑ کے فرمان کا یہ معنی لیا جائے گا کہ "آپؐ کو عزت وشرف اور فضیلت ومرتبت والے بلند خاندان سے چنا گیا"۔

آقای جواد مغنیہ فرماتے ہیں: "اس سے مراد قریش کی پاکیزہ ہستیاں ہیں" اور بعض شارحین نے حضرت ہاشمؑ مراد لیے ہیں۔ بہرحال اس فرمان میں آپؐ کے خاندانی مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ وَ سُرَّةِ الْبَطْحَآءِ

بطحاء کی ناف۔

خاندانِ پیغمبرؐ کی افراد وشخصیات کے لحاظ سے جہاں تعریف وتوصیف بیان فرما رہے ہیں وہیں اس جملے میں آپؐ کے خاندان کے وطن کو بھی مقامِ فضیلت حساب کیا۔

کعبہ اور اس کے گردونواح کو "بَطْحَاء" کہتے ہیں اور اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مکہ کے وسط کا حصہ اور یہاں بسنے والے قریش کو "قریش الظواہر" کہا جاتا ہے اور وسط میں رہنے والے باہر والوں[1] پر فخر کیا کرتے تھے اور ان کے فخریہ اشعار بھی ابن الحدید نے شرح نہج البلاغہ کے اس حصے میں نقل کیے ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی عظمت میں کہے گئے قصیدے میں فرزدق نے بھی یہ لفظ

---

[1] وسط والے باہر والوں سے زیادہ باعزت حساب ہوتے تھے۔

استعمال کیا ہے:

هَذا الَّذي تَعرِفُ البَطحَاءُ وَطَاَتَهُ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

یہ وہ ہے کہ بطحا اس کے پاؤں کے نشانات تک کو جانتا ہے۔ کعبہ، حرم اور اس کا باہر اسے جانتا ہے۔

''سُرَّة'' کسی شے کے وسعت و درمیان کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اسی وجہ سے پیٹ کو بدن کے وسط میں ہونے کی وجہ سے سُرّۃ کہا گیا ہے اور پیٹ کے وسط میں ہونے کی وجہ سے ناف کو سُرَّةٌ کہتے ہیں یوں اس فرمان کا مفہوم یہ بنے گا کہ آپؐ کو اس خاندان سے منتخب کیا گیا جو قریش قبیلے میں سے بھی زیادہ باعزت حصے کی نسل میں سے ہیں اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بھی وہ خاندان سب سے زیادہ قابل عزت ہے۔

۵۔ وَ مَصَابِيحِ الظُّلْمَةِ

اندھیرے کے چراغ

انبیا ہدایت و رہنمائی کے چراغ ہیں جو عقائد و اخلاقیات کی گمراہیوں سے بچانے کا ذریعہ ہیں اور پیغمبرؐ کا ایسے خاندان سے انتخاب ہوا ہے۔ یہ خود آپؐ کی عظمت کا اظہار بھی ہے کہ آپؐ ان چراغوں سے بھی چنا ہوا چراغ ہیں، تو آپؐ کا مقام کتنا بلند اور آپؐ کی روشنی کتنی وسیع و دور دور تک ہوگی۔

۶۔ وَ يَنَابِيعِ الْحِكْمَةِ

حکمتوں کے سرچشموں سے چنے ہوئے ہیں۔

آپؐ کے خاندان کو چشمے سے تشبیہ دی، جس سے علم و حکمت کے فوارے نکلتے ہیں اور جیسے ظاہری چشموں سے نکلنے والا پانی زمین کو زندگی مہیا کرتا ہے اور زمین پر فصلیں اور

باغات اُگتے ہیں اسی طرح اس خاندان کے ذریعہ حکمت و دانائی کے فوارے ابھرتے اور ابلتے ہیں جن سے دل کی زمین سیراب ہوتی ہے۔

ان سب جملات میں آپؐ کے خاندان کی عظمت بیان ہوئی اور جب سب خاندان اتنا با فضیلت ہے تو آپؐ جو اُن سب سے بھی منتخب تر ہیں تو آپؐ کی عظمت بھی ان سب سے زیادہ ہوگی کیونکہ آپؐ اشرف المخلوقات سے منتخب ہیں اور اس کا ثبوت آپؐ کا سید المرسلین اور خاتم النبیین ہونا ہے۔

ایک فارسی شاعر نے آپؐ کی عزت وعظمت کو یوں پیش کیا:

در این ره انبیا چون سار بانند　　دلیل و رهنمای کاروانند

وز ایشان سید ما گشته سالار　　هم او اول هم او آخر در این کار[۱]

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنینؑ نے خود کو بھی اس فضیلت کا حامل قرار دیا اور فرمایا:

نَحنُ یَنَابِیعُ الحِکَم ۔ہم حکمت کا سرچشمہ ہیں۔[۲]

## (۴) خطبہ نمبر ۱۵۹

أُسْرَتُهُ خَيْرُ أُسْرَةٍ، وَ شَجَرَتُهُ خَيْرُ شَجَرَةٍ. اَغصَانُهَا مُعْتَدِلَةٌ، وَ ثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ. مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ، وَ هِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ. عَلَا بِهَا ذِكْرُهُ، وَ امْتَدَّ مِنْهَا صَوْتُهُ۔

ان کا قوم وقبیلہ بہترین قوم وقبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے کہ جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔ان کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپؐ کے نام کا بول بالا ہوا اور آپؐ کا آوازہ (چارسو) پھیلا۔[۳]

---

[۱] مفتاح السعادۃ: ج۸،ص۲۷۶بحوالہ گلشنِ رازشبستری

[۲] نہج البلاغہ: خط۱۰۷،ص۳۴۳

[۳] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۹،ص۴۲۰

۱۔ أُسْرَتُهُ خَيْرُ أُسْرَةٍ، وَ شَجَرَتُهُ خَيْرُ شَجَرَةٍ:

ان کا قوم وقبیلہ بہترین قوم وقبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسرہ خاندان کے اوپر کی طرف یعنی آباؤ اجداد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور نیچے والے خاندان یعنی اولاد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور یہاں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے لیے لفظ اُسرہ استعمال کیا یعنی آپؐ کے آباؤ اجداد جن کی صلبوں سے آپؐ ہوتے ہوئے آئے ہیں اور آپؐ کی اولاد میں بھی بہترین افراد گزرے ہیں۔ علامہ جواد مغنیہ لکھتے ہیں کہ اُسرۃ اوپر والے خاندان کے لیے اور شجرہ سے مراد اہل بیتؑ ہوں گے۔[۱]

امامؑ نے یہی الفاظ خطبہ ۹۲ میں بھی استعمال کیے ہیں۔

۲۔ أَغْصَانُهَا مُعْتَدِلَةٌ، وَ ثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ۔

جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔

یہاں شاخوں سے مراد اہل بیتِ عصمت وطہارت مراد ہیں جو صراطِ مستقیم پر فائز اور ہادی وامام ہیں۔ سیدھی سے مقصود یہ ہے کہ ان میں افراط وتفریط نہیں اور دائیں بائیں ہو کر ایک دوسرے سے ٹکراتی بھی نہیں ہیں۔ پھلوں سے مراد آپؐ اور آپؐ کے خاندان کے علم و کمال اور ہدایت و استقامت جیسے بلند اخلاقیات کی طرف اشارہ ہے۔ "جھکے ہوئے ہیں" سے مراد یہ ہے کہ ان اہلِ کمالات تک پہنچنا اور ان سے یہ کمالات سیکھنا یا ان کے فضائل سے فائدہ اُٹھانا ہر کسی کے لیے ممکن ہے بہت آسان ہے۔

۳۔ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ، وَ هِجْرَتُهُ بِطَيْبَةَ، عَلَا بِهَا ذِكْرُهُ، وَ امْتَدَّ مِنْهَا صَوْتُهُ۔

ان کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپؐ کے نام کا بول بالا ہوا اور آپؐ کا آوازہ (چار سو) پھیلا۔

---

[۱] فی ظلال نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۴۴۱

یہ واضح سی عبارت ہے کہ آپؐ مکہ میں پیدا ہوئے اور طیبہ یعنی مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ کی طرف ہجرت ہی آپؐ کے نام اور مشن کی سربلندی کا ذریعہ بنی اور آپؐ کی آواز دُنیا بھر تک پہنچی اور آج تک دُنیا بھر میں گونج رہی ہے۔ اس سرزمین کی اہمیت اور اس سے اُٹھنے والی صدائے محمدؐ کو علامہ محمد تقی جعفری نے ج ۸ ص ۲۸۴ خطبہ ۳۳ کی شرح میں جورج جرداق کے حوالے سے بڑی تفصیل سے لکھا ہے جس سے چند جملے یہاں جورج جرداق کی کتاب سے نقل کیے جاتے ہیں:

چمکتے ہوئے آفتاب جیسی روشن آنکھیں، خورشید سے بڑھ کر روشن حقیقت لبوں پر، یثرب و طائف کے چمن سے زیادہ تروتازہ دل، حجاز کی چاندنی راتوں سے زیادہ پسندیدہ اخلاق و عادات، تیز و تند ہواؤں جیسی جولانی طبع، زبان میں جادو، دل میں آسمانی روشنی، شمشیر براں جیسی ارادوں کی پختگی اور زبان پر خدائی باتیں، یہ تھے محمد بن عبداللہ۔ وہ بت جنہوں نے بھائی کو بھائی سے جُدا کر رکھا تھا، صرف انہی بتوں کو توڑنے والے نہیں بلکہ مال کے بتوں، غارت کے بتوں، تعصب کے بتوں کے بھی توڑنے والے تھے۔

دفعتاً پست ہمت قریشیوں کے کانوں میں وہ صدا پہنچی جس نے ان کے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ان کی خواہشیں خاک میں مل گئیں انسان کی قیمت وہ نہیں جو تم قریشی سمجھتے ہو، یہ آواز محمد مصطفیٰ کی آواز تھی۔

اے لوگو! لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے باز رہو یہ آواز محمد مصطفیٰ کی آواز تھی۔

تم لوگ آپس میں کٹے مرتے ہو حالانکہ تم سب ایک خدا کے پیدا کیے ہوئے ہو ایک دوسرے کے بھائی ہو۔ یہ آواز بھی محمد کی تھی۔

کسی عرب کے رہنے والے کو غیر عرب پر فخر نہیں۔ یہ آواز محمد کی آواز تھی۔

سب سے خدا کو محبوب وہ ہے جو خلقِ خدا کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔ یہ آواز محمد کی

آواز تھی۔

جو لوگ خدا پر بھروسا رکھتے ہیں خدا ان کو ضرور دوست رکھتا ہے یہ آواز محمدؐ کی آواز تھی۔

خبردار غداری نہ کرنا، خیانت کے مرتکب نہ ہونا، نہ کسی بچے کو قتل کرنا، نہ کسی عورت کو، نہ سن رسیدہ ضعیف مرد کو، نہ ایسے راہبوں کو جو گرجا میں گوشہ نشین ہوں، نہ کسی درختِ خرما کو جلانا، نہ کسی درخت کو کاٹنا، نہ کسی عمارت کو منہدم کرنا، یہ آواز محمدؐ کی آواز تھی۔

عرب والوں نے یہ آسمانی آواز محمد بن عبداللہ سے سنی اور دُنیا کے گوشے گوشے میں انہوں نے یہ صدا پھیلا دی۔ محمد بن عبداللہ کا سایہ اتنا پھیلا اور اتنا ہمہ گیر ہوا کہ پرانی دُنیا سبھی اس سایہ تلے آ گئی۔ پیغمبرؐ کی یہ آواز انسانی بھائی چارے کی دعوت تھی اس آواز نے عورتوں کو مردوں کے ظلم سے رہائی دلائی، غلاموں کو آقا کی بندگی کی ذلت سے آزاد کیا، سود خوری اور ایک انسان کے دوسرے انسان کو لوٹنے سے منع کیا۔ پیغمبرؐ کی آواز کے بعد علی بن ابی طالبؑ کی آواز تھی جنہوں نے انسانوں کو مکارمِ اخلاق کی طرف دعوت دی۔ [۱]

امیر المومنینؑ یہی فرما رہے ہیں: وَ امْتَدَّ مِنْهَا صَوْتُهٗ "یہیں سے آپؐ کی آواز چارسو پھیلی"۔

مگر خوب کہا جورج جرداق نے کہ پیغمبرؐ کی آواز کو علی علیہ السلام کی آواز نے آگے بڑھایا۔

## (۵) خطبہ نمبر ۲۱۲

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، وَسَيِّدُ عِبَادِهٖ، كُلَّمَا نَسَخَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فِرْقَتَيْنِ جَعَلَهٗ فِيْ خَيْرِهِمَا، لَمْ يُسْهِمْ فِيْهِ عَاهِرٌ، وَ لَا ضَرَبَ فِيْهِ فَاجِرٌ. [۲]

---

[۱] ندائے عدالت انسانی، مترجم علامہ سید محمد باقر النقویؒ، مدیر اصلاح، ص ۹

[۲] نہج البلاغہ: خط ۲۱۲، ص ۶۱۲

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ و رسول اور بندوں کے سیّد و سردار ہیں۔
شروع سے انسانی نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں، ہر منزل میں
وہ شاخ جس میں اللہ نے آپؐ کو قرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی۔ آپؐ
کے نسب میں کسی بدکار کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔

اس فرمان میں آپؐ کے بیان ہونے والے پہلے تین اوصاف "عبد، رسول اور بندوں کے سید و سردار" کی وضاحت اپنے مقام پر بیان ہو چکی ہے۔ ان تین اوصاف کے بعد آپؐ کے خاندان کی عظمت بیان ہوئی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کے نسب کے اعتبار سے امامؑ نے واضح فرما دیا کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک کسی پیغمبر کے آباؤ اجداد میں سے نہ فقط یہ کہ کسی میں کوئی کمزوری ہو بلکہ اگر ان کے نسب میں ایک جد کے دو بیٹے تھے تو ان دو بھائیوں میں سے بھی نسبِ رسول اس بھائی کی صلب سے چلا جو ان دو میں سے بھی بہتر تھا۔ تو یوں بہترین سے ہوتے ہوئے حضرت عبداللہ تک یہ سلسلہ پہنچا اور نبی اکرمؐ دنیا میں تشریف لائے اور یہی سلسلہ ماؤں کی طہارت کا بھی تھا یعنی عظیم اصلاب اور کریم ارحام سے آپؐ کی ذات وجود میں آئی اور اگلے دو جملے کہ " آپؐ کے نسب میں اور تخلیق میں نہ کسی بدکار کا کوئی حصہ تھا اور نہ کسی فاسق و فاجر کی شرکت و دخل۔"

واضح رہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے سلسلۂ نسب میں پاکیزہ اصلاب و ارحام کی بحث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اس فرمان میں ان پاکیزہ صلبوں اور ارحام میں سے بھی "خیرھما" کا بیان ہے یعنی ان میں سے بھی چنے ہوؤں سے آپؐ کو چنا گیا اور آپؐ کو "نبی مختار" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے اس انتخاب پر احادیثِ پیغمبر اکرمؐ بھی تحریر کی ہیں۔ مثلاً نقل کیا کہ

پیغمبرا کرمؐ فرماتے ہیں:

”اولادِ آدم سے جہاں بھی دو حصے بنے ہیں۔ میں ان میں سے بہتر کی صلب میں تھا“۔

ایک اور مقام پر پیغمبرا کرمؐ نے نام بھی لیے۔ فرمایا:

اللہ نے ابراہیمؑ کی اولاد سے اسماعیلؑ کو چنا، اسماعیلؑ کی اولاد سے مضر کو چنا، مضر سے کنانہ کا انتخاب فرمایا، کنانہ میں سے قریش کو چنا، قریش میں سے ہاشم کا انتخاب کیا اور مجھے بنی ہاشم سے انتخاب فرمایا“۔ [۱]

کوئی ”عَاھِر“ آپؐ کے نسب میں شریک نہیں تھا، سے نسب کی ہر اعتبار سے طہارت مراد ہے اور جہالت کی برائی اور شرک کی نجاست سے بھی پاک رہے اور عاھِر بھی ان میں کوئی نہیں تھا بلکہ چمکتے ہوئے نسبوں میں نور کی صورت میں موجود رہے۔

علامہ جواد مغنیہؒ یہاں لکھتے ہیں:

هَذِهِ هِيَ عَقِيدَةُ الشِّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ فِي جَمِيْعِ الْأَنْبِيَاءِ دُونَ الِاسْتِثْنَاءِ.

بلا استثناء تمام انبیا کے بارے میں شیعہ امامیہ کا یہی عقیدہ ہے۔ [۲]

## ب) خاندانی عظمتوں میں علیؑ شریکِ نبیؐ

امیر المومنینؑ نے نبی اکرمؐ کے جو خاندانی اوصاف وفضائل بیان فرمائے ان سب میں خود بھی آپؐ کے ساتھ شریک ہیں۔ پیغمبرؐ نے بارہا فرمایا:

اَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ۔

میں اور علی علیہ السلام ایک ہی نور سے ہیں۔ [۳]

---

[۱] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱۱، ص ۶۷

[۲] فی ظلال نہج البلاغہ: ج ۳، ص ۲۵۹

[۳] کفایۃ الطالب، ص ۳۱۵

اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

میں اور علی علیہ السلام ایک درخت سے ہیں۔ (۱)

یا سورۂ برائت کے واقعہ میں فرمایا:

اَنَا اَوْ رَجُلٌ مِنِّیْ۔

میں خود یا جو مجھ سے ہو۔ (۲)

ایسے متعدد فرامین کو شیخ محمد تقی شوستری نے بیان کیا ہے۔ (۳)

**(۱) خطبہ نمبر ۱۶۰**

اَمَّا الْاِسْتِبْدَادُ عَلَیْنَا بِهٰذَا الْمَقَامِ وَ نَحْنُ الْاَعْلَوْنَ نَسَبًا، وَ الْاَشَدُّوْنَ بِالرّسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَوْطًا، فَاِنَّهَا كَانَتْ اَثَرَةً شَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ، وَ سَخَتْ عَنْهَا نُفوْسُ اٰخَرِيْنَ، وَ الْحَكَمُ اللّٰهُ، وَ الْمَعُوْدُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

ان لوگوں کا اس منصب پر خود اختیاری سے جم جانا، باوجودیکہ ہم نسب کے اعتبار سے بلند تھے اور پیغمبرؐ سے رشتہ قرابت بھی قوی تھا، ان کی یہ خودغرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے نفس اس پر مر مٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفسوں نے اس کی پروا تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت قیامت کے روز ہے۔ (۴)

اس خطبہ کی ابتدا میں لکھا ہے کہ "حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا

---

(۱) کنوز الحقائق، ص ۱۵۵

(۲) تذکرۃ الخواص، ص ۳۷

(۳) مفتاح السعادۃ فی شرح نہج البلاغہ، ج ۷، ص ۳۳۶

(۴) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۶۰، ص ۴۵۲

کہ کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے آپؑ کو اس منصب سے الگ رکھا حالانکہ آپؑ اس کے زیادہ حقدار تھے؟ تو آپؑ نے خلافت کے حقدار ہونے کی دو وجہیں بیان فرمائیں اور خلافت چھننے کا سبب بھی واضح فرمایا۔ خلافت کے حقدار ہونے کے لیے فرمایا:

”ہم نسب کے اعتبار سے بلند تھے اور پیغمبر اکرمؐ سے رشتۂ قرابت بھی قوی تھا۔“

یہاں امامؑ نے حقدارِ خلافت کے وہ اصول بیان نہیں فرمائے جن میں علم و عصمت اور شجاعت و سخاوت و عدالت جیسے اوصاف شامل ہیں بلکہ رسول اللہؐ سے نسب میں شرکت اور رسول اللہؐ سے تعلق کو بیان فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سقیفہ میں جہاں امامؑ سے خلافت لے لی گئی تھی وہاں خلافت لینے والوں نے انصار کے سامنے رسول اللہؐ سے تعلق و رشتہ داری کو معیار بنایا تھا تو امامؑ اس حقیقت کو واضح فرما رہے ہیں کہ اگر معیار وہی ہے جو سقیفہ میں بنایا گیا تو خلافت کے زیادہ حقدار ہم ہیں۔ اور اس پہلو کو امامؑ نے نہج البلاغہ میں چند مقامات پر بیان کیا۔

یہاں امامؑ نے نسب کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی خونی رشتہ کیا گیا ہے۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهۡرًا﴾

اور وہ وہ ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا تو اسے خونی اور سسرالی رشتے کا مرکز بنایا۔[1]

”نَوۡط“ کسی شے کے کسی دوسری شے سے لٹکانے کو کہتے ہیں اس لیے قریبی تعلق و رشتہ داری کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

امامؑ نے خود کو خاندانی اعتبار سے خونی رشتے دار حساب کیا تو وہ فضائل جو خاندانِ رسولؐ کے لیے بیان ہوئے وہی فضائل امامؑ کے لیے بھی ثابت ہیں، اور امامؑ نے فقط رسول اللہؐ

---

[1] سورۃ الفرقان: ۵۴

سے خونی رشتے کو ثابت نہیں کیا بلکہ واضح فرمایا کہ ہم نسب کے اعتبار سے بلند ہیں۔

## (۲) خطبہ نمبر: ۱۹۰

(۲) امامؑ نے رسول اللہؐ سے اس تعلق کو بار بار بیان فرمایا۔ خطبہ قاصعہ میں فرمایا:

**قَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِیْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْقَرَابَةِ الْقَرِیْبَةِ، وَ الْمَنْزِلَةِ الْخَصِیْصَةِ: وَضَعَنِیْ فِیْ حِجْرِهٖ وَ اَنَا وَلَدٌ یَّضُمُّنِیْۤ اِلٰی صَدْرِهٖ، وَ یَكْنُفُنِیْ فِیْ فِرَاشِهٖ، وَ یُمِسُّنِیْ جَسَدَهٗ، وَ یُشِمُّنِیْ عَرْفَهٗ. وَ كَانَ یَمْضَغُ الشَّیْءَ ثُمَّ یُلْقِمُنِیْهِ۔**

تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہؐ سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپؐ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔[۱]

ابن ابی الحدید نے اس فرمان کی شرح میں آپؑ کے رسول اللہؐ سے اس رشتہ کو بڑی تفصیل سے نقل کیا اور لکھتے ہیں رسول اللہؐ سے آپؑ کی یہ قربت دوسرے چچازاد بھائیوں کو حاصل نہ تھی اور پھر لکھتے ہیں۔

**ثُمَّ مَا كَانَ بَیْنَهُمَا مِنَ الْمُصَاهِرَةِ الَّتِیْ اَفْضَتْ اِلَی النَّسْلِ الْاَطْهَرِ دُوْنَ غَیْرِهٖ مِنَ الْاَصْهَارِ۔**

پھر آپ دونوں میں دامادی کا وہ رشتہ تھا جو نسلِ پاک کے فیض کا سبب بنا جو کسی اور

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۸

داماد کو نصیب نہیں ہوا۔[۱]

ابن ابی الحدید پھر علی علیہ السلام کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

اَنَا عَبْدُ اللهِ، وَ اَخُوْ رَسُوْلِهٖ، وَاَنَا الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ، لَا يَقُوْلُهَا بَعْدِیْ اِلَّا كَاذِبٌ مُفْتَرٍ۔

میں اللہ کا بندہ اور اللہ کے رسولؐ کا بھائی ہوں میں صدیق اکبر ہوں اور میرے بعد کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا مگر جھوٹا اور تہمت لگانے والا۔

اور پھر لکھتے ہیں:

وَ رَوٰی الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ سَاَلْتُ اَبِیْ عَنْ وَلَدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ الذُّكُوْرِ، اَيُّهُمْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لَهٗ اَشَدُّ حُبًّا فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْطَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقُلْتُ لَهٗ سَاَلْتُكَ عَنْ بَنِيْهِ، فَقَالَ اِنَّهٗ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ بَنِيْهِ جَمِيْعًا وَ اَرْاَفَ، مَا رَاَيْنَاهُ زَايَلَهٗ يَوْمًا مِنَ الدَّهْرِ مُنْذُ كَانَ طِفْلًا، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِیْ سَفَرٍ لِخَدِيْجَةٍ، وَمَا رَاَيْنَا اَبًا اَبَرَّ بِاِبْنٍ مِّنْهُ لِعَلِيٍّ، وَلَا اِبْنًا اَطْوَعُ لِاَبٍ مِنْ عَلِيٍّ لَهٗ۔

فضل بن عباس کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ کو اپنی نرینہ اولاد میں سے کس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی؟ انہوں نے کہا: علی بن ابی طالبؑ سے۔ میں نے باپ کو کہا: میں نے آپ سے ان کے بیٹوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ تو میرے باپ نے کہا: نبیؐ علی علیہ السلام کو اپنے سب بیٹوں سے زیادہ چاہتے اور ان پر مہربان تھے۔ علیؑ کے بچپنے سے ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبیؐ نے

---

[۱] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۱۹۸

انہیں خود سے جُدا کیا ہو، ہاں جب خدیجہؑ کے لیے سفر پر گئے۔ اور ہم نے کوئی باپ نہیں دیکھا جو اپنے بیٹے سے اتنا پیار کرتا ہو جتنا نبیؐ علیؑ سے کرتے اور ہم نے کوئی بیٹا نہیں دیکھا جو باپ کا اتنا مطیع ہو جتنے علیؑ نبیؐ کے۔ [۱]

## (۳) خط نمبر ۲۸

فَنَحْنُ مَرَّةً اَوْلٰی بِالْقَرَابَةِ، وَ تَارَةً اَوْلٰی بِالطَّاعَةِ. وَ لَمَّا احْتَجَّ الْمُهَاجِرُوْنَ عَلَى الْاَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَجُوْا عَلَيْهِمْ، فَاِنْ يَّكُنِ الْفَلَجُ بِهٖ فَالْحَقُّ لَنَا دُوْنَكُمْ، وَ اِنْ يَّكُنْ بِغَيْرِهٖ فَالْاَنْصَارُ عَلٰى دَعْوَاهُمْ.

توہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے، اور سقیفہ کے دن جب مہاجرین نے رسولؐ کی قرابت کو استدلال میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے، تو ان کی کامیابی اگر قرابت کی وجہ سے تھی تو پھر یہ خلافت ہمارا حق ہے نہ کہ ان کا، اور اگر استحقاق کا کچھ اور معیار ہے تو انصار کا دعویٰ اپنے مقام پر برقرار رہتا ہے۔ [۲]

امامؑ نے یہاں خلافت کے حقدار ہونے کے طور پر دو سبب بیان فرمائے ایک رشتہ داری اور دوسری اطاعت۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ رشتہ داری امامیہ کے ہاں معیارِ خلافت نہیں مگر سقیفہ میں چونکہ انصار کے مقابلے میں اسے استعمال کیا گیا اس لیے امامؑ نے مخالف کو اس کے معیار کے حساب سے جواب دیا اور اگلے جملوں میں امامؑ نے وضاحت بھی فرمادی کہ اسے مہاجرین نے بطور استدلال پیش کیا تھا۔ یہاں جو چیز واضح کی جا رہی ہے وہ

---

[۱] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۰۰

[۲] نہج البلاغہ: خط ۲۸، ص ۷۰۴

علی علیہ السلام کا خاندان کے فضائل میں شریک ہونا ہے۔ امیر المومنینؑ نے یہاں نسب وقرابت اور اطاعت وتعلق کو معیار بنایا ہے اور ابن الحدید نے نسب اور اطاعت دونوں کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ علی علیہ السلام کی ایک قسم کی دوسرے اصحاب پر طنز فرما رہے ہیں جن اصحاب کے نسب میں کمزوری وعیب ہے، ان پر طنز کرتے ہوئے فرمایا:

لَمْ يُسْهِمْ فِيْهِ عَاهِرٌ، وَ لَا ضَرَبَ فِيْهِ فَاجِرٌ.

آپؐ کے نسب میں کسی بدکار کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔ (۱)

اس خطبہ کی شرح میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

وَفِي الْكَلَامِ رَمْزٌ إِلٰى جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِيْ أَنْسَابِهِمْ طَعْنٌ۔

اس کلام میں ان اصحاب کی طرف اشارہ ہے یا طنز ہے جن کے نسب میں کمزوری و عیب پایا جاتا ہے اور پھر "جاحظ" کے حوالے سے چند اصحاب کا شجرہ نسب لکھا۔ (۲)

اور امامؑ نے جہاں اطاعتِ رسولؐ میں اپنے مقام کو بیان فرمایا:

وَ لَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنِّيْ لَمْ اَرُدَّ عَلَى اللهِ وَ لَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ. وَ لَقَدْ وَاسَيْتُهٗ بِنَفْسِيْ فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِيْ تَنْكُصُ فِيْهَا الْاَبْطَالُ وَ تَتَاَخَّرُ فِيْهَا الْاَقْدَامُ، نَجْدَةً اَكْرَمَنِيَ اللهُ بِهَا.

پیغمبرؐ کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کے لیے بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام سے سرتابی نہیں کی۔ اور میں نے اس جواں مردی کے بل بوتے

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۲۱۲، ص ۶۱۲

(۲) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۱ ص ۶۷

پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبرؐ کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی کہ جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر) بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کی بجائے) پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ [1]

ابن ابی الحدید اس حصہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

**وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ يُرْمَزُ فِيْ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ: (اَنِّيْ لَمْ اَرُدَّ عَلَى اللهِ وَ لَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ) اِلٰى اُمُوْرٍ وَقَعَتْ مِنْ غَيْرِهٖ، كَمَا جَرٰى يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عِنْدَ سَطْرِ كِتَابِ الصُّلْحِ، فَاِنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ اَنْكَرَ ذٰلِكَ۔**

ظاہر ہوتا ہے کہ آپؑ کے اس فرمان میں کہ میں نے کبھی ایک آن کے لیے بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام سے سرتابی نہیں کی۔ ان امور کی طرف اشارہ اور چوٹ ہے جو آپؑ کے علاوہ افراد سے سرزد ہوئے۔ جیسے صلح حدیبیہ کے دن خط کی تحریر کے وقت کچھ امور واقع ہوئے اور بعض صحابہ نے اس سے انکار کر دیا۔ [2]

واضح ہوا کہ علی علیہ السلام جہاں خاندانِ نبیؐ کے فضائل بیان فرماتے ہیں وہیں خود کو اس نسب میں شامل کرتے ہوئے اس پر فخر کرتے ہیں۔

## (۴) خط نمبر ۳۶

اس خاندانی اشتراک کو ایک مقام پر امامؑ نے یوں بیان فرمایا:

**فَاِنَّهُمْ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰى حَرْبِيْ كَاِجْمَاعِهِمْ عَلٰى حَرْبِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَبْلِيْ، فَجَزَتْ قُرَيْشًا عَنِّي الْجَوَازِيْ، فَقَدْ قَطَعُوْا رَحِمِيْ،**

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۵، ص ۵۷۷

[2] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۰، ص ۱۸۰

وَ سَلَبُوْنِیْ سُلْطَانَ ابْنِ اُمِّیْ.

انہوں (قریش) نے مجھ سے جنگ کرنے میں اسی طرح ایکا کیا ہے جس طرح وہ مجھ سے پہلے رسولؐ سے لڑنے کے لیے ایکا کیے ہوئے تھے۔ خدا کرے ان کی کرنی ان کے سامنے آئے! انہوں نے میرے رشتے کا کوئی لحاظ نہ کیا اور میرے ماں جائے کی حکومت مجھ سے چھین لی۔ (۱)

اس فرمان میں امامؑ نے قریش کی آپؐ سے دُشمنی اور زیادتی کو بیان کیا اور رسول اللہؐ کے ساتھ اپنے رشتے کو دو اہم جملوں میں بیان کیا۔

قرآن مجید و نہج البلاغہ میں کئی بار لفظ "رَحِمٌ" رشتہ داری کے لیے بیان ہوا ہے اور امامؑ نے یہاں اسی لفظ کو استعمال کیا۔ اور فرمایا: انہوں نے میرے رشتے کا کوئی لحاظ نہ رکھا اور دوسرے جملے میں رسول اللہؐ سے منفرد انداز میں رشتے کو بیان کیا، میری ماں جائے یعنی رسول اللہؐ کی حکومت مجھ سے چھین لی۔ جہاں امامؑ کی مظلومیت کا درد بھرا جملہ ہے وہیں رسول اللہؐ سے خاص رشتے کے لیے بڑا فصیح بیان ہے۔ قرآن مجید میں دو بار حضرت ہارونؑ کی زبان سے حضرت موسیٰؑ کے سامنے یہ جملہ استعمال ہوا ہے۔

﴿قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ﴾

انہوں (ہارونؑ) نے کہا: اے میرے ماں جائے! یقین مانو کہ ان لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ (۲)

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قَالَ یَبْنَؤُمَّ﴾

---

(۱) نہج البلاغہ: خط ۳۶، ص ۵۳۷

(۲) سورۃ الاعراف: ۱۵۰

انہوں نے کہا اے میرے ماں جائے۔ ①

آیت اللہ مکارم شیرازی تفسیر نمونہ میں لکھتے ہیں:

ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی محبت کو برانگیختہ کرنے کے لیے کہا: اے میرے ماں جائے۔

پھر لکھتے ہیں: حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں ایک والدین کی اولاد تھے۔ یہ اس لیے کہ حضرت ہارون علیہ السلام چاہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جذبہ محبت بیدار کریں۔ ②

گویا امیر المومنینؑ رسول اللہؐ سے اپنے رشتے کی گہرائی کو اور قربت کو بیان کرنے کے لیے یہ قرآنی طریقہ اپناتے ہیں، البتہ یہاں "اُم" سے کیا مراد ہے جبکہ رسول اللہؐ اور آپؑ کے والدین الگ الگ ہیں۔ آپ دونوں سگے بھائی نہیں ہیں تو شارحین نے دو وجہیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہ بنت اسد (س) کے لیے فرمایا تھا۔ **فَاطِمَةُ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ** "فاطمہ بنت اسدؑ میری ماں (آمنہ) کے بعد میری ماں تھیں"۔ ③

یا ماں سے مراد آپ دونوں کی دادی "فاطمہ مخزومی" مراد ہیں اور دادی بھی امہات میں آتی ہیں۔

## (۵) خط نمبر: ۴۵

(۱) خود علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

**وَ اَنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ كَالصِّنْوِ مِنَ الصِّنْوِ، وَ الذِّرَاعِ مِنَ الْعَضُدِ۔**

---

① سورۃ طٰہٰ: ۹۴

② تفسیر نمونہ، ج۶، ص ۳۲۴

③ پیام امام، ج۱۰، ص ۶۵

مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔[۱]

## ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمومی رشتے وخاندان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہاں خصوصی رشتوں کا بیان ہوا ہے وہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمومی رشتوں کو بھی بیان کیا جا سکتا ہے البتہ یہاں فقط وہ رشتہ داری مراد ہے جس پر امیر المومنینؑ نے فخر کیا ہے۔ قریش بھی قبیلہ و رشتہ دار ہیں مگر ہر رشتہ قابلِ فخر نہیں۔ خود آپؐ کا چچا ابولہب ظاہر ہے کہ رشتے میں اتنا قریب ہے مگر نسب و رشتہ فقط معیار نہیں، عمل و کردار معیار ہے۔

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں بارہا رشتوں کے ان طبقات کا تذکرہ فرمایا اور خود کو سب سے قریبی قرار دیا۔ کئی مقامات پر رشتے کے ساتھ اطاعت میں بھی خود کو سب سے آگے قرار دیا۔ جس کا تذکرہ تفصیل سے گزر چکا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

(ا) خطبہ: ٦٥

فِیْ مَعْنَی الْاَنْصَارِ:

قَالُوْا: لَمَّا انْتَهَتْ اِلٰی اَمِیْرِ الْمومنِیْنَ علیہ السلام اَنْبَآءُ السَّقِیْفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قَالَ علیہ السلام: مَا قَالَتِ الْاَنْصَارُ؟ قَالُوْا: قَالَتْ: مِنَّآ اَمِیْرٌ وَ مِنْكُمْ اَمِیْرٌ، قَالَ علیہ السلام: فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ: بِاَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَصّٰی بِاَنْ يُّحْسَنَ اِلٰی مُحْسِنِهِمْ وَ يُتَجَاوَزَ عَنْ مُّسِيْٓئِهِمْ؟ قَالُوْا: وَ مَا فِیْ هٰذَا مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ؟ فَقَالَ علیہ السلام: لَوْ كَانَتِ الْاِمَارَةُ فِيْهِمْ لَمْ تَكُنِ الْوَصِيَّةُ بِهِمْ. ثُمَّ قَالَ علیہ السلام: فَمَاذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ؟ قَالُوْا: احْتَجَّتْ بِاَنَّهَا شَجَرَةُ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

---

[۱] نہج البلاغہ: خط ۴۵، ص ۸۴۷

فَقَالَ علیہ السلام: احْتَجُّوا بِالشَّجَرَةِ وَ اَضَاعُوا الثَّمَرَةَ.

انصار کے بارے میں:

پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچیں تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ: ''انصار کیا کہتے تھے؟'' لوگوں نے کہا کہ: وہ کہتے تھے کہ ایک ہم میں سے امیر ہو جائے اور ایک تم میں سے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ: ''تم نے یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ رسول اللہؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ انصار میں جو اچھا ہو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور جو برا ہو اس سے درگزر کیا جائے''۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں ان کے خلاف کیا ثبوت ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ: ''اگر حکومت و امارت ان کیلیے ہوتی تو پھر ان کے بارے میں دوسروں کو وصیت کیوں کی جاتی''۔ پھر حضرتؑ نے پوچھا کہ: ''قریش نے کیا کہا؟'' لوگوں نے کہا کہ: انہوں نے شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی وجہ سے اپنے استحقاق پر استدلال کیا۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ: ''انہوں نے شجرہ ایک ہونے سے تو استدلال کیا، لیکن اس کے پھلوں کو ضائع و برباد کر دیا''۔ [1]

سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انصار کے مقابلے میں مہاجرین کی سب سے بڑی دلیل اور وجہ کامرانی یہی چیز تھی کہ قریش چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم قوم و ہم قبیلہ ہیں، لہٰذا ان کے ہوتے ہوئے کوئی غیر خلافت کا حقدار نہیں ہو سکتا اور اسی بنا پر انصار کا جمِ غفیر تین مہاجرین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار ہو گیا اور وہ نسلی امتیاز کو پیش کر کے خلافت کی بازی جیتنے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ مؤرخ طبری واقعات سقیفہ کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

---

[1] نہج البلاغہ: خ ۶۵، ص ۲۳۹

جب انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے اجتماع کیا تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور ابوعبیدہ ابن جراح بھی سن گن پا کر وہاں پہنچ گئے۔ اس موقعہ کے لیے حضرت عمر نے پہلے سے کچھ سوچ لیا تھا جسے کہنے کے لیے اٹھے، مگر حضرت ابوبکر نے انہیں روک دیا اور کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد وثنا اور مہاجرین کی ہجرت اور سبقت ایمانی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

فَهُمْ اَوَّلُ مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ، وَ هُمْ اَوْلِيَآؤُهٗ وَ عَشِيْرَتُهٗ، وَ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْۢ بَعْدِهٖ، وَ لَا يُنَازِعُهُمْ ذٰلِكَ اِلَّا ظَالِمٌ۔

یہ وہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے زمین میں اللہ کی پرستش کی اور سب سے پہلے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ یہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور ان کے کنبہ والے ہیں اور یہی سب سے زائد خلافت کے حقدار ہیں، جو ان سے ٹکرائے گا وہ ظالم ہوگا۔ [۱]

جب حضرت ابوبکر اپنا بیان ختم کر چکے، تو حباب ابن منذر کھڑے ہوئے اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

اے گروہ انصار! تم اپنی باگ ڈور دوسروں کے ہاتھ میں نہ دو۔ دنیا تمہارے سایہ میں بس رہی ہے۔ تم عزت وثروت والے اور قبیلے جتھے والے ہو۔ اگر مہاجرین کو بعض چیزوں میں تم پر فضیلت ہے تو تمہیں بھی بعض چیزوں میں ان پر فوقیت حاصل ہے۔ تم نے انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی، تم اسلام کے بازوئے شمشیر زن ہو، تمہاری وجہ سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، تمہارے شہروں میں آزادی سے اللہ کی نمازیں قائم ہوئیں، تم تفرقہ و

---

[۱] طبری، ج ۲، ص ۴۵۷

انتشار سے اپنے کو بچاؤ اور اپنے حق پر یکجہتی سے جمے رہو اور اگر مہاجرین تمہارا حق تسلیم نہ کریں تو پھر ان سے کہو کہ: ایک امیر تم میں سے ہوگا اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا۔

حباب یہ کہہ کر بیٹھے ہی تھے کہ حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور فرمایا:

هَيْهَاتَ لَا يَجْتَمِعُ اثْنَانِ فِيْ قَرْنٍ، وَاللهِ! لَا تَرْضَى الْعَرَبُ اَنْ يُّؤَمِّرُوْكُمْ وَ نَبِيُّهَا مِنْ غَيْرِكُمْ وَ لٰكِنَّ الْعَرَبَ لَا تَمْنَعُ اَنْ تَوَلّٰى اَمْرَهَا مَنْ كَانَتِ النُّبُوَّةُ فِيْهِمْ وَ وَلّٰى اُمُوْرَهُمْ مِنْهُمْ، وَ لَنَا بِذٰلِكَ عَلٰى مَنْ اَبٰى مِنَ الْعَرَبِ الْحُجَّةُ الظَّاهِرَةُ وَ السُّلْطَانُ الْمُبِيْنُ مَنْ ذَا يُنَازِعُنَا سُلْطَانَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اِمَارَتَهٗ وَ نَحْنُ اَوْلِيَآؤُهٗ وَ عَشِيْرَتُهٗ اِلَّا مُدْلٍ بِبَاطِلٍ اَوْ مُتَجَانِفٌ لِّاِثْمٍ وَّ مُتَوَرِّطٌ فِيْ هَلَكَةٍ.

ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک زمانہ میں دو (حکمران) جمع ہوجائیں۔ خدا کی قسم! عرب اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے نہیں ہے۔ البتہ عرب کو اس میں ذرا پس وپیش نہ ہوگا کہ وہ خلافت اس کے حوالے کریں کہ جس کے گھرانے میں نبوت ہو اور صاحبِ امر بھی انہی میں سے ہو اور انکار کرنے والے کے سامنے اس سے ہمارے حق میں کھلم کھلا دلیل اور واضح برہان لائی جاسکتی ہے۔ جو ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت وامارت میں ٹکرائے گا، وہ باطل کی طرف جھکنے والا، گناہ کا مرتکب ہونے والا اور ورطۂ ہلاکت میں گرنے والا ہے۔[۱]

حضرت عمر کے بعد حباب پھر کھڑے ہوئے اور انصار سے کہا کہ:

دیکھو! اپنی بات پر ڈٹے رہو اور اس کی اور اس کے ساتھیوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ یہ تمہارے حق کو دبانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو انہیں اپنے شہروں سے نکال باہر کرو اور خلافت کو سنبھال لو۔ بھلا تم سے زیادہ اس کا کون حقدار ہوسکتا ہے۔

---

[۱] طبری، ج ۲، ص ۴۵۷

حباب خاموش ہوئے تو حضرت عمر نے انہیں سخت سست کہا۔ ادھر سے بھی کچھ تلخ کلامی ہوئی اور بزم کا رنگ بگڑنے لگا۔ ابوعبیدہ نے جب یہ دیکھا تو انصار کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے ڈھرے پر لانے کے لیے کہا کہ:

اے گروہِ انصار! تم وہی لوگ ہو جنہوں نے ہمیں سہارا دیا، ہماری ہر طرح کی مدد امداد کی، اب اپنی روش کو نہ بدلو اور اپنے طور طریقوں کو نہ چھوڑو۔

مگر انصار ان باتوں میں نہ آئے اور وہ سعد کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہ تھے اور ان کی طرف لوگ بڑھا ہی چاہتے تھے کہ سعد کے قبیلہ کا ایک آدمی بشیر خزرجی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ:

بے شک ہم نے جہاد میں قدم بڑھایا، دین کو سہارا دیا، مگر اس سے ہماری غرض صرف اللہ کی رضا مندی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تھی۔ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم تفوق جتلائیں اور خلافت میں جھگڑا کریں۔ اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنْ قُرَيْشٍ وَّ قَوْمُهٗ اَحَقُّ بِهٖ وَ اَوْلٰى: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں سے تھے، لہٰذا ان کی نیابت و وراثت کا حق بھی انہی کی قوم کو پہنچتا ہے''۔

بشیر کا یہ کہنا تھا کہ انصار میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کا مقصد بھی یہی تھا، چونکہ وہ اپنے کنبہ کے ایک آدمی کو اس طرح بڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا، لہٰذا مہاجرین نے انصار کے اس افتراق سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کا تہیہ کر لیا۔ ابھی وہ بیعت کے لیے بڑھے ہی تھے کہ بشیر نے سب سے پہلے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر رکھ دیا اور پھر حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے بیعت کی اور پھر بشیر کے قوم قبیلے والے بڑھے اور بیعت کی اور سعد ابن عبادہ کو پیروں تلے روند کر رکھ دیا۔

امیر المومنین علیہ السلام اس موقعہ پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل و کفن میں مصروف تھے۔ بعد میں

جب سقیفہ کے اجتماع کے متعلق سنا اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ مہاجرین نے اپنے کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قوم وقبیلہ کہہ کر انصار سے بازی جیت لی ہے تو یہ لطیف جملہ فرمایا کہ: ''شجرہ ایک ہونے سے تو دلیل لائے ہیں اور اس کے پھلوں کو ضائع کر دیا ہے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیتؑ ہیں''۔ یعنی اگر شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی بنا پر ان کا حق مانا گیا ہے تو جو اس شجرۂ رسالت کے پھل ہیں وہ کیونکر نظر انداز کئے جا سکتے ہیں؟ حیرت ہے کہ حضرت ابوبکر جو ساتویں پشت پر اور حضرت عمر جو نویں پشت پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتے ہیں، وہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قوم و قبیلہ بن جائیں اور جو ابن عم تھا اس کے بھائی ہونے سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔ [۱]

### د) اہلِ بیتِ رسول اللہؐ

خاندان کی جب بات آتی ہے تو جہاں آباؤ اجداد اور امہات اس کا مہم حصہ ہیں اسی طرح اولاد بھی ایک مہم حصہ ہے اور خاندان اوپر اور نیچے دونوں طرف سے انسان کی عظمت وفضیلت کی نشاندہی کرتا ہے، رسول اللہؐ کے آباؤ اجداد وامہات کا تذکرہ قابل فخر ہے تو آپؐ کی اولاد بھی عظمت کی مالک ہے۔ اولاد کی اہمیت اس لحاظ سے مزید بڑھ جاتی ہے کہ اس شخص کی زندگی کے اہداف ومقاصد کی حفاظت اور اُسے آگے بڑھانا اولاد پر موقوف ہوتا ہے اس لیے قرآن مجید میں اللہ والوں کی اولاد کے لیے دُعائیں ذکر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امامت ملتی ہے تو ذریّت کے لیے سوال کرتے ہیں اور اپنی نسل میں سے آئندہ والوں کے لیے رسول کے مبعوث کرنے کی دُعا فرماتے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام اپنے بعد اپنے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے وارث مانگتے ہیں۔ اسی طرح پیغمبر اکرمؐ کو اللہ ﴿اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ﴾ کی صورت میں آئندہ کے لیے تسلیاں دیتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ خاتم الانبیا ہیں اور آپؐ کی نبوت کا پیغام تا قیامت رہنے والا ہے اس لیے اللہ

---

[۱] نہج البلاغہ: حاشیہ خطبہ ۶۵، مفتی جعفر حسین رح، ص ۲۳۹-۲۴۱

سبحانہ تعالیٰ نے آپؐ کو ایسی اولاد سے سرفراز فرمایا جو آپؐ کے پیغام کی محافظ بھی ہے اور مبلغ و مفسر بھی ہے۔ اس اولاد کا تعارف مباہلہ جیسے مقامات پر اور مودّت قربیٰ کے سوال کی صورت میں اللہ سبحانہ خود قرآن میں بیان فرماتا رہا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی ثقلین کی صورت میں اور امامت کے افراد کا گن گن کر اپنی زندگی میں تعارف کراتے رہے اور کہہ گئے کہ ان سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے اور یہ قرآن سے جُدا نہیں ہوں گے۔ اولادِ رسول میں سے ان ہادیوں اور ائمہ کو امیر المومنینؑ نے متعدد مقامات پر مختلف انداز سے تعارف کرایا۔ اس حصہ میں خاندانِ نبی کی ان شخصیات کے ذکر کو مختصر انداز سے پیش کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ یہی ہستیاں جنہیں کبھی امیر المومنینؑ نے آل کہا، کبھی عترت کہا، کبھی شجرہ کہا، کبھی خلیفہ کہا آپؐ کے خاندان اور مقاصد کو جاننے اور اسے آگے بڑھانے کے لیے ان کی معرفت ضروری ہے۔

یہاں اہل بیتؑ کے بارے میں تفصیلی بیان مقصود نہیں اور اس موضوع پر ”اہل بیتؑ در نہج البلاغہ“ کے عنوان سے مکمل کتابیں موجود ہیں۔

(۱) خطبہ نمبر ۱

ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهٗ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِقَآئَهٗ، وَ رَضِيَ لَهٗ مَا عِنْدَهٗ، وَ اَكْرَمَهٗ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا، وَ رَغِبَ بِهٖ عَنْ مُّقَارَنَةِ الْبَلْوٰى، فَقَبَضَهٗ اِلَيْهِ كَرِيْمًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَ خَلَّفَ فِيْكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْاَنْبِيَآءُ فِيْٓ اُمَمِهَا، اِذْ لَمْ يَتْرُكُوْهُمْ هَمَلًا، بِغَيْرِ طَرِيْقٍ وَّاضِحٍ، وَ لَا عَلَمٍ قَآئِمٍ۔

پھر اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لقاء وقرب کے لیے چنا، اپنے خاص انعامات آپؐ کے لیے پسند فرمائے اور دارِ دنیا کی بود و باش سے آپؐ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپؐ کے رخ کو موڑا اور دنیا سے باعزت آپؐ کو

اٹھالیا۔حضرتؐ تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے جو انبیاؑ اپنی اُمتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔اس لیے کہ وہ طریق واضح ونشانِ محکم قائم کیے بغیر یوں ہی بے قیدو بند انہیں نہیں چھوڑتے تھے۔ ①

اگر کسی کو سیرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ سیکھنا ہے تو آپؐ کی زندگی کے اس حصہ کو بھی سمجھنا پڑے گا کہ جب پیغمبرؐ کا اس دُنیا سے کوچ ہوا تو پھر کیا ہوا۔ یہاں امیر المومنینؑ نے واضح فرمایا کہ گزشتہ انبیاؑ کی سیرت کے مطابق پیغمبرؐ نے بھی عمل کیا اور امامؑ کی مراد وہی چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ثقلین میں ارشاد فرمائی اور حدیثِ ثقلین میں بعض حوالوں کے مطابق لفظ یوں ہیں:

اِنِّیْ مُخْلِفٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ وَ اَنَّهُمَا لَن یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔

بے شک میں تمہارے درمیان دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت، اور یہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آملیں۔ ②

## (۲) خطبہ نمبر ۲

هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهٖ، وَ لَجَاُ اَمْرِهٖ، وَ عَیْبَةُ عِلْمِهٖ، وَ مَوْئِلُ حِكَمِهٖ، وَ كُهُوْفُ كُتُبِهٖ، وَ جِبَالُ دِیْنِهٖ، بِهِمْ اَقَامَ انْحِنَآءَ ظَهْرِهٖ، وَ اَذْهَبَ ارْتِعَادَ فَرَآئِصِهٖ۔

وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں، علمِ الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱،ص ۹۷

② منہاج البراعۃ: ج ۲،ص ۱۷۸

مرجع ہیں، کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی۔ [1]

اہل بیت علیہم السلام کے آٹھ جملوں میں فضائل بیان فرمائے۔ کوئی شرح نہیں کرنی ترجمہ پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کا یہ خاندان اتنا بلند ہے کہ ہر نبی کی محنت کے محافظ و وارث بن گئے اور یہی امام صادق علیہ السلام نے زیارت وارث میں امام حسین علیہ السلام کے لیے فرمایا۔ انبیاؑ کے نام لے لے کر فرمایا آپؑ وارث ہیں۔ علی علیہ السلام کے خطبے میں یہ اہل بیت علیہم السلام کی نہیں نبیؐ کی تعریف ہے گویا وہ نبیؐ جن کی ایسی اہل بیتؑ ہیں۔

## (۳) خطبہ نمبر ۲

لَا يُقَاسُ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَحَدٌ، وَ لَا يُسَوّٰى بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ اَبَدًا. هُمْ اَسَاسُ الدِّيْنِ، وَ عِمَادُ الْيَقِيْنِ، اِلَيْهِمْ يَفِيْٓءُ الْغَالِيْ وَ بِهِمْ يَلْحَقُ التَّالِيْ، وَ لَهُمْ خَصَآئِصُ حَقِّ الْوِلَايَةِ، وَ فِيْهِمُ الْوَصِيَّةُ وَ الْوِرَاثَةُ. اَلْاٰنَ اِذْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلٰۤى اَهْلِهٖ، وَ نُقِلَ اِلٰى مُنْتَقَلِهٖ۔

اس امت میں کسی کو آلِ محمد علیہم السلام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آ کر ملنا ہے۔ حق ولایت کی خصوصیات انہی کے لیے ہیں اور انہی کے بارے میں (پیغمبرؐ کی) وصیت اور انہی کے لیے (نبیؐ کی) وراثت ہے۔ اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

جگہ پر منتقل ہو گیا۔ ①

یہ ہیں وہ جن جیسا کوئی نہیں۔ امامت وقیادت کی خصوصیات، ولایت کے کمالات انہی میں پائے جاتے ہیں اور نبیؐ اپنے بعد انہی کی اطاعت کرنے اور انہی کا دامنِ عصمت تھامنے کی وصیت فرما گئے۔ یہی پیغمبرؐ کے علم وکمال کے وارث ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام اللہ کی نعمت ہیں۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

بلا شبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کی اہل بیتؑ، اللہ کی مخلوق پر ایک نعمت ہیں خاص کر علی علیہ السلام جس کی قدر بیان نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے اسلام و ہدایت کی دعوت دی۔ علی علیہ السلام تلوار سے ہمیشہ جہاد کرتے رہے قرآن کی تفسیر بیان کرتے رہے اور عربوں کو اس طرف راہنمائی کرتے رہے جس کا وہ تصور بھی نہیں رکھتے تھے۔ اپنے سے پہلے والوں کے لیے بھی علی علیہ السلام نعمت تھے کیونکہ علی علیہ السلام جہاد کرتے رہے وہ بیٹھے رہے۔ جو انصاف کرے گا وہ جان لے گا کہ اگر علی علیہ السلام کی تلوار نہ ہوتی تو مشرکین غالب ہوتے اور علی علیہ السلام کے جہاد کے آثار آپ بدر واُحد، خندق وخیبر وحنین میں دیکھ چکے اور دوسری نعمت علی علیہ السلام کا وہ علم ہے کہ اگر علی علیہ السلام کا علم نہ ہوتا تو بہت سے احکام میں غلط فیصلے ہوتے رہتے۔ ②

یہ ہیں نبیؐ کی آل (ع) جن کے لیے امامؑ نے اَسَاسُ الدِّیْنِ یعنی دین کی بنیاد کا لفظ استعمال کیا اور ابن ابی الحدید کہتے ہیں یہ ہیں اصول دین۔

## (۴) خطبہ نمبر ۴

بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَآءِ، وَ تَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَآءِ، وَ بِنَا انْفَجَرْتُمْ عَنِ السَّرَارِ۔

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۸

② شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱، ص ۱۴۱

ہماری وجہ سے تم نے (گمراہی) کی تیرگیوں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت و بلندی کی چوٹیوں پر قدم رکھا اور ہمارے سبب سے اندھیری راتوں کو اندھیاریوں سے صبح (ہدایت) کے اجالوں میں آ گئے۔ ①

اس خطبہ کے لفظ "بِنَا" یعنی ہم پر غور کیا جائے تو پیغمبر اکرمؐ کے خاندان وعترت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ "نَا" ہم سے مراد پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کی آل امامؑ نے مراد لی ہے اور مقصد یہ ہے کہ بعثتِ پیغمبرؐ سے پہلے تم جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے اور گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے اور ہماری وجہ سے تم نے ہدایت حاصل کی، گویا مقصدِ نبیؐ میں علی علیہ السلام و اہل بیت نبی شامل ہیں اور یہی کمالِ خاندانِ نبوی ہے۔

## (۵) خطبہ نمبر ۶۵

اِحۡتَجُّوۡا بِالشَّجَرَةِ وَ اَضَاعُوا الثَّمَرَةَ۔

انہوں نے شجرہ ایک ہونے سے تو استدلال کیا، لیکن اس کے پھلوں کو ضائع و برباد کر دیا۔ ②

امیر المومنینؑ نے رسول اللہؐ سے اپنی رشتہ داری کو مختلف مقامات پر بیان کیا اور ان میں سے ایک خوبصورت مقام یہ خطبہ ہے۔ رحلتِ رسولؐ کے بعد سقیفہ میں انصار و مہاجرین کے درمیان خلافت پر جو جھگڑا ہوا، نہج البلاغہ کے اس خطبہ کی شرح میں بڑی تفصیل تحریر کی گئی۔ ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی چورانوے صفحات میں شرح لکھی ہے۔ ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ انصار نے خلافت کے لیے دلیلیں دیں کہ ہم رسول اللہؐ کے مددگار ہیں اور مہاجرین نے مقابلے میں یہ دلیل دی کہ ہم رسول اللہؐ کے رشتہ دار ہیں۔

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۴، ص ۱۲۹

② نہج البلاغہ: خطبہ ۶۵، ص ۲۳۹

خلافت کے تقسیم ہو جانے کے بعد جب امامؑ تک یہ خبر پہنچی تو امامؑ نے دونوں کی دلیلوں کو دو جملوں میں رد کر دیا۔ مہاجرین نے چونکہ دلیل دی تھی کہ ہم قریشی ہیں اور رسول اللہؐ کے رشتہ دار ہیں اس لیے خلافت ہمارا حق ہے اور اس دلیل کے زور پر خلافت حاصل کر لی۔ امامؑ نے اسے یوں رد فرمایا کہ اگر خلافت رشتہ داری اور شجرۂ رسول ہونے سے ملتی ہے تو ہم قریبی رشتہ دار ہیں اور امام نے خود کو اس درخت کا پھل قرار دیا جو درخت کی پہچان بھی ہوتا ہے اور درخت کا اصل مقصد بھی وہی پھل ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ تعلق ہے جو پھل کو درخت سے ہوتا ہے۔ البتہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ امیر المومنینؑ نے سقیفہ میں مہاجرین کی دی گئی دلیل کو رد کرنے کے لیے رشتے اور تعلق کو بیان کیا ورنہ شیعہ امامیہ کے ہاں خلافت کا معیار علم و عصمت ہوتا ہے رشتہ و تعلق نہیں۔ رسول اللہؐ کے خاندان و اہل بیت علیہم السلام کے اس تذکرہ کے بیان کو اس پر تمام کرتے ہیں چونکہ عظمتِ اہل بیت علیہم السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا تعلق ایک وسیع موضوع ہے۔ جس پر الگ کتابیں موجود ہیں۔

## (۶) خطبہ نمبر ۹۲

ایک مقام پر امامؑ نے خاندانِ پیغمبرؐ کی اہمیت یوں بیان فرمائی:

عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ

آپؐ کی عترت و اولاد بہترین اولاد ہے۔ (۱)

جہاں پیغمبرؐ کے لیے اولاد قابلِ فخر ہے وہیں پیغمبرؐ کی عظمت کا ایک ذریعہ بھی آپؐ کی اولاد ہے جنہوں نے اپنا خون خرچ کر کے مقصدِ رسولؐ کو بچایا۔

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲، ص ۳۱۳

## (۷) خطبہ نمبر ۱۰۷

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَ مَحَطُّ الرِّسَالَةِ، وَ مُخْتَلَفُ الْمَلٰٓئِكَةِ، وَ مَعَادِنُ الْعِلْمِ، وَ يَنَابِيْعُ الْحِكَمِ، نَاصِرُنَا وَ مُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ، وَ عَدُوُّنَا وَ مُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ.

ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی فرودگاہ، علم کا معدن اور حکمت کا سر چشمہ ہیں۔ ہماری نصرت کرنے والا اور ہم سے محبت کرنے والا رحمت کے لیے چشم براہ ہے اور ہم سے دشمنی وعناد رکھنے والے کو قہر (الٰہی) کا منتظر رہنا چاہیے۔[۱]

اس خطبہ میں امیر المومنینؑ نے اوصافِ الٰہیہ کو بیان فرمایا تو وہ بے مثال انداز و اوصاف تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کی فضیلت وعظمت خاص کر آپؐ کے زہد کو پیش کیا تو وہ منفرد تھے جن کی تفصیل زہدِ نبیؐ کے عنوان کے تحت الگ بیان ہوگی۔ اس حصہ میں سات جملوں میں اہل بیت نبیؐ کی خصوصیات کے لیے بے نظیر انداز اپنایا۔ ابنِ میثمؒ لکھتے ہیں:

وَالْفَصْلُ اِخْتِصَاصٌ لِحَالِ الرَّسُوْلِ وَ اَوْصَافِهِ الْحَمِيْدَةِ لِيُبْنٰى عَلَيْهَا مُمَادِحُ نَفْسِهِ بَعْدُ...

امامؑ نے اس حصہ میں رسول اللہؐ کے حالات اور اوصافِ حمیدہ کو بیان فرمایا تاکہ ان اوصاف پر بعد میں اپنی مدح وتعریف کی بنیاد رکھے کیونکہ یہ آپ اور آپ کے مخالفین کے درمیان ایک دوسرے پر فخر جتانے کا مقام تھا۔ پھر آپؑ نے رسول اللہؐ سے تعلق ورشتے کی وجہ سے اپنی فضیلت بیان فرمائی۔ اس لیے فرمایا کہ ہم اس گھر سے تعلق رکھتے ہیں جو نبوت کا شجر، رسالت کی منزل اور ملائکہ کے آنے جانے کی جگہ ہے۔ جب امامؑ اس شجر سے ہیں تو ہر شاخ اپنی اصل اور جڑ سے قربت کی وجہ سے مخصوص پھل رکھتی ہے اور اس اعتبار سے امامؑ

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۷، ص ۳۴۳

کی رسول اللہؐ سے نسب و تعلق کی وجہ سے آپؑ کی فضیلت کا علم ہوتا ہے۔[۱]

ان جملات میں ابن میثم نے رسول اللہؐ سے امامؑ کے رشتے و تعلق کی بنا پر آپؑ کو صاحبِ فضیلت شمار کیا۔ مگر اسی خطبے کی شرح میں ابن ابی الحدید نے اللہ کے اوصاف بیان فرمانے کے منفرد انداز کی وجہ سے صاحبِ عظمت و فضیلت گنا ہے۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

هٰذَا مَوْضَعُ الْمَثَلِ: "فِيْ كُلِّ شَجَرَةٍ نَارٌ، وَ اِسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعِفَارُ، اَلْخُطُبُ الْوَعْظِيَّةُ الْحَسَّانِ كَثِيْرَةٌ، وَلٰكِنْ هٰذَا حَدِيْثٌ يَأْكُلُ الْاَحَادِيْثَ:

مَحَاسَنُ اَصْنَافِ الْمُغَنِّيْنَ جَمَّةٌ * وَمَا قَصَبَاتُ السَّبْقِ اِلَّا لِمَعْبَد.

مَنْ اَرَادَ اَن يَّتَعَلَّمَ الْفَصَاحَةَ وَالْبَلَاغَةَ، وَيَعْرِفَ فَضْلَ الْكَلَامِ بَعْضِهٖ عَلٰى بَعْض، فَلْيَتَاَمَّلْ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ۔۔۔

یہ مقام اس مثال کے پیش کرنے کی جگہ ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ ہر درخت کی شاخ میں آگ ہوتی ہے مگر کڑوے بادام کے درخت اور سُرخ بید کے درخت آگ پکڑنے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ پند و نصیحت کے حامل بڑے اچھے خطبے بہت ہیں مگر علی علیہ السلام کی یہ باتیں باتوں کو کھا جانے والی ہیں۔ گیت گانے والوں کے آواز کی بڑی بڑی خوبیاں اور اچھائیاں ہیں مگر سب پر سبقت و فوقیت فقط معبد کو حاصل ہے۔ جو بھی فصاحت و بلاغت کے سیکھنے کا ارادہ رکھتا ہے اور ایک کلام کی دوسری کلام پر فضیلت کو جاننا چاہتا ہے وہ اس خطبے میں غور و فکر کرے۔ اس خطبہ کو سوائے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کے ہر فصیح کلام سے وہی نسبت ہے جیسے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے کو زمین کے ایک سیاہ و تاریک پتھر سے۔

---

[۱] شرحِ نہج البلاغہ، ابنِ میثم: ج ۳، ص ۱۰۹

اگر اس خطبے کی جلالت وعظمت اور اس سے پیدا ہونے والے ترس وبیم کو اور خوف ووحشت کو دیکھا جائے تو اگر یہ خطبہ خدا کے منکر وملحد کے سامنے جو انسان کے دوبارہ اُٹھائے جانے اور قیامت کے نہ آنے کا مضبوط یقین رکھتا ہو پڑھا جائے تو اس کی قوّت ختم، دل مرعوب، نفس جان کمزور اور اعتقاد متزلزل ہوجائے گا۔ اللہ اس خطبے کے بیان کرنے والے کو اسلام کی خدمت کے بدلے میں اس جزا سے افضل وبہتر جزا دے جو اپنے اولیاء کو دیتا ہے۔ یہ خطبہ کہنے والے نے اسلام کی کتنی ہی خدمت کی۔ کبھی اپنے ہاتھ اور تلوار سے، کبھی زبان و بیان سے، کبھی دل وفکر سے۔ اگر اس کے جہاد و جنگ کی بات کی جائے تو وہ مجاہدین اور جنگجوؤں کا سید وسردار ہے۔ اگر اس کے وعظ ونصیحت کو پیش کیا جائے تو وہ سب سے بڑا ابلیغ واعظ و یاددہندہ ہے۔ اگر فقہ وتفسیر کا تذکرہ کیا جائے تو وہ فقہاء ومفسرین کا رئیس وسردار ہے اور اگر عدل وتوحید کا بیان ہوتو وہ اہلِ عدل وموحّدین کا امام ہے۔

لَيْسَ عَلَى اللهِ بِمُسْتَنْكَرٍ          اَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

"اللہ سے یہ چیز بعید وقابلِ انکار نہیں کہ پورے عالَم و جہان کو ایک شے میں جمع کردے۔"[۱]

توحید کا بیان ہو یا اوصاف ونعتِ پیغمبرؐ کا تذکرہ ہو علی علیہ السلام سب سے بڑھ کر ہیں اور اسی فخر کو بقول ابن میثم علی علیہ السلام یہاں ثابت فرمارہے ہیں اور اپنے اور اپنے اہل بیت علیہم السلام کے سات فضائل بیان کرکے پیغمبرؐ کے خاندان کی عظمت بیان کی۔ "ہم" کہہ کر ان جملوں میں رسول اللہؐ سے نسب وخونی رشتہ ہی نہیں بلکہ حسب ومقصد میں شریک ہونے کو بتایا اس لیے کہ بات نبی ورسول کی نہیں کی بلکہ نبوت ورسالت کی کی، گویا اس کے بچانے میں اس کو پہنچانے میں رسول اللہؐ کے شریکِ کار رہے۔

---

[۱] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۷، ص ۲۰۲، ۲۰۳

ان جملات کی شرح میں شارحین نے عظمتِ اہل بیت علیہم السلام کو بڑی تفصیل سے بیان کیا۔ مگر ہم جیسے کہ تحریر کر چکے ہیں اس موضوع کی تفصیل میں نہیں جاتے، فقط ان جملوں میں سے ایک جملے "وَمُخْتَلَفُ الْمَلٰٓئِكَةِ" اور ملائکہ کے آنے جانے کی جگہ و مقام ہیں، کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ یہاں اگر وہ ملائکہ مراد ہوں جو وحی لے کر آتے ہیں تو مقصود یہ ہوگا کہ ہم وہ ہیں جس گھر میں جو پیغمبرؐ کا گھر ہے ملائکہ پیغمبرؐ پر وحی لے کر آتے ہیں اور اگر مراد عمومی ملائکہ ہوں تو بات واضح ہے کہ ملائکہ خدمت و بشارت کے لیے آتے تھے اور اس خدمت وخوشخبری کو ابن ابی الحدید نے تفصیل سے لکھا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں کہ

اگر "هُمْ" سے آپؑ کی مراد پیغمبر اکرمؐ سمیت خاندان ہے تو بات واضح ہے اور اگر امامؑ نے اپنی ذات اور اولاد مراد لی ہے تو بھی بات صحیح ہے کیونکہ صحیح روایات میں آیا ہے، ابوایوب انصاری روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ملائکہ مجھ پر اور علی علیہ السلام پر سات سال صلوٰۃ بھیجتے رہے اور ہمارے علاوہ کسی تیسرے پر صلوٰۃ نہیں بھیجی اور یہ اس وقت تھا جب اسلام ظاہر نہیں ہوا تھا اور لوگ اسلام کے بارے کچھ نہیں جانتے تھے۔

اور شہادتِ امیر المومنینؑ پر امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

لَقَدْ فَارَقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ رَجُلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ الْاَوَّلُوْنَ وَلَا يُدْرِكُهُ الْآخِرُوْنَ، كَانَ يَبْعَثُهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِلْحَرْبِ وَجِبْرِيْلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَمِيْكَائِيْلُ عَنْ يَسَارِهٖ.

آج کی رات آپ سے وہ شخص جُدا ہوا ہے کہ پہلے والے آپ کے برابر نہیں ہوسکتے اور بعد والے انہیں درک نہیں کر سکتے، انہیں جب رسول اللہؐ جنگ کے لیے بھیجتے تو جبریلؑ ان کے دائیں ہوتے اور میکائیلؑ ان کے بائیں ہوتے۔ [۱]

---

[۱] شرحِ نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۷، ص ۲۱۹

## (ہ) نبی اکرمؐ کی پیدائش کا مقام وزمانہ

عظمتوں بھرے اس خاندان کی عزت اور عظمتوں کو بڑھانے و بلند کرنے والی ہستی یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ پیدائش وزمانۂ پیدائش اور بچپنے کو چند مقامات پر امامؑ نے نہج البلاغہ میں بیان فرمایا:

### (ا) خطبہ نمبر ا

ا۔ كَرِيمًا مِيلَادُهُ

آپؐ کی میلاد مبارک ومسعود تھی۔ ①

علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے میلاد کا ترجمہ مقام ولادت مکہ ہے سے کیا۔اور آقای مکارم شیرازی نے میلاد کے زمانے سے ترجمہ کیا ہے۔آقای محمد تقی شوستری نے بھی ولادت کا وقت برکت بھرا لکھا اور لکھتے ہیں کہ جب آپؐ کی ولادت ہوئی تو ہر طرف برکتیں ظاہر ہوئیں مثلاً تمام بُت منہ کے بَل گرے، ایوانِ کسریٰ کے کنگرے گرے، فارس کی ہزار سالہ آگ بُجھ گئی اور شیطان کی چیخ بلند ہوئی۔اگر میلاد کے دونوں معانی کر دیے جائیں کہ آپؐ کا مقامِ ولادت بھی بڑا عظمت وشکوہ والا مقام ہے اور آپؐ کا ولادت کا زمانہ بھی کرامت و سعادت کا حامل ہے تو بہتر نظر آتا ہے۔بعض شارحین نے یہ معنی بھی کیا ہے کہ آپؐ کا شجرۂ نسب بھی بڑا کرامت والا تھا تو یہ بھی واضح ہے اور خاندانِ پیغمبرؐ میں اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

میلادِ پیغمبرؐ گویا وہ وقت ہے جب: مَأْخُوذًا عَلَى النَّبِيِّينَ مِيثَاقُهُ ”جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا“۔ ②

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ا، ص ۹۷

② نہج البلاغہ: خطبہ ا، ص ۹۷

پس آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے انبیا سے کیے ہوئے وعدے مکمل ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانگی ہوئی دُعا پوری ہوئی۔ ﴿رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا﴾ ”پروردگارا! اور یہ گزارش ہے کہ ان میں ایک پیغمبر ان ہی میں سے بھیجنا“۔ ①

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دی ہوئی بشارت ظاہر ہوئی کہ ﴿وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ﴾ ''اور خوشخبری دیتا ہوں ایک پیغمبر کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا“۔ ②

## (۲) خطبہ نمبر ۱۵۹

### ا۔ مَوۡلِدُهٗ بِمَكَّةَ

ان کی جائے پیدائش مکہ ہے۔ ③

جیسا کہ گزشتہ حصہ میں گزر چکا ہے کہ آپؐ کی میلاد بابرکت و مسعود ہے، سے آپؐ کی ولادت کا وقت اور جگہ دونوں مراد لیے جائیں گے۔ اس فرمان میں امامؑ نے آپؐ کے مقامِ ولادت مکہ کو خصوصیت سے بیان فرمایا ہے اور یہ آپؐ کی فضیلت کے طور پر آیا نہ کہ کوئی خبر دینے کے لیے۔ فضیلت بھی فقط اس لیے نہیں کہ ایک شہر ہے بلکہ یہ حرمِ الٰہی ہے جہاں آپؐ کو پیغامِ الٰہی مخلوقِ الٰہی تک پہنچا تا ہے۔ رسول اللہؐ مکّہ سے بہت محبّت رکھتے تھے۔

یحییٰ بن حمزہ حویلد لکھتے ہیں:

حکایت کی گئی ہے کہ جب آپؐ نے مکّہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو مکّہ کے قریب (حزورہ) نامی جگہ پر جا کر بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم زمین

---

① سورۃ البقرہ:۱۲۹

② سورۃ الصّف:٦

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۹، ص ۴۵۰

کے ٹکڑوں میں سے تُو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اور اگر تیرے پاس سے مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز نہ نکلتا۔[۱]

یہ واقعہ "مسند احمد بن حنبل، ج ۴، ص ۳۰۵ اور ابن عبد البر فی التمھید ج ۶، ص ۳۲" میں بھی نقل ہوا ہے۔

## (۳) خطبہ نمبر ۱۰۳

خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلًا، وَ أَنْجَبَهَا كَهْلًا

بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرفِ کائنات تھے۔[۲]

آپؐ کے بچپنے کی عظمتیں بہت سے سیرت نگاروں نے لکھی ہیں۔ مناقب شہر آشوب میں مذکور ہے کہ آپؐ کے دادا حضرت عبد المطلب کعبہ کے سائے میں اپنی چادر بچھاتے اور ان کے وقار و جلال کی وجہ سے اس پر ان کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھتا تھا اور ان کے بیٹے ان کے اردگرد بیٹھتے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ اس چادر و فرش پر جا کر بیٹھتے تو آپؐ کے چچا آپؐ کو وہاں سے دور ہٹانے کی کوشش کرتے تو حضرت عبد المطلب فرماتے۔

دَعُوْا اِبْنِيْ فَوَاللّٰهِ اِنَّ لَهٗ شَانًا عَظِيْمًا "میرے بیٹے کو بیٹھنے دو خدا کی قسم ان کی بہت بڑی شان و عظمت ہے۔"

اسی طرح حضرت ابو طالبؑ سے آپؐ کے بچپنے کی عظمت یوں نقل ہوئی۔

"میں نے آپؐ کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے، جاہلیت کے زمانے کا کوئی کام کرتے ہوئے، بے موقع ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپؐ بچوں کے ساتھ کھیل کود میں شامل نہیں ہوتے تھے اور نہ ان کی جانب متوجہ ہوتے تھے۔ آپؐ کو تنہائی اور تواضع بہت پسند تھی"۔[۳]

---

[۱] الدیباج الوضی، شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۱۳۱۵

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۳، ص ۳۲۹

[۳] نہج الصباغہ، ج ۲، ص ۲۰۴ بحوالہ لابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۳۴

## (۴) خطبہ نمبر ۱۹۰

وَ لَقَدْ قَرَنَ اللهُ بِهٖ مِنْ لَّدُنْ اَنْ كَانَ فَطِيْمًا اَعْظَمَ مَلَكٍ مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِهٖ يَسْلُكُ بِهٖ طَرِيْقَ الْمَكَارِمِ، وَ مَحَاسِنَ اَخْلَاقِ الْعَالَمِ، لَيْلَهٗ وَ نَهَارَهٗ، وَ لَقَدْ كُنْتُ اَتَّبِعُهٗ اتِّبَاعَ الْفَصِيْلِ اَثَرَ اُمِّهٖ، يَرْفَعُ لِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ اَخْلَاقِهٖ عَلَمًا، وَ يَاْمُرُنِيْ بِالْاِقْتِدَآءِ بِهٖ۔

اللہ نے آپؐ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپؐ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپؐ ہر روز میرے لیے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ [1]

بچپنے سے آخر تک پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ایک عظیم فرشتے سے اکثر شارحین نے روح القدس مراد لیا جو جبریلؑ و میکائیلؑ سے بھی بڑا فرشتہ ہے گویا رسول اللہؐ کو مستقیمًا اللہ سبحانہ نے تربیت فرمائی اور اخلاقیات سے نوازا۔

ابن ابی الحدید نے اس جملے کی شرح میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی جس کے آخری جملات ہیں:

وَهُوَ الَّذِيْ كَانَ يُنَادِيْهِ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُوَ شَابٌّ لَمْ يَبْلُغْ دَرَجَةَ الرِّسَالَةِ بَعْدَ، فَيَظُنُّ اَنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْحَجَرِ اَوِالْاَرْضِ فَيَتَاَمَّلُ فَلَا يَرٰى شَيْئًا

"وہ فرشتہ آپؐ کو یوں صدا دیتا تھا۔ السلام علیک یا محمد یا رسول اللہؐ اور آپؐ اس

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۸

وقت جوان تھے درجہ رسالت پر فائز نہیں ہوئے تھے آپؐ اس صدا کے بعد خیال کرتے کہ شاید یہ پتھر یا زمین سے صدا آ رہی ہے مگر غور فرماتے تو کوئی چیز نہیں دیکھتے تھے"۔ (۱)

شیخ محمد تقی التستری لکھتے ہیں کہ:

شیخ الکلینی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کعبہ کے سائے میں فرش بچھاتے جس پر آپ کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ آپ کے بیٹے آپ کے سرہانے کھڑے ہوتے تھے اور جوان کے قریب ہوتا اُسے روک لیتے تھے۔ نبی اکرمؐ بچپنے میں گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے آئے اور آپ کے زانوؤں پر بیٹھ گئے۔ ان بیٹوں میں سے بعض آگے بڑھے کہ آپؐ کو ان سے دور ہٹائیں تو حضرت عبدالمطلب نے کہا: میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔

فَاِنَّ الْمَلَکَ قَدْ اَتَاہُ۔

"آپؐ کو ایک فرشتہ لایا ہے"۔ (۲)

پیغمبر اکرمؐ کے اخلاقیات کے لیے بچپنے سے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے خود اہتمام کیا اور جب آپؐ مبعوث برسالت ہوئے تو اللہ نے فرمایا۔

﴿وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾

اور بے شک آپؐ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔ (۳)

شارحینِ نہج البلاغہ نے یہاں اخلاقیاتِ پیغمبرؐ کے بارے میں بہت سے واقعات بیان کیے۔ شیخ محمد تقی التستری لکھتے ہیں کہ ان کے بچوں کے اخلاقیات دیکھیں،

---

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید: ج ۱۳، ص ۲۰۷

(۲) بہج الصباغہ شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۸ ۳۳ بحوالہ الکافی ج ۱، ص ۴۴۸، حدیث ۲۶

(۳) سورۃ القلم: ۴

سید سجاد علیہ السلام کی دُعائے مکارم الاخلاق کو پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس کی اہلِ بیتؑ کے اخلاقیات یہ ہیں اس نبیؐ کے اپنے اخلاقیات کیا ہوں گے۔ ①

امیر المومنینؑ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ایک فرشتے کے تذکرے اور آپؐ کی اخلاقی تربیت کے بیان کے بعد فرماتے ہیں کہ میں آپؐ کے پیچھے اونٹنی کے بچے کی طرح چلتا تھا اور آپؐ ہر روز میرے لیے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے۔ ان جملوں سے اگر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے تو مناسب لگتا ہے کہ رسول اللہؐ کی سیرت کی پاکیزگی کا ذمہ اللہ نے لیا تھا اور علی علیہ السلام کی سیرت کی بلندی کی ذمّہ داری بطور معلم رسول اللہؐ نے نبھائی۔ پس علی علیہ السلام انہی اخلاقیات کا آئینہ تھے جن اخلاقیات کے مالک رسول اللہؐ تھے۔

① بہج الصباغۃ شرح نہج البلاغۃ: ج ۲، ص ۳۴۰

# بعثتِ نبی اکرمؐ

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں جس موضوع کو سب سے زیادہ تفصیل سے بیان فرمایا وہ آپؐ کی بعثت کی بحث ہے۔ اس موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف): بعثت کی اہمیت

(ب): بعثتِ نبیؐ کے وقت حالات

(ج): بعثت کا مقصد وضرورت

## (الف): بعثت کی اہمیت

کسی شخص کو کسی معین و مشخص ذمہ داری کے ساتھ کسی کام کے لیے بھیجنے کو بعث کہا جاتا ہے۔ مثلاً نبیؐ کو تبلیغ کے لیے بھیجنا، لشکر کو جنگ کے لیے بھیجنا، قاصد کو پیغام پہنچانے کے لیے بھیجنا یا میت کو حساب و کتاب کے لیے اُٹھانا و بھیجنا۔ عموماً لفظِ بعثت پیغمبر اکرمؐ کے تبلیغِ حق کے لیے مقرر و مامور کرنے کے لیے اور آپؐ کے اعلانِ رسالت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث برسالت ہونے کو کبھی حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کے طور پر پیش کیا۔

﴿رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ﴾

اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرما۔ [1]

---

[1] سورۃ البقرہ:۱۲۹

کبھی اپنے احسان کے طور پر اس بعثت کو پیش کیا۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾

ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (۱)

اور کبھی اپنی نشانی و پہچان کے ذریعہ کے طور پر پیش کیا۔

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (۲)

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں آپؐ کی اس عظمت کو مختلف انداز سے بیان فرمایا۔ اور آپؐ کے بطور رسول بھیجے جانے کی اہمیت واضح فرمائی۔

## (۱) خطبہ نمبر ۷۰

وَ بَعِيْثُكَ بِالْحَقِّ، وَ رَسُوْلُكَ اِلَى الْخَلْقِ.

اورحق کے ساتھ تیری طرف سے بھیجے ہوئے اور مخلوق کی طرف تیرے ارسال کردہ ہیں۔ (۳)

اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ کے لائقِ صلوٰۃ ہونے کے ثبوت کے لیے بیس سے زیادہ اوصافِ نبی بیان فرمائے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ "اپنی مخلوق کی طرف اللہ نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا۔"

## (۲) خطبہ نمبر ۱۰۴

وَ بَعِيْثُكَ نِعْمَةً، وَ رَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً۔

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۶۴

(۲) سورۃ الجمعہ: ۲

(۳) نہج البلاغہ: خطبہ ۷۰، ص ۲۴۷

نعمت کے طور پر آپ کا بھیجا ہوا اور رحمت کے طور پر ارسال کیا ہوا۔ ①

امیر المومنینؑ نے یہاں پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کو اللہ کی نعمت اور رحمت قرار دیا اور اس نعمت کی یاد دہانی کرا کر اللہ کے شکر کی طرف متوجہ فرمایا۔

## (۳) خطبہ نمبر ۱۳۹

وَ اَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَّجِیْبُهٗ وَ بَعِیْثُهٗ۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے چنے ہوئے اور بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ②

امامؑ نے یہاں اللہ کی وحدانیت کی گواہی کے بعد اللہ کی نشانی اور مہربانی کے طور پر آپؐ کے بھیجے جانے کو بیان کیا اور بندوں کو اس نعمت کے شکرانے پر آمادہ کیا۔ اللہ اس نعمت کو بھیج کر بندوں پر کیا لطف فرمانا چاہتا تھا اِسے اس باب میں مقصدِ بعثت کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

## (ب) بعثتِ نبیؐ کے وقت کے حالات

کسی چیز کی اہمیت و عظمت کو جاننے کے لیے اس کی ضرورت اور حالات پر نظر کرنا لازمی ہوتا ہے۔ چشمے کے کنارے بیٹھے شخص کے لیے پانی کی وہ اہمیت نہیں ہوتی جو صحرا کی دھوپ میں موجود پیاسے کے لیے ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ کے کلام میں بھی پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے وقت کو پیش کیا گیا اور پھر آپؐ کے مبعوث ہونے کے اثرات کو پیش کیا گیا تاکہ آپؐ کی آمد کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۴، ص ۳۳۲

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۳۹، ص ۳۹۱

قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾

اورتم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اوراس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اورتم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئے تھے کہ اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا۔ [۱]

پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کے حالات کی طرف اشارہ فرما کر اللہ نے آپؐ کے وجود کی برکات کو بیان فرمایا اور یوں نبی اکرمؐ کی عظمت کو اُجاگر کیا۔ امیر المومنینؑ نے قرآن مجید کی پیروی کرتے ہوئے آپؐ کے بعثت کے زمانے کے حالات کو تفصیل سے بیان فرمایا جن میں سے کچھ موارد یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

(ا) خطبہ نمبر:ا

وَ اَهْلُ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُّتَفَرِّقَةٌ، وَ اَهْوَآءٌ مُّنْتَشِرَةٌ، وَ طَرَآئِقُ مُتَشَتِّتَةٌ. بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلْقِهٖ، اَوْ مُلْحِدٍ فِیْ اسْمِهٖ، اَوْ مُشِيْرٍ اِلٰى غَيْرِهٖ، فَهَدَاهُمْ بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ، وَ اَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهٖ مِنَ الْجَهَالَةِ.

اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جدا جدا، خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے، کچھ اسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ خداوند عالم نے آپؐ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔ [۲]

---

[۱] سورۃ آل عمران: ۱۰۳

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ا،ص ۹۷

امامؑ نے کلی طور پر پہلے تین جملوں میں اس وقت کے لوگوں کے حالات کو پیش کیا۔ جُدا جُدا ممالک و مذاہب میں بٹے ہوئے تھے۔ کوئی یہودی تو کوئی عیسائی، کوئی مجوسی تو کوئی بُت پرست اور کوئی صابئی۔ شارحینِ نہج البلاغہ نے اس کے ضمن میں اس وقت کے عربوں کے درمیان موجود متعدد نظریات و مذاہب درج کیے ہیں جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ تفصیل کے طلب گار ابنِ ابی الحدید معتزلی کی اس حصہ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

ان کی خواہشات الگ الگ تھیں اور انہی خواہشات کی وجہ سے مذاہب بھی الگ بنائے ہوئے تھے۔ ہر قبیلہ کا الگ بُت اور ان بتوں کے بارے میں بھی اپنی خواہشوں کے مطابق عقیدہ و سوچ الگ الگ۔ ہر ایک کی اپنی اپنی راہ تھی جس پر وہ گامزن تھے اور یہود و نصاریٰ بھی اپنے اصل عقائد سے منحرف ہو چکے تھے اور اپنی خواہشوں کی پیروی میں مشغول تھے۔

اگلے تین جملوں میں امامؑ نے اس افتراق و اختلاف کی مثالیں پیش کیں کہ ان میں سے کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے تھے اور اپنی سوچ کے مطابق اس مخلوق کو خدا بنا بیٹھتے تھے۔ کچھ ملحد تھے یعنی یا مثلاً اللہ کے وجود کے ہی قائل نہیں تھے یا شرک و بُت پرستی میں مبتلا تھے اور بتوں کے مختلف نام رکھ کر ان کی پوجا کرتے جیسے لات و عزیٰ و منات وغیرہ۔ کچھ دوسروں کو اللہ والی صفات کا حامل قرار دے رہے تھے اور ان کو خدا سمجھ کر یا شریکِ خدا سمجھ کر پوجا کر رہے تھے۔

۱۔ وَ اَهْلُ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُّتَفَرِّقَةٌ،

اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جدا جدا،

۲۔ وَ اَهْوَآءٌ مُّنْتَشِرَةٌ،

خواہشیں متفرق و پراگندہ

۳۔ وَ طَرَآئِقُ مُتَشَتِّتَةٌ، بَیْنَ مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلْقِهٖ، اَوْ مُلْحِدٍ فِیْ اسْمِهٖ،

اَوْ مُشِيْرٍ اِلٰى غَيْرِہٖ،

اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے، کچھ اسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

۴-فَهَدَاهُمْ بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ۔

آپؐ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا۔

اللہ سبحانہ نے پیغمبر اکرمؐ کی برکت سے ان متعدد راہوں پر گامزن افراد کو راہِ ہدایت کی طرف بلایا اور گمراہی سے بچانے کا ذریعہ بنایا۔

۵۔ وَ اَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهٖ مِنَ الْجَهَالَةِ.

اور آپؐ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔

اللہ نے آپؐ کے وسیلہ سے جہالت و گمراہی سے لوگوں کو نکالا۔ قرآن مجید میں اور نہج البلاغہ میں گمراہی سے ہٹا کر راہ دکھانے و ہدایت کرنے اور اندھیرے و جہالت سے نکال کر روشنی و علم کی طرف لانے کو انبیاؑ کی بعثت کا مقصد و ہدف قرار دیا ہے جس کا تذکرہ الگ عنوان کے تحت ہوگا۔

## (۲) خطبہ نمبر ۲

وَ النَّاسُ فِيْ فِتَنٍ انْجَذَمَ فِيْهَا حَبْلُ الدِّيْنِ، وَ تَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِيْنِ، وَ اخْتَلَفَ النَّجْرُ وَ تَشَتَّتَ الْاَمْرُ، وَ ضَاقَ الْمَخْرَجُ وَ عَمِيَ الْمَصْدَرُ، فَالْهُدٰى خَامِلٌ، و الْعَمٰى شَامِلٌ. عُصِيَ الرَّحْمٰنُ، وَ نُصِرَ الشَّيْطٰنُ، وَ خُذِلَ الْاِيْمَانُ، فَانْهَارَتْ دَعَآئِمُهٗ، وَ تَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهٗ، وَ دَرَسَتْ سُبُلُهٗ، وَ عَفَتْ شُرُكُهٗ.

(اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن

شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے، نکلنے کی راہیں تنگ وتار تھیں، ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ (کھلے خزانوں) اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جا رہی تھی، ایمان بے سہارا تھا، چنانچہ اس کے ستون گر گئے، اس کے نشان تک پہچاننے میں نہ آتے تھے، اس کے راستے مٹ مٹا گئے، اور شاہراہیں اجڑ گئیں۔

اَطَاعُوا الشَّيْطٰنَ فَسَلَكُوْا مَسَالِكَهٗ، وَ وَرَدُوْا مَنَاهِلَهٗ. بِهِمْ سَارَتْ اَعْلَامُهٗ وَ قَامَ لِوَآئُهٗ. فِیْ فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِاَخْفَافِهَا وَ وَطِئَتْهُمْ بِاَظْلَافِهَا وَ قَامَتْ عَلٰى سَنَابِكِهَا. فَهُمْ فِيْهَا تَآئِهُوْنَ حَآئِرُوْنَ جَاهِلُوْنَ مَفْتُوْنُوْنَ. فِیْ خَيْرِ دَارٍ، وَ شَرِّ جِيْرَانٍ. نَوْمُهُمْ سُهُوْدٌ، وَ كُحْلُهُمْ دُمُوْعٌ. بِاَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ وَّ جَاهِلُهَا مُكْرَمٌ.

وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اتر پڑے، انہی کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے، ایسے فتنوں میں جو انہیں اپنے سموں سے روندتے اور اپنے کُھروں سے کچلتے تھے اور اپنے پنجوں کے بَل مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے۔ تو وہ لوگ ان میں حیران و سرگرداں، جاہل وفریب خوردہ تھے، ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا، مگر اس کے بسنے والے برے تھے، جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سرمے کی جگہ آنسو تھے۔ اس سرزمین پر عالم کے منہ میں لگام تھی اور جاہل معزز و سرفراز تھا۔ [1]

۱۔ وَ النَّاسُ فِیْ فِتَنٍ

(اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے۔

امامؑ نے یہاں بعثت کے حالات کو بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۶

آیت اللہ مکارم لکھتے ہیں:

امامؑ نے یہاں بیس سے زیادہ مختصر اور جامع جملوں میں جاہلیت کے زمانے کی یوں حالت بیان فرمائی ہے کہ پڑھنے والا یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ خود اس زمانے میں موجود تھا اور اس زمانے کے لوگوں کی مشکلات اور بدبختیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ بلا تأمّل کہا جا سکتا ہے کہ امامؑ نے ان چھوٹے چھوٹے اور مختصر جملوں میں ایک مفصّل کتاب کو بیان کر دیا۔ امامؑ کا یہ اندازِ کلام آپؑ کی فصاحت و بلاغت اور کلام کی گہرائی و بے پناہ حسن کی ایک نشانی ہے۔

واضح ہے کہ جب تک اس زمانے اور لوگوں کے حالات واضح نہ ہُوں اس وقت تک آپؐ کی رسالت کی عظمت اور انسانی معاشرے کی خدمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا اور آپؐ کے پاکیزہ پیغام نے جو اثرات چھوڑے وہ واضح نہیں ہوں گے۔ ایسا مقایسہ تاریخ میں انبیاؑ اور عظیم لوگوں کے اہداف اور محنتوں کی عظمت کو واضح کرتا ہے۔[1]

اس زمانے میں لوگ فتنوں میں گھرے ہوئے تھے اب ان فتنوں میں گمراہی و گناہ، جہالت و عداوت اور شیطانی وسوسے اور خواہش پرستی سب شامل ہیں اور ان فتنوں کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں:

۲۔ اِنۡجَذَمَ فِيۡهَا حَبۡلُ الدِّيۡنِ۔

ان فتنوں نے دین کی رسی کو توڑ دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔

امامؑ نے "جَذۡمٌ" کا لفظ استعمال کیا جو ایک خاص بیماری کا نام ہے جسے کوڑھی کی بیماری کہتے ہیں اور اس مریض کو مجذوم کہتے ہیں۔ خون کی اس بیماری کا اثر انسان کے جسم کے اعضاء پر یوں بڑھتا ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں کٹ کٹ کر جسم سے الگ ہو جاتی

---

[1] پیامِ امام: ج ۱، ص ۱۸۲

ہیں اور یہ متعدی و موذی بیماری ہے یعنی دوسرے افراد تک بھی پھیلتی ہے اس لیے لوگ ایسے بیمار سے دور بھاگتے ہیں۔ امامؑ نے ایک اور مقام پر اس بیماری کا یوں ذکر فرمایا:

وَاللّٰهِ لَدُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَهْوَنُ فِيْ عَيْنِيْ مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيْرٍ فِيْ يَدِ مَجْذُوْمٍ.

خدا کی قسم! تمہاری یہ دنیا میرے نزدیک سور کی ان انتڑیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کسی کوڑھی کے ہاتھ میں ہوں۔ [1]

اس فرمان میں دُنیا کی نفرت کے لیے دو لفظ سور کی انتڑی اور مجذوم کا ہاتھ بیان کر کے اس سے دور رہنے کی تاکید فرمائی۔ اب اگر بعثتِ رسولؐ کے وقت کے حالات اور دین سے ان کی دوری کو اس فرمان کے لحاظ سے دیکھا جائے تو بہت سی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔ دین ابراہیمی ہی کی مثال لے لیجئے اس موحّد واقعی نے اللہ کے حکم سے توحید کے درس سکھانے کے لیے جو بیت اللہ بنایا اسی میں بُت سجائے جا چکے تھے۔ دینِ موسوی کے پیروکار کہلانے والے جس نبی کی آمد کی خبریں پڑھ کر آئے تھے وہ آپؐ کے دُشمن بن چکے تھے۔

۳۔ وَ تَزَعْزَعَتْ سَوَارِی الْيَقِيْنِ،

یقین کے ستون متزلزل ہو چکے تھے۔

”زَعْزَعَ“ کسی چیز کو زور سے ہلانے یا تیز طوفان سے درخت کے ہلنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

”سَوَارِیْ“ ستون کے لیے بولا جاتا ہے یعنی بعثت کے وقت لوگوں کے یقینی اعتقادات کے ستون ہل چکے تھے یا وہ لوگ جو یقین کی راہ بتانے والے تھے ان کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا گیا تھا اور کوئی راہِ ہدایت کی راہنمائی کرنے والا نہیں تھا۔ امامؑ نے اسے زمانے

---

[1] نہج البلاغہ: حکمت ۲۳۶، ص ۸۹۵

کی دوسری مصیبت کے طور پر پیش کیا۔

۴۔ وَ اخۡتَلَفَ النَّجۡرُ

اصول مختلف تھے۔

لفظ ''اَلنَّجۡر''کسی شے کی بنیاد و جڑ اور اصل کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ گویا اس زمانے میں لوگوں میں فرعی کے علاوہ بنیادی و اصلی عقائد بھی بگڑ چکے تھے بلکہ فطرتیں بھی اختلافات کی وجہ سے بدل چکی تھیں۔

۵۔ تَشَتَّتَ الۡاَمۡرُ

حالات پراگندہ تھے۔

انسانیت کے اصول بکھر چکے تھے نہ دین ایک رہا تھا نہ اخلاقی و معاشرتی اخلاقیات باقی تھے۔

۶۔ فِيۡ خَيۡرِ دَارٍ، وَ شَرِّ جِيۡرَانٍ

ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا، مگر اس کے ہمسائے برے تھے۔

لوگ اس زمانے میں اللہ کے گھر کے پاس رہ رہے تھے جو بہترین گھر تھا مگر مکّہ میں ہی رہنے والے قریش اس گھر کے سب سے برے ہمسائے تھے۔ ان کی برائی کی ایک نشانی رسول اللہؐ کے مکّہ کے دکھ درد ہیں اور پھر رات کی تاریکی میں مکّہ سے ہجرت کرنا ہے۔ یہاں کچھ جملوں کی وضاحت کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی اور بات کے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے ترجمہ پر اکتفا کیا گیا۔

۷۔ نَوۡمُهُمۡ سُهُوۡدٌ، وَ كُحۡلُهُمۡ دُمُوۡعٌ

جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سرمے کی جگہ آنسو تھے۔

نیند کی بجائے بیداری تھی یعنی قبائلی جنگوں اور عام جرائم کی وجہ سے انہیں کبھی سکون

نہیں ہوتا تھا اور پے در پے مشکلات کی وجہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی تھیں گویا یہ عمومی بے سکونی کی طرف اشارہ ہے۔

۸- بِاَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ وَّ جَاهِلُهَا مُكْرَمٌ

اس سرزمین پر عالم کے منہ میں لگام تھی اور جاہل معزز و سرفراز تھا۔

عالم سے ظاہراً مراد چند موحّدان اور پیغمبر اکرمؐ کی دعوت کے محدود حامی و ناصر ہیں جو آپؐ کے دادا و چچا حضرت ابو طالب علیہ السلام کی صورت میں موجود تھے، وہ بھی دُشمن کی کثرت اور پیغمبر اکرمؐ کی حفاظت کے لیے خوف زدہ تھے اور اعلانِ بعثت کی مشکلات اور شعبِ ابی طالب علیہ السلام کے دُکھ درد اس کے گواہ ہیں۔ رسول اللہؐ کی نبوت کے منکر و دُشمن مکرّم و معزّز شمار ہوتے تھے۔

## (۳) خطبہ نمبر: ۲۶

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَذِيْرًا لِّلْعٰلَمِيْنَ، وَ اَمِيْنًا عَلَى التَّنْزِيْلِ، وَ اَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلٰى شَرِّ دِيْنٍ، وَ فِيْ شَرِّ دَارٍ، مُنِيْخُوْنَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ وَّ حَيَّاتٍ صُمٍّ، تَشْرَبُوْنَ الْكَدِرَ، وَ تَاْكُلُوْنَ الْجَشِبَ، وَ تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ، وَتَقْطَعُوْنَ اَرْحَامَكُمْ، اَلْاَصْنَامُ فِيْكُمْ مَنْصُوْبَةٌ، وَ الْاٰثَامُ بِكُمْ مَعْصُوْبَةٌ.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کو (ان کی بداعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب! اس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے، کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے، تم گدلا پانی پیتے اور موٹا جھوٹا کھاتے تھے، ایک دوسرے کا خون بہاتے اور رشتہ قرابت قطع کیا کرتے تھے۔ بت تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چمٹے ہوئے تھے۔ [1]

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۶، ص ۱۸۰

امیر المومنینؑ نے یہاں پیغمبر اکرمؐ کے دو اوصاف نذیر اور امین کا تذکرہ فرمایا جن کی وضاحت اوصاف نبیؐ کے عنوان میں بیان ہو چکی ہے۔ ان دو اوصافِ پیغمبرؐ کے بعد آپؑ نے نو جملوں میں جاہلیتِ عرب کو بیان کیا۔ اس بیان کے بارے میں آیت اللہ مکارم لکھتے ہیں:

اگر عربوں کے دور جاہلیت پر لکھی جانے والی تمام کتابوں سے تحقیق کی جائے تو امام نے یہاں جو خلاصہ بیان فرمایا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ملے گا۔[1]

۱۔ وَ اَنۡتُمۡ مَعۡشَرَ الۡعَرَبِ عَلٰی شَرِّ دِیۡنٍ۔
اے گروہ عرب! اس وقت تم بدترین دین پر تھے۔

بت پرستی و شرک سے بدتر کیا دین ہو سکتا ہے اور اس وقت عرب شرک کے شر میں مشغول تھے۔ انسان کی اور پستی کیا ہو گی کہ اپنے ہاتھوں سے پتھروں اور لکڑیوں سے بُت بنائیں، انہیں سجدہ کریں اور مشکلات و پریشانیوں میں مدد طلب کریں۔ عربوں کے ہاں عقیدتی و فکری پستی پر اور ان کے ہاں رائج نظریات پر شرحِ نہج البلاغہ پیام امام میں اور منہاج البراعہ آقای خوئی میں کافی تفصیل بیان کی گئی۔

۲۔ وَ فِیۡ شَرِّ دَارٍ
اور بدترین گھروں میں تھے۔

عربوں کی حالت کے لیے اس جملہ کی وضاحت ضروری ہے اس لیے کہ خطبہ دوّم میں امام نے فرمایا:

فِیۡ خَیۡرِ دَارٍ، وَ شَرِّ جِیۡرَانٍ
ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا، مگر اس کے بسنے والے برے تھے۔

ان دونوں باتوں کو شارحین نے یوں جمع کیا ہے کہ مکّہ اور کعبہ ذاتی طور پر بہترین گھر

---

[1] شرح پیام امام: ج ۲، ص ۱۰۶

ہیں مگر عربوں کے گھروں کی بدتر حالت کے علاوہ انہوں نے خود کعبہ کو بھی بتوں سے بھر دیا تھا یعنی اس بہترین گھر میں بدترین چیزوں کو لا رکھا تھا۔ امامؑ کے باقی جملات کا مفہوم واضح ہے اور اس تاریکی و گمراہی کو قرآن مجید نے مختصر جملے میں یوں واضح فرمایا۔

﴿وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

جب کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔[1]

باقی سات جملات کا ترجمہ بیان ہو چکا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

## (۴) خطبہ نمبر ۳۳

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ يَقْرَاُ كِتَابًا، وَ لَا يَدَّعِيْ نُبُوَّةً، فَسَاقَ النَّاسَ حَتّٰى بَوَّاَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، وَ بَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ، فَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ، وَ اطْمَاَنَّتْ صَفَاتُهُمْ. اَمَا وَاللّٰهِ! اِنْ كُنْتُ لَفِيْ سَاقَتِهَا حَتّٰى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيْرِهَا، مَا ضَعُفْتُ وَ لَا جَبُنْتُ، وَ اِنَّ مَسِيْرِيْ هٰذَا لِمِثْلِهَا، فَلَاَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى يَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْۢبِهٖ.

اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب (آسمانی) کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعوے دار۔ آپؐ نے ان لوگوں کو ان کے (صحیح) مقام پر اتارا اور نجات کی منزل پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ ان کے سارے خم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہو گئے۔ خدا کی قسم! میں بھی ان لوگوں میں تھا جو اس صورتِ حال میں انقلاب پیدا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ انقلاب مکمل ہو گیا۔ میں نے )اس کام میں ( نہ کمزوری دکھائی نہ بزدلی سے کام لیا اور اب بھی میرا

---

[1] سورۃ آل عمران: ۱۶۴

اقدام ویسے ہی مقصد کے لیے ہے تو سہی جو میں باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں۔ (۱)

یہ خطبہ اس اعتبار سے دلچسپ ہے کہ امامؑ نے اس حصہ میں جاہلیت کے دور اور بعثت کے وقت کی گمراہیوں و تاریکیوں کو بیان فرمایا اور پھر پیغمبر اکرمؐ نے انہیں وہاں سے نکال کر کہاں پہنچایا اور اس میں امیر المومنینؑ کا اپنا کیا کردار تھا اس کی وضاحت فرمائی۔ شارحین نے اس خطبہ کی بہت طویل شرحیں لکھی ہیں مگر ہمارا مقصود تفصیل نہیں اختصار مدنظر ہے۔

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ يَقْرَاُ كِتَابًا، وَ لَا يَدَّعِيْ نُبُوَّةً۔

اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب (آسمانی) کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعوے دار۔

اس خطبے کے بیان کی موقعیت کے لحاظ سے خطبے کے مفاہیم کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ امامؑ جنگ جمل کے لیے بصرہ کی طرف جاتے ہوئے ذی قار نامی مقام پر یہ خطبہ بیان فرماتے ہیں اور جاہلیت کے دور اور پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کو یاد کرتے ہیں جو خود اشارہ ہے کہ آپؐ کو جس جہالت کا سامنا تھا آج بھی حالات ویسے ہی ہو چکے ہیں اور میں بھی پیغمبر اکرمؐ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اس دور کی طرح کے موجودہ فتنوں کو ختم کرنے نکلا ہوں۔

بعثت کے وقت کے لیے دو جملے امامؑ نے فرمائے کہ اس وقت لوگوں کے درمیان کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی۔ یہودی و نصاریٰ جو وہاں موجود تھے ان کے پاس موجود کتابیں بھی تحریف شدہ تھیں اور دوسرے جملے میں فرمایا کہ کوئی نبی بھی نہیں تھا کہ جس کی پیروی کی جاتی ہو۔ پھر چار جملوں میں پیغمبر اکرمؐ کی بعثت و تبلیغ کے آثار کو بیان فرمایا اور بعثت کے مقاصد

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۳۳، ص ۱۹۹

کے حصول کے لیے خود کو نبی اکرمؐ کے مددگار کے طور پر بیان کیا۔ ان دونوں موضوعات کو اپنے اپنے مقام پر بیان کیا جائے گا۔

## (۵) خطبہ نمبر ۸۷

اَرۡسَلَهٗ عَلٰى حِيۡنِ فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ طُوۡلِ هَجۡعَةٍ مِّنَ الۡاُمَمِ، وَ اعۡتِزَامٍ مِّنَ الۡفِتَنِ، وَ انۡتِشَارٍ مِّنَ الۡاُمُوۡرِ، وَ تَلَظٍّ مِّنَ الۡحُرُوۡبِ، وَ الدُّنۡيَا كَاسِفَةُ النُّوۡرِ، ظَاهِرَةُ الۡغُرُوۡرِ، عَلٰى حِيۡنِ اصۡفِرَارٍ مِّنۡ وَّرَقِهَا، وَ اِيَاسٍ مِّنۡ ثَمَرِهَا، وَ اغۡوِرَارٍ مِّنۡ مَآئِهَا، قَدۡ دَرَسَتۡ مَنَارُ الۡهُدٰى، وَ ظَهَرَتۡ اَعۡلَامُ الرَّدٰى، فَهِىَ مُتَجَهِّمَةٌ لِّاَهۡلِهَا، عَابِسَةٌ فِىۡ وَجۡهِ طَالِبِهَا، ثَمَرُهَا الۡفِتۡنَةُ، وَ طَعَامُهَا الۡجِيۡفَةُ، وَ شِعَارُهَا الۡخَوۡفُ، وَ دِثَارُهَا السَّيۡفُ.

اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور ساری اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں، فتنے سر اُٹھا رہے تھے، سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا، جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، دنیا بے رونق و بے نور تھی اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں۔ اس وقت اس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے ناامیدی تھی۔ پانی زمین میں تہ نشین ہو چکا تھا، ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے، ہلاکت و گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے اور دنیا والوں کے سامنے کڑے تیوروں سے اور تیوری چڑھائے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ اس کا پھل فتنہ تھا اور اس کی غذا مردار تھی، اندر کا لباس خوف اور باہر کا پہناوا تلوار تھا۔[1]

امیر المومنینؑ کے کلام کے جس حصے کو پڑھا جائے وہ اپنے اندازِ بیان میں منفرد ہے

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۸۷، ص ۲۸۲

جاہلیت کے دور اور پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے زمانے کو اٹھارہ جملوں میں یوں بیان فرمایا کہ یہ آپؑ ہی بیان کر سکتے ہیں کوئی اور نہیں۔ اور پھر اپنے سامنے موجود افراد کو خبردار کیا کہ جاہلیت کے زمانے کے حالات دوبارہ نظر آرہے ہیں اور لوگ پیغمبر اکرمؐ کی محنتوں کو بھول رہے ہیں اور اس خطبہ کے تیسرے حصے میں امامت کی ذمہ داریوں کو بیان فرمایا۔ ان جملوں میں امامؑ کی عظمت آشکارا ہوتی ہے فرمایا:

وَاللهِ! مَآ اَسْمَعَهُمُ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شَيْئًا اِلَّا وَ هَآ اَنَا ذَا الْيَوْمَ مُسْمِعُكُمُوْهُ، وَ مَآ اَسْمَاعُكُمُ الْيَوْمَ بِدُوْنِ اَسْمَاعِهِمْ بِالْاَمْسِ، وَ لَا شُقَّتْ لَهُمُ الْاَبْصَارُ، وَ لَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْاَفْئِدَةُ فِيْ ذٰلِكَ الْاَوَانِ، اِلَّا وَ قَدْ اُعْطِيْتُمْ مِثْلَهَا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ.

خدا کی قسم! جو باتیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کانوں تک پہنچائیں، وہی باتیں میں تمہیں آج سنا رہا ہوں اور جتنا انہیں سنایا گیا تھا اس سے کچھ کم تمہیں نہیں سنایا جا رہا ہے اور جس طرح اس وقت ان کی آنکھیں کھولی گئی تھیں اور دل بنائے گئے تھے، ویسی ہی آنکھیں اور ویسے ہی دل اس وقت تمہیں دیے گئے ہیں۔

زمانہ جاہلیت کے بارے میں فرمایا:

۱۔ اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ

اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔

اللہ سبحانہ نے اپنے محبوب کی اہمیت بتانے یا لوگوں کو آزمانے کے لیے پانچ سو سال سے زیادہ وقت کے بعد آپؐ کو مبعوث برسالت فرمایا اور آپؐ کے ذریعہ سے زمانے کو منوّر فرمایا مگر اس دور کے حالات کی طرف امامؑ نے اشارہ فرمایا کہ کیسے بگڑ چکے تھے۔ بعض شارحینِ نہج البلاغہ نے موجودہ دور اور روشنی کے زمانے میں عرب کی جاہلیت والی

رسومات کی موجودگی کی نشاندہی کی اور خبردار کیا کہ آج بھی قرآن و اہل بیت علیہم السلام کے سفینے سے متمسک ہوکر اس گمراہی سے نجات پانے کی ضرورت ہے اس کی تفصیل کے لیے دیکھیں۔ ①

۲۔ وَ طُوْلِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ

ساری اُمتیں مدت سے پڑی سورہی تھیں۔

اس فرمان سے مراد غفلت و جہالت میں مبتلا ہونا اور احکامِ الٰہی سے دوری مراد ہے۔ گویا انسانی اوصاف کو پسِ پشت ڈال کر سو گئے تھے۔

۳۔ وَ اعْتِزَامٍ مِّنَ الْفِتَنِ

اور فتنے سر اُٹھا رہے تھے۔

یہاں ہر قسم کے فتنے مراد لیے ہیں جو قتل و غارت اور ظلم و تشدد سب کو شامل ہیں۔ یہ اس وقت کے عربوں کی عادت بن چکی تھی اور خیر و خوبی اور اچھائی کی جگہ شر و فساد چھا چکا تھا۔ حد یہ تھی کہ اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو انجام دے کر ان پر فخر کیا جاتا تھا۔

اس انداز سے باقی جملات بہت واضح ہیں اس لیے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

## (۶) خطبہ نمبر ۹۲

اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ هَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَ غَبَاوَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ.

اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا، بدعملی پھیلی ہوئی اور اُمتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔ ②

---

① پیامِ امام، شرحِ نہج البلاغہ: ج ۳، ص ۶۲۴

② نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲، ص ۳۱۴

ان تین جملات میں امامؑ نے بعثتِ پیغمبرؐ کے لیے وہ حالات بیان فرمائے جن کی وضاحت اس سے پہلے والے خطبات میں بیان ہو چکے ہیں البتہ ان جملات کو مختلف الفاظ میں استعمال فرما کر اس وقت کے حالات کی پستی کو بیان فرمایا۔

## (۷) خطبہ نمبر ۹۳

بَعَثَهٗ وَ النَّاسُ ضُلَّالٌ فِیْ حَیْرَةٍ، وَ خَابِطُوْنَ فِیْ فِتْنَةٍ، قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الْاَهْوَآءُ، وَ اسْتَزَلَّتْهُمُ الْكِبْرِیَآءُ، وَ اسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِیَّةُ الْجَهْلَآءُ حَیَارٰی فِیْ زِلْزَالٍ مِّنَ الْاَمْرِ، وَ بَلَآءٍ مِّنَ الْجَهْلِ، فَبَالَغَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِی النَّصِیْحَةِ، وَ مَضٰی عَلَی الطَّرِیْقَةِ، وَ دَعَا اِلَی الْحِكْمَةِ ﴿وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾.

پیغمبرؐ کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردۂ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے، نفسانی خواہشوں نے انہیں بھٹکا دیا تھا اور غرور نے بہکا دیا تھا اور بھرپور جاہلیت نے ان کی عقلیں کھو دی تھیں اور حالات کے ڈانواں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و پریشان تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا، خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں بلاتے رہے۔ [۱]

امامؑ نے یہاں پیغمبر اکرمؐ کی بعثت اور اس نعمتِ عظمیٰ کی اہمیت کو اُجاگر فرمایا۔ امامؑ کے سامنے ایسے جوان موجود تھے جو بعثت کے وقت نہ تھے۔ انہیں امام یاددہانی کرواتے رہتے تھے اور ساتھ اس طرف بھی متوجہ فرماتے کہ اس زمانۂ جاہلیت سے اب بھی ہوشیار رہیں۔

۱۔ بَعَثَهٗ وَ النَّاسُ ضُلَّالٌ فِیْ حَیْرَةٍ۔

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۳، ص ۳۴

پیغمبرؐ کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردۂ راہ تھے۔

قرآن مجید نے جاہلیت کی جس حالت کو بار بار بیان فرمایا وہ ضلالت و گمراہی ہے اور یہاں امامؑ نے لفظ حیرت و سرگردانی کا اضافہ فرمایا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ راہ سے تو بھٹک چکے تھے مگر انہیں اپنے بھٹکنے کا احساس بھی نہیں تھا۔ بھٹکنے والے کو اگر راہ گم کرنے اور بھٹکنے کا احساس ہو جائے تو وہ راہ کی تلاش کرتا ہے مگر بھٹکنے کا احساس ہی نہ ہو تو ہر قدم اسے منزل سے دور لے جاتا ہے۔

۲۔ وَ خَابِطُوْنَ فِیْ فِتْنَةٍ۔

اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے۔

درخت کی شاخ کو عصا یا پتھر سے مارا جائے تو اس مارنے کی وجہ سے جو پتے گرتے ہیں اس کے لیے لفظ خَبْطٌ استعمال ہوتا ہے۔[۱]

امامؑ نے گویا متوجہ فرمایا کہ وہ لوگ فتنوں کی ضرب سے جاہلیت کے دور میں پتوں کی طرح گرے ہوئے تھے۔ گرے ہوئے پتوں کو معمولی سی ہوا بھی دائیں سے بائیں اڑا کر لے جاتی ہے اور ہر گزرنے والا انہیں پاؤں کے نیچے مسل کر گزر جاتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے وقت کے لوگوں کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔

۳۔ قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الْاَهْوَآءُ۔

نفسانی خواہشوں نے انہیں بھٹکا دیا تھا۔

جب باطل خواہشیں انسان پر چھا جائیں اور اُسے اپنی طرف کھینچ لیں تو وہ حق کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے بلکہ رب کو بھی بھلا دیتا ہے اور انہی خواہشوں کو اپنا خدا بنا لیتا ہے اسی کی طرف قرآن مجید نے توجہ دلائی۔

---

[۱] التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، ج ۳، ص ۱۸

﴿اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ﴾

تو کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہشوں کو اپنا خدا بنایا ہے۔ [۱]

جاہلیت کے دور میں خواہشوں کا ایسا ہی غلبہ تھا جس سے نجات کے لیے پیغمبر اکرمؐ مبعوث بالنبوۃ ہوئے۔

۴۔ وَ اسۡتَزَلَّتۡهُمُ الۡكِبۡرِيَآءُ۔

اور غرور نے بہکا دیا تھا۔

لفظِ "زَلَّ"، قدموں کے پھسلنے یا گرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (المنجد، مادۂ زَلَّ) اور کسی جگہ پر ثابت قدم نہ رہنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ چند بار استعمال ہوا ہے مثلاً ﴿فَاَزَلَّهُمَا الشَّيۡطٰنُ عَنۡهَا فَاَخۡرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيۡهِ﴾ "پس شیطان نے ان دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا، پھر جس (نعمت) میں وہ دونوں قیام پذیر تھے اس سے ان دونوں کو نکلوا دیا"۔ [۲]

امیر المومنینؑ نے جاہلیت کے زمانے کے لوگوں کے راہِ حق سے پھسلنے کا تذکرہ فرمایا اور تکبر و بڑھائی کو اس کی وجہ قرار دیا کہ تکبّر کی وجہ سے لوگ راہِ حق و انصاف اور انبیاؑ کی تعلیمات سے دور ہو چکے تھے۔

۵۔ وَ اسۡتَخَفَّتۡهُمُ الۡجَاهِلِيَّةُ الۡجَهۡلَآءُ۔

اور بھرپور جاہلیت نے ان کی عقلیں کھو دی تھیں۔

قرآن مجید میں چند بار لفظ جاہلیت استعمال ہوا ہے اور امامؑ نے یہاں لفظ جاہلیت دو بار استعمال فرمایا۔ دوسری بار لفظ جاہلیت تاکید کے لیے آیا ہے یعنی جہالت کی انتہا تک

---

[۱] سورۃ الجاثیۃ: ۲۳

[۲] سورۃ البقرہ: ۳۶

پہنچے ہوئے تھے اور شاید مراد یہ ہو کہ اس وقت کے لوگ جاہل مرکب ہو چکے تھے یعنی اپنی جہالت سے بھی جاہل و نا آگاہ تھے اور لفظِ "خَفَّ" کسی شے کے ہلکا و حقیر ہونے یا کم عقل ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے (المنجد، مادہ خَفَّ)

قرآن مجید نے فرعون کے بارے میں فرمایا:

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ﴾

تو اس نے اپنی قوم کو یوں ورغلایا تو اُنہوں نے اس کی اطاعت کی۔ [1]

امامؑ کے فرمان سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ سخت جاہلیت نے ان کی عقلوں کو اتنا ہلکا و حقیر کر دیا تھا کہ وہ حقیقت کو پہچان ہی نہیں سکتے تھے اور جس کا جی چاہتا انہیں ورغلا کر اپنے پیچھے لگا لیتا۔

۶۔حَيَارٰى فِيْ زِلْزَالٍ مِّنَ الْاَمْرِ

اور حالات کے ڈانواں ڈول ہونے

۷۔وَ بَلَآءٍ مِّنَ الْجَهْلِ

اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و پریشان تھے۔

حیرانگی و جہالت میں یوں ڈُوب چکے تھے کہ انہیں اپنی بھلائی کی بھی خبر نہیں تھی۔ جن راہوں سے گزر کر صلح و امن تک پہنچ سکتے تھے ان راہوں سے پھسل چکے تھے اور دین و مذہب سے دور ہٹ چکے تھے۔ غارت گری، جنگ و جدال ان میں عام ہو چکا تھا۔ ان حالات میں اللہ نے عظیم احسان کیا اور پیغمبر اکرمؐ کو مبعوث فرمایا۔ پھر امامؑ نے چار جملوں میں آپؐ کے طریقۂ ہدایت کو بیان فرمایا جس کی تفصیل اپنی جگہ بیان ہوگی۔

---

[1] سورۃ الزخرف: ۵۴

## (۸) خطبہ نمبر ۱۰۲

فَاِنَّ اللّٰہَ سُبۡحَانَہٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَ لَیۡسَ اَحَدٌ مِّنَ الۡعَرَبِ یَقۡرَاُ کِتَابًا، وَلَا یَدَّعِیۡ نُبُوَّۃً وَّلَا وَحۡیًا۔

جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تو عربوں میں نہ کوئی (آسمانی) کتاب کا پڑھنے والا تھا اور نہ کوئی نبوت و وحی کا دعوے دار۔ ①

بعثتِ پیغمبر اکرمؐ کے حالات کے متعلق دو جملے ارشاد فرمائے۔ سید رضیؒ نے خود لکھا ہے کہ یہ خطبہ ایک دوسری روایت کی بنا پر پہلے گزر چکا ہے۔ اس لیے ان دو جملوں کی شرح خطبہ ۳۳ نمبر ۹ میں بیان ہو چکی ہے، البتہ لفظ وحی اس خطبہ میں نہیں ہے جبکہ یہاں کتاب کے ساتھ لفظ وحی کا اضافہ ہے۔

## (۹) خطبہ نمبر ۱۳۱

اَرۡسَلَہٗ عَلٰی حِیۡنِ فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ تَنَازُعٍ مِّنَ الۡاَلۡسُنِ۔

اللہ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ ②

۱۔ اَرۡسَلَہٗ عَلٰی حِیۡنِ فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ

اللہ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا۔

امامؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پیغمبر اکرمؐ کے درمیانی دور کو بار بار نقل کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقفہ ایک بڑا امتحان تھا۔ ابن میثم بحرانی نے اس خطبہ کی شرح میں یہ مدت ۶۲۰ سال درج کی ہے۔ ③

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۲، ص ۳۲۸

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۳۱، ص ۳۹۲

③ شرح نہج البلاغہ، کمال الدین ابن میثم بحرانی: ج ۳، ص ۴۷۸

دوسرے جملے میں امامؑ نے فرمایا کہ

۲۔ وَ تَنَازُعٍ مِّنَ الْاَلْسُنِ

اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔

بُت پرستوں اور اہلِ کتاب اور لامذہب افراد کے درمیان ایک دوسرے کے بارے میں زبانی و کلامی باتیں تو بہت ہوتی تھیں مگر کوئی فکری و منطقی بحث نہیں تھی اور کبھی یہ باتیں جنگوں تک پہنچ جاتی تھیں۔

## (۱۰) خطبہ نمبر ۱۴۹

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ نَجِيْبُهٗ وَ صَفْوَتُهٗ، لَا يُؤَازٰى فَضْلُهٗ، وَ لَا يُجْبَرُ فَقْدُهٗ، اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ، وَ الْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ، وَ الْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ، وَ النَّاسُ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْمَ، وَ يَسْتَذِلُّوْنَ الْحَكِيْمَ، يَحْيَوْنَ عَلٰى فَتْرَةٍ، وَ يَمُوْتُوْنَ عَلٰى كَفْرَةٍ!۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں۔ نہ ان کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہوسکتی ہے۔ تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن و منور ہو گئے، جبکہ لوگ حلال کو حرام اور مرد زیرک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے۔ نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہی کی حالت میں مرجاتے تھے۔[1]

خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی آمد کے فضل و برکت کو بیان فرمایا اور

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۹، ص ۴۲۲

سات جملوں میں جاہلیت کے دور کی وضاحت فرمائی۔ اس خطبہ کے دوسرے حصہ میں امام ؑ نے خبردار کیا ہے کہ آپ انہی فتنوں میں مبتلا ہو رہے ہو جو جاہلیت کے دور میں وقوع پذیر تھے۔ امامؑ کا بار بار جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ خود آپؑ کے دور کے لوگوں کو جاہلیت کے دَور والے حالات سے بچانے کی ایک کوشش ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی عظمت کے سات جملے اگر واضح ہوں تو آپؐ کی بعثت کی نعمت روشن ہوتی ہے۔ عبد، رسول، منتخب، برگزیدہ، فضل وکمال اور آپؐ کے جانے کو قابل نا تلافی قرار دے کر فرمایا:

اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ، وَ الْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ، وَ الْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ۔

تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن ومنور ہو گئے۔

یعنی ضلالت وگمراہی اپنی آخری حدوں تک پہنچی ہوئی تھی اور جہالت غلبہ پا چکی تھی اور جفاوقساوت کی انتہا تھی۔

قرآن مجید نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ٭ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

وہ وہ ہے جس نے اُمیین کی قوم میں اُنہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاکیزہ بناتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیمات دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔ [1]

[1] سورۃ الجمعہ:۲

اس آیت مجیدہ میں ”ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ“ یہ واضح کرتا ہے کہ تمام عیوب ان میں جمع تھے اور امامؑ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت عرب ان عیوب کی انتہا تک پہنچے ہوئے تھے۔ امامؑ نے ان تمام کمزوریوں میں آخری حدوں کو تاکید کے ساتھ بیان کیا اور ان جملوں کی ابتدا کے الفاظ ”اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ“ ”شہروں کے شہر آپؐ کی وجہ سے روشن و منوّر کیے۔“ کو مدنظر رکھا جائے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت روشن و آشکارا ہوتی ہے۔ سارے عیوب و کمزوریاں جس ذات کے ذریعہ سے دور ہوئیں وہ وہی ہے جسے اللہ نے ”سِرَاجًا مُّنِيۡرًا“ کہا۔

## (۱۱) خطبہ نمبر ۱۵۶

اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيۡنِ فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ طُوۡلِ هَجۡعَةٍ مِّنَ الۡاُمَمِ، وَ انۡتِقَاضٍ مِّنَ الۡمُبۡرَمِ۔

(اللہ نے) آپؐ کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جب کہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوط رسی کے بل کھل چکے تھے۔[۱]

نبی اکرمؐ کی بعثت کے وقت کے حالات کے بارے میں یہاں ذکر ہونے والے دو جملے خطبہ نمبر ۸۷ میں بیان ہو چکے ہیں اس لیے یہاں وضاحت کی ضرورت نہیں تیسرے جملہ میں فرمایا۔

۱۔ وَ انۡتِقَاضٍ مِّنَ الۡمُبۡرَمِ۔
اور (دین کی) مضبوط رسی کے بل کھل چکے تھے۔

پہلے دو جملوں میں اس وقت کے حالات اور تیسرے جملے میں اُن حالات کی نتائج کو

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۶، ص ۴۴۳

بیان فرمایا۔ یعنی رسولوں کی آمد کے رُک جانے اور امتوں کے خوابِ غفلت میں سو جانے کی وجہ سے لوگ گناہ و جہالت کے اندھیروں میں ڈوب چکے تھے، نظامِ زندگی درہم و برہم ہو گیا تھا، سابقہ شریعتیں اور احکامات منہدم ہو چکے تھے اور تحریف کی وجہ سے ان کی حالت بگاڑ دی گئی تھی، اس لیے آپؐ کو بطور رسول بھیجا۔

## (۱۲) خطبہ نمبر ۱۸۹

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، ابْتَعَثَهٗ وَ النَّاسُ يَضْرِبُوْنَ فِيْ غَمْرَةٍ، وَ يَمُوْجُوْنُ فِيْ حَيْرَةٍ، قَدْ قَادَتْهُمْ اَزِمَّةُ الْحَيْنِ، وَ اسْتَغْلَقَتْ عَلٰى اَفْئِدَتِهِمْ اَقْفَالُ الرَّيْنِ.

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اس وقت بھیجا جبکہ لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطاں و پیچاں تھے، ہلاکت و تباہی کی مہاریں انہیں کھینچ رہی تھیں اور زنگ و کدورت کے تالے ان کے دلوں پر لگے ہوئے تھے۔[۱]

امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی عبودیت و رسالت کی گواہی کے بعد بعثت کے وقت کے حالات کو چار حصوں میں بیان فرمایا:

۱۔ النَّاسُ يَضْرِبُوْنَ فِيْ غَمْرَةٍ۔

لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے۔

بعثت کے وقت کے حالات کو مختلف مشکلات اور اندھیریوں سے تشبیہ دے کر امامؑ بار بار انہیں واضح فرماتے ہیں۔ یوں پیغمبر اکرمؐ کی آمد اور آپؐ کی امت کے لیے ہدایت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۹، ص ۵۳۸

''غَمْرَة'' لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی شے پر پردہ ڈال دیا جائے اور اس کے نشانات مٹ جائیں۔ اس لیے پانی میں غرق ہونے کے معنی اور ڈوبنے کا معنی بھی کیا جاتا ہے اور بے ہوشی میں مبتلا افراد کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ (۱)

گویا امامؑ واضح فرما رہے ہیں کہ گمراہیوں کے گرداب میں غرق تھے اور انسانیت کے نشانات مٹ چکے تھے۔ درمیانے دو جملوں کی تعبیرات پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ چوتھی تشبیہ امامؑ نے یوں بیان فرمائی۔

۲۔ وَ اسْتَغْلَقَتْ عَلٰى اَفْئِدَتِهِمْ اَقْفَالُ الرَّيْنِ.

اور زنگ و کدورت کے تالے ان کے دلوں پر لگے ہوئے تھے۔

دلوں پر زنگ کے تالے لگ چکے تھے یعنی کوئی نور الٰہی یا علم و آگاہی ان کے دلوں میں جاگزین نہیں ہوتی تھی۔ اس کا گواہ پیغمبر اکرمؐ کو مکّہ کی تبلیغ کے تیرہ سالوں میں دی جانے والی اذیتیں ہیں۔

## (۱۳) خطبہ نمبر ۱۹۰

فَالْاَحْوَالُ مُضْطَرِبَةٌ، وَ الْاَيْدِيْ مُخْتَلِفَةٌ، وَ الْكَثْرَةُ مُتَفَرِّقَةٌ، فِيْ بَلَآءِ اَزْلٍ، و اَطْبَاقِ جَهْلٍ! مِنْ بَنَاتٍ مَّوْءُوْدَةٍ، وَ اَصْنَامٍ مَّعْبُوْدَةٍ، وَ اَرْحَامٍ مَّقْطُوْعَةٍ، وَ غَارَاتٍ مَّشْنُوْنَةٍ.

ان کے حالات پراگندہ، ہاتھ الگ الگ تھے، کثرت و جمعیت بٹی ہوئی، جانگداز مصیبتوں اور جہالت کی تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے، یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور تھیں، (گھر گھر) مورتی پوجا ہوتی تھی، رشتے ناتے توڑے جا چکے تھے اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔ (۲)

---

(۱) التحقیق فی کلمات القرآن الکریم: ج ۷، ص ۳۲۲

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۵

نہج البلاغہ کے اس طویل خطبہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام واسحاق علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد پیغمبر اکرمؐ سے پہلے کے حالات کو آٹھ جملات میں اس دور کی پستیوں کو واضح فرمایا۔ پھر ان پستیوں سے نکال کر بلندیوں تک پہنچانے والی ہستی نبی اکرمؐ کے اوصاف بیان کیے۔ آٹھ عیوب و کمزوریوں میں سے اکثر پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں امامؑ نے بیٹیوں کے زندہ دَرگور کرنے کے جرم کو خصوصیت سے بیان کیا۔ یہ کتنا بڑا جرم ہے اس کی نشاندہی قرآن مجید نے یوں بیان فرمائی:

﴿وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۪ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾

اور جب زندہ زمین میں دفن کی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ میں اس کی جان لی گئی۔ [1]

یہ حالات حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حالات کے بعد بیان ہوئے جن کے بعد انبیاؑ کا سلسلہ جاری رہا اور پیغمبر اکرمؐ سے پہلے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کئی نبی آئے۔ بعض شارحین لکھتے ہیں کہ شاید امامؑ کا اس طرف اشارہ ہو کہ ہر نبی کے بعد جب رسالت میں وقفہ ہوا تو لوگوں کے حالات بگڑتے رہے لیکن حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد اور پیغمبر اکرمؐ سے پہلے وقفہ طویل تھا اس لیے حالات بدترین تھے۔

## (۱۴) خطبہ نمبر ۱۹۳

اَرْسَلَهٗ وَ اَعْلَامُ الْهُدٰی دِرَاسَةٌ، وَ مَنَاهِجُ الدِّیْنِ طَامِسَةٌ

جنہیں اس وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے اور دین کی راہیں اُجڑ چکی تھیں۔ [2]

---

[1] سورۃ التکویر: ۸۔۹

[2] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۳، ص ۵۷۴

توحید و رسالت کی گواہی کے لیے امامؑ نے بعثت پیغمبر اکرمؐ کے وقت کے حالات کو دو جملوں میں بیان فرمایا اور پھر ان حالات سے نجات کے سبب و ذریعہ یعنی پیغمبر اکرمؐ کی تبلیغ کے طریقے اور اس کے اثرات کا ذکر کیا۔

۱۔ اَرْسَلَهٗ وَ اَعْلَامُ الْهُدٰی دِرَاسَةٌ۔

جنہیں اس وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے۔

اللہ سبحانہ نے آپؐ سے پہلے انبیا و رسل کو مسلسل بھیجا اور وہ پیغامِ الٰہی پہنچاتے رہے، مگر خلقِ خدا ان کی زندگیوں میں بھی اور ان کے جانے کے فوراً بعد ان کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈالتے رہے اور آپؐ کی آمد کے وقت وہ سب کچھ بھلا چکے تھے۔

''دِرَاسَةٌ'' کسی چیز کے تکرار کو کہا جاتا ہے۔ جب کسی چیز کو زمانے کے حادثات بار بار لاحق ہوتے ہیں تو وہ اسے پرانا کر دیتے ہیں اور لوگ اس سے استفادہ نہیں کرتے۔ یہاں بھی یہی مراد ہے کہ انبیا آتے رہے مگر زمانے کے حادثات نے لوگوں کی نگاہوں سے انہیں اوجھل کر دیا تھا۔

۲۔ وَ مَنَاهِجُ الدِّيْنِ طَامِسَةٌ

اور دین کی راہیں اُجڑ چکی تھیں۔

''طَمَسٌ'' بھی کسی چیز کے اثرات کے مٹ جانے یا ختم ہو جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ امامؑ کا اشارہ بھی اس طرف ہے کہ انبیا جو قوانینِ الٰہی لائے تھے لوگ انہیں بھلا چکے تھے اور وہ نشان اب محو ہو چکے تھے۔ آپؐ کو بھیج کر اللہ سبحانہ نے ہدایت کے ان نشانوں اور دین کی ان راہوں کو روشن فرمایا۔

## (۱۵) خطبہ نمبر ۱۹۴

بَعَثَهٗ حِيْنَ لَا عَلَمٌ قَآئِمٌ، وَ لَا مَنَارٌ سَاطِعٌ، وَ لَا مَنْهَجٌ وَّاضِحٌ.

اللہ نے اپنے رسولؐ کو اس وقت مبعوث کیا جبکہ (ہدایت) کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا، نہ (دین کا) کوئی بلند مینار اور نہ (شریعت کی) کوئی واضح راہ موجود تھی۔[1]

جہالت کے دور کے حالات پر مبنی یہ تین جملات حضرت عیسیٰؑ کے بعد اور پیغمبرؐ کی آمد تک کے زمانے کی طرف اشارہ ہیں کہ جب کوئی نبی و رسول نہیں تھا اور لوگ پہلے والے انبیا کی محنتوں کو بھلا چکے تھے۔

## (۱۶)۔خطبہ نمبر ۱۹۶

ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْحَقِّ حِیْنَ دَنَا مِنَ الدُّنْیَا الْاِنْقِطَاعُ، وَ اَقْبَلَ مِنَ الْاٰخِرَةِ الْاِطِّلَاعُ، وَ اَظْلَمَتْ بَهْجَتُهَا بَعْدَ اِشْرَاقٍ، وَ قَامَتْ بِاَهْلِهَا عَلٰى سَاقٍ، وَ خَشُنَ مِنْهَا مِهَادٌ، وَ اٰزِفَ مِنْهَا قِیَادٌ، فِیْ انْقِطَاعٍ مِّنْ مُّدَّتِهَا، وَ اقْتِرَابٍ مِّنْ اَشْرَاطِهَا، وَ تَصَرُّمٍ مِّنْ اَهْلِهَا، وَانْفِصَامٍ مِّنْ حَلْقَتِهَا، وَانْتِشَارٍ مِّنْ سَبَبِهَا، وَ عَفَآءٍ مِّنْ اَعْلَامِهَا، وَ تَكَشُّفٍ مِّنْ عَوْرَاتِهَا، وَقِصَرٍ مِّنْ طُوْلِهَا. جَعَلَهُ اللّٰهُ بَلَاغًا لِّرِسَالَتِهٖ، وَ كَرَامَةً لِّاُمَّتِهٖ، وَ رَبِیْعًا لِّاَهْلِ زَمَانِهٖ، وَرِفْعَةً لِّاَعْوَانِهٖ، وَشَرَفًا لِّاَنْصَارِهٖ.

پھر یہ کہ اللہ سبحانہ نے محمدؐ کو اس وقت حق کے ساتھ مبعوث کیا جب کہ فنا نے دنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیے اور آخرت سر پر منڈلانے لگی، اس کی رونقوں کا اجالا اندھیرے سے بدلنے لگا اور اپنے رہنے والوں کے لیے مصیبت بن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا فرش درشت و ناہموار ہو گیا اور فنا کے ہاتھوں میں باگ ڈور دینے کے لیے آمادہ ہو گئی۔ یہ اس وقت کہ جب اس کی مدت اختتام پذیر اور (فنا کی)

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۴، ص ۵۷۶

علامتیں قریب آ گئیں، اس کے بسنے والے تباہ اور اس کے حلقہ کی کڑیاں الگ ہو نے لگیں، اس کے بندھن پراگندہ اور نشانات بوسیدہ ہو گئے، اس کے عیب کھلنے اور پھیلے ہوئے دامن سمٹنے لگے۔ اللہ نے ان کو پیغام رسانی اور امت کی سرفرازی کا ذریعہ، اہل عالم کے لیے بہار اور یار و انصار کی رفعت و عزت کا سبب قرار دیا۔ (۱)

امیر المومنینؑ نے اس مقام پر بعثتِ پیغمبر اکرمؐ کے حالات کو چودہ جملوں میں بیان فرمایا۔ امامؑ کی فصاحت و بلاغت اس خطبے میں چمکتی نظر آتی ہے۔ توحید کا بیان، تقویٰ کی وصیت، اسلام کی عظمت اور قرآن مجید کی اہمیت کے بیالیس جملات کے وسط میں چودہ جملوں میں دورِ جاہلیت کی بے مثال نقشہ کشی کی۔ ساتھ ہی اس دور میں تاریکیوں اور اندھیروں میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو نکال کر کمالِ آدمیت تک پہنچانے والی ذات گرامی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو بیان فرمایا۔ یہ انداز ایک طرف آپؐ کی آمد کو احسانِ عظیم ثابت کرتا ہے اور ساتھ ہی آپؐ کی بعثت کے اثرات کو واضح کرتا ہے۔ امامؑ نے بعثت کے فوائد میں سے ایک جملہ یہ ارشاد فرمایا۔

۱۔ وَ رَبِیْعًا لِّاَهْلِ زَمَانِهٖ

اللہ نے آپ کو اہل عالم کے لیے بہار کا سبب قرار دیا۔

ان چودہ مختصر جملوں میں امامؑ نے دُنیا کے ختم ہونے اور فنا ہونے کے وقت کو قریب قرار دیا۔ گویا امت محمدؐ آخری امت ہے جس پر سلسلۂ کائنات ختم ہونا ہے اور اس امت کے پیغمبر پر نبوت بھی ختم ہے۔ اس بیان کی شارحین نے مختلف تاویلیں بیان کی ہیں مثلاً شیخ جواد مغنیہ نے اس سے جہالت و گمراہی کے زمانے کا اختتام مراد لیا ہے۔ (۲)

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۲ ـ ۵۸۳

(۲) فی ظلال نہج البلاغہ: ج ۳، ص ۲۰۰

## (ج) بعثت کے مقاصد وفوائد

پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کو اللہ سبحانہ نے اپنے لطف واحسان کا سبب بیان فرمایا اور اسی آیت میں مقاصدِ نبوت کو بھی واضح کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔ [1]

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں مقاصد وفوائدِ بعثت کو بڑی تفصیل سے فرمایا ہے جن میں سے کچھ مقامات کو یہاں بیان کیا جاتا ہے:

### (۱) خطبہ نمبر ۱

اِلٰٓى اَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِاِنْجَازِ عِدَتِهٖ وَ تَمَامِ نُبُوَّتِهٖ، مَاْخُوْذًا عَلَى النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقُهٗ، مَشْهُوْرَةً سِمَاتُهٗ، كَرِيْمًا مِيْلَادُهٗ۔

یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے ایفائے عہد و اِتمام نبوت کے لیے محمدؐ کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا، جن کے علامات (ظہور) مشہور، محل ولادت مبارک ومسعود تھا۔ [2]

---

[1] سورۃ آل عمران: ۱۶۴

[2] نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۷

اس خطبہ میں امیر المومنینؑ نے حضرت آدمؑ کی اولاد سے انبیا کے انتخاب کو اور ان کی بعثت کے مقاصد کو تفصیل سے بیان فرمایا جس میں سے چند جملے بہت مشہور ہیں۔

فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهُ، وَ وَاتَرَ إِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَهُ، لِيَسْتَأْدُوهُمْ مِيثَاقَ فِطْرَتِهِ، وَ يُذَكِّرُوهُمْ مَنْسِيَّ نِعْمَتِهِ، وَ يَحْتَجُّوا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيغِ، وَ يُثِيرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ، وَ يُرُوهُمُ الْآيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ:

اللہ نے ان میں اپنے رسولؑ مبعوث کیے اور لگاتار انبیاؑ بھیجے تاکہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں، اس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں، پیغامِ ربانی پہنچا کر حجت تمام کریں، عقل کے دفینوں کو ابھاریں اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔[۱]

ان کی تفصیل "عمومی نبوت" کے عنوان کے تحت ذکر ہوگی۔ یہاں امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے دو مقاصد بیان فرمائے:

۱۔ لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ

اپنے وعدے نبھانے کے لیے۔

اس جملے میں پیغمبر اکرمؐ کی عظمت کے ساتھ آپؐ کی بعثت کو اللہ کا وعدہ قرار دے کر امامؑ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپؐ کی بعثت سے اپنا وعدہ پورا کیا۔ شارحینِ نہج البلاغہ نے لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ نبیوں کے ذریعہ سے اپنی مخلوق سے وعدہ کرتا رہا کہ میرے اس پیغام کی تکمیل کس عظیم نمائندے کے ذریعہ ہوگی اور سب انبیا اپنی امتوں کو یہ الٰہی وعدہ سناتے رہے۔ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنی امت کو بتائے ہوئے اس پیغام کو نقل کیا۔

﴿وَ إِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ

---

۱۔ نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۶

اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ﴾

اور جب مریم کے بیٹے نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور اپنے سے پہلے کی (کتاب) توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دینے والا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔ [1]

۲۔ وَ تَمَامِ نُبُوَّتِہٖ

اپنی نبوت کے اتمام کے لیے مبعوث فرمایا۔

ان دونوں جملوں میں امامؑ نے وعدے اور نبوت دونوں کی نسبت اللہ سے دی یعنی اللہ کا وعدہ اللہ کی نبوت۔ اس جملے سے نبی اکرمؐ کا خاتم النبیین ہونا بھی ثابت ہے۔

۳۔ مَاْخُوْذًا عَلَی النَّبِیِّیْنَ مِیْثَاقُہٗ۔

جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا۔

جیسے نبی اپنی امتوں کو آپؐ کی آمد کی خبریں دیتے رہے ایسے ہی اللہ نے نبیوں سے وعدہ کیا تھا کہ آپ نے ان کے آنے سے پہلے ان کی نبوت کا اقرار کرنا ہے۔ آپؐ کی آمد کی خبر سے گویا نبیوں کی ہمت اور حوصلے بلند ہوتے رہے کہ ہماری محنتوں کا اتمام کیسے ہوگا۔ اللہ نے بھی قرآن مجید میں واضح فرمایا کہ آپؐ کے ذریعہ سے وہ دین جس کو قدم بقدم انبیا آگے بڑھاتے رہے۔ تمام ادیان پر آپؐ ہی کے ذریعہ غالب آئے گا۔ ارشادِ پروردگار ہے۔

﴿ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ﴾

اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اسی نے بھیجا ہے تاکہ اسے ہر دین پر

[1] سورۃ الصّف:۶

غالب کردے۔ (۱)

متعدد مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ غلبۂ دین آپؐ کے فرزند امام مہدی کی آمد کا ذریعہ ہوگا۔ قرآن مجید نے انبیا کے ساتھ اس وعدہ و پیمان کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّ حِکۡمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنۡصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَخَذۡتُمۡ عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ فَاشۡہَدُوۡا وَ اَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ الشّٰہِدِیۡنَ﴾

اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر آئندہ کوئی رسول تمہارے پاس آئے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرے تو تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ پھر اللہ نے پوچھا: کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور میری طرف سے (عہد کی) بھاری ذمہ داری لیتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے اقرار کیا، اللہ نے فرمایا: پس تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (۲)

## (۲) خطبہ نمبر ۲

اِزَاحَۃً لِّلشُّبُھَاتِ، وَ احۡتِجَاجًا بِالۡبَیِّنَاتِ، وَ تَحۡذِیۡرًا بِالۡاٰیَاتِ، وَ تَخۡوِیۡفًا بِالۡمَثُلَاتِ.

تاکہ شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۳۳

(۲) سورۃ آل عمران: ۸۱

جائے، آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے۔[1]

۱۔ اِزَاحَةً لِّلشُّبُهَاتِ۔

تاکہ شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جائے۔

آپؐ کی بعثت اور آپؐ پر نزولِ قرآن کے ذریعہ شکوک وشبہات میں گھری ہوئی انسانیت کو اور بے راہ و بے مقصد زندگی گزارنے والوں کے شبہات کو دور کیا اور راہِ حق و ہدایت کو روشن کیا۔

۲۔ وَ احْتِجَاجًا بِالْبَيِّنَاتِ

دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی جائے۔

مدتوں سے انبیا کا سلسلہ رُکا ہوا تھا جس کی وجہ سے انسانیت جہالت و گمراہیوں میں گھِر چکی تھی۔ اللہ سبحانہ نے اپنے لطف کے مطابق حجت تمام کی اور واضح و روشن نشانات کے ساتھ آپؐ کو مبعوث فرمایا اور لوگوں کو رسول اللہؐ کے ذریعہ اپنی طرف بلایا۔

۳۔ وَ تَحْذِيْرًا بِالْاٰيَاتِ

آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے۔

پیغمبر اکرمؐ کی تبلیغ اور قرآنی پیغامات کے ذریعہ سے لوگوں کو خبردار کیا۔ گویا اشارہ ہے پیغمبر اکرمؐ کے نذیر ہونے کی طرف کہ آپؐ کے ڈرانے سے لوگوں کو غلط کاریوں سے بچایا۔

۴۔ تَخْوِيْفًا بِالْمَثُلَاتِ

عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے۔

آپؐ کے ذریعہ گذشتہ قوموں کے حالات اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کو بیان فرمایا اور لوگوں کو بداعمالیوں سے ڈرایا۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۶

## (۳) خطبہ نمبر ۲۶

نَذِيْرًا لِّلْعٰلَمِيْنَ

تمام جہانوں کو (ان کی بداعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا۔ (۱)

امیرالمومنینؑ نے چند مقامات پر پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے مقصد کو نذیر کے لفظ سے بیان کیا اور واضح فرمایا کہ اس بگڑی ہوئی قوم کے لیے آپؐ بشیر بھی تھے مگر زیادہ اثر انداز ذریعہ آپؐ کا متنبہ و خبردار کرنا اور آپؐ کا نذیر ہونا قرار پایا۔ یہی الفاظ خط ۶۲ ص ۷۹۹ پر بھی بیان فرمائے۔

## (۴) خطبہ نمبر ۷۰

بعثت کے متعدد مقاصد کا تذکرہ خطبہ ۷۰ میں بیان ہوا ہے جس کی تفصیل عظمتِ پیغمبرؐ میں ذکر ہو چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

## (۵) خطبہ نمبر ۸۱

اَرْسَلَهٗ لِاِنْفَاذِ اَمْرِهٖ، وَاِنْهَآءِ عُذْرِهٖ وَتَقْدِيْمِ نُذُرِهٖ۔

جنہیں احکام کے نفاذ اور حجت کے اتمام اور عبرتناک واقعات پیش کر کے پہلے سے متنبہ کر دینے کے لیے بھیجا۔ (۲)

اس فرمان میں امامؑ نے بعثت کے مقصد کو تین جملوں میں بیان فرمایا۔

۱۔ اَرْسَلَهٗ لِاِنْفَاذِ اَمْرِهٖ۔

آپ کو احکام کے نفاذ کے لیے بھیجا۔

اس فرمان میں عظمتِ پیغمبر اکرمؐ کا بھی بیان ہے اور رسالت کی ذمہ داری و مقصود بھی واضح ہے۔ اس آیت مجیدہ کی طرف اشارہ ہے۔

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۲۶، ص ۱۸۰

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۸۱، ص ۲۶۰

﴿وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ،اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی﴾

وہ خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو (اس پر) نازل کی جاتی ہے۔[۱]

اللہ نے اپنے احکام کے لیے جو وسیلہ بنایا ہے وہ ذاتِ پیغمبر اکرمؐ ہے۔

۲۔ اِنۡهَآءِ عُذۡرِہٖ

حجت کے اتمام کے لیے بھیجا۔

یہ اللہ سبحانہ کا ایک لطف ہے کہ ہر دور میں اپنے نمائندوں کے ذریعہ اپنا پیغام و دستور العمل بیان فرماتا ہے تاکہ میرے بندوں کے لیے یہ عذر نہ ہو کہ ہمیں بتانے والا کوئی نہیں تھا اور آپ قیامت تک کے لوگوں کے لیے حجت و دلیل ہیں۔

۳۔ وَ تَقۡدِیۡمِ نُذُرِہٖ۔

اور عبرتناک واقعات پیش کر کے پہلے سے متنبہ کر دینے کے لیے بھیجا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جہاں اپنے لطف سے راہِ ہدایت بتانے کے لیے آپؐ کو مبعوث فرمایا اور آپؐ کے ذریعہ انسانیت کے تمام عذر ختم کر دیے، ساتھ ہی اس سب لطف کے باوجود نافرمانی کرنے والوں کو عذاب اور نافرمانی پر سزا کے ذریعہ بھی ڈرایا۔

## (۶) خطبہ نمبر ۸۴

امیر المومنینؑ نے ایک مقام پر پیغمبر اکرمؐ کے اس فریضہ کی ادائیگی کا ذریعہ قرآن مجید کو قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ سُبۡحَانَهٗ لَمۡ یَخۡلُقۡكُمۡ عَبَثًا، وَ لَمۡ یَتۡرُكۡكُمۡ سُدًی، وَ لَمۡ یَدَعۡكُمۡ فِیۡ جَهَالَةٍ وَّ لَا عَمًی، قَدۡ سَمّٰی اٰثَارَكُمۡ ، وَ عَلِمَ اَعۡمَالَكُمۡ ، وَ كَتَبَ اٰجَالَكُمۡ ، وَ اَنۡزَلَ عَلَیۡكُمۡ ﴿الۡكِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ﴾، وَ

[۱] سورۃ النجم: ۳۔۴

عَمَّرَ فِيْكُمْ نَبِيَّهٗ اَزْمَانًا، حَتّٰۤى اَكْمَلَ لَهٗ وَ لَكُمْ ـ فِيْمَاۤ اَنْزَلَ مِنْ كِتَابِهٖ ـ دِيْنَهُ الَّذِیْ رَضِیَ لِنَفْسِهٖ، وَ اَنْهٰى اِلَيْكُمْ ـ عَلٰى لِسَانِهٖ ـ مَحَابَّهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ وَ مَكَارِهَهٗ، وَ نَوَاهِيَهٗ وَ اَوَامِرَهٗ، فَاَلْقٰى اِلَيْكُمُ الْمَعْذِرَةَ، وَ اتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ، وَ قَدَّمَ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ، وَ اَنْذَرَكُمْ ﴿بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ﴾.

اللہ سبحانہ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ اس نے تمہیں بے قید و بند جہالت وگمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اس نے تمہارے کرنے اور نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیے اور (پیغمبرؐ کے ذریعے) سکھا دیے ہیں۔ اس نے تمہاری عمریں لکھ دی ہیں اور تمہاری طرف ''ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا کھلا بیان ہے'' اور اپنے نبیؐ کو زندگی دے کر مدتوں تم میں رکھا، یہاں تک کہ اس نے اپنی اتاری ہوئی کتاب میں اپنے نبیؐ کے لیے اور تمہارے لیے اس دین کو جو اسے پسند ہے کامل کر دیا اور ان کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال (کی تفصیل) اور اپنے اوامر ونواہی تم تک پہنچائے۔ اس نے اپنے دلائل تمہارے سامنے رکھ دیے اور تم پر اپنی حجت قائم کر دی اور پہلے سے ڈرا دھمکا دیا اور (آنے والے) سخت عذاب سے خبردار کر دیا۔[۱]

## (۷) خطبہ نمبر ۹۴

دَفَنَ اللّٰهُ بِهِ الضَّغَآئِنَ، وَ اَطْفَاَ بِهِ الثَّوَآئِرَ، وَ اَلَّفَ بِهٖۤ اِخْوَانًا، وَ فَرَّقَ بِهٖۤ اَقْرَانًا، اَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ، وَ اَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ.

خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دیے اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیے، بھائیوں

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۸۴، ص ۲۷۴

میں الفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا، (اسلام کی) پستی و ذلت کو عزت بخشی اور (کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔[۱]

امامؑ نے اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ کی عظمت کے چودہ جملات ارشاد فرمائے جن میں سے چھ جملوں میں آپؐ کی بعثت کے فوائد بیان کیے۔

۱۔ دَفَنَ اللّٰهُ بِهِ الضَّغَآئِنَ

خدا نے ان کی وجہ سے کینے دبا دیے۔

آپؐ کی بعثت کی وجہ سے عربوں کی آپس کی مدتوں سے موجود نفرتیں اور دُشمنیاں اور بغض و غضب دَب گیا۔

اس صفت کو امیر المومنینؑ نے خطبہ ۲۲۸ میں بھی بیان فرمایا۔

لفظِ "ضَغَنٌ" قرآن مجید میں بھی دو بار استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی دِل میں دیر تک بغض و غضب کو چھپائے رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

﴿وَ يُخۡرِجۡ اَضۡغَانَكُمۡ﴾

وہ تمہارے دلی کینوں کو نمایاں کرے گا۔[۲]

رسول اللہؐ نے ان کینوں کو دفن کیا مگر پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں کچھ لوگوں کے دِلوں میں کینے پختہ ہو گئے اور ابو جاہل کی طرح کچھ نے ان کینوں کو رسول اللہؐ کی زندگی میں ظاہر کیا اور کچھ نے ان کینوں کا اظہار آپؐ کی رحلت کے بعد کیا۔ رسول اللہؐ کی زندگی میں بدر و اُحد جیسی جنگوں میں یہ کینہ و بغض ظاہر ہوا اور رسول اللہؐ کے بعد آپؐ کے خاندان اور آپؐ کی جان علی علیہ السلام کے ساتھ مختلف مقامات پر ہوا۔ آپؐ کی بیٹی کے ساتھ کیا ہوا اور کربلا میں آپؐ

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۴، ص ۳۱۵

[۲] سورۃ محمد: ۳۷

کے خاندان کے ساتھ کیا ہوا یہ وہی کینے تھے۔امیر المومنینؑ نے خطبہ شقشقیہ میں یہی الفاظ استعمال کرتے ہوئے شوریٰ والوں کے کینوں کو بیان کیا۔

فَصَغٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ.

ان میں سے ایک شخص تو کینہ وعناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہوگیا۔[1]

یہی کینہ کا لفظ جنگِ جمل کے لیے بھی امیر المومنینؑ نے استعمال کیا۔

وَ ضِغْنٌ غَلَا فِیْ صَدْرِهَا كَمِرْجَلِ الْقَيْنِ.

اورلوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ وعناد ان کے سینہ میں جوش مار رہا ہے۔[2] امیر المومنینؑ جنگ کے موقعوں پر ان کینوں کا رب سے شکوہ کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ قَدْ صَرَّحَ مَكْنُوْنُ الشَّنَاٰنِ، وَ جَاشَتْ مَرَاجِلُ الْاَضْغَانِ.

بارالٰہا! چھپی ہوئی عداوتیں ابھر آئی ہیں اور کینہ وعناد کی دیگیں جوش کھانے لگی ہیں۔[3]

نبی اکرمؐ کی بعثت سے اللہ نے ان کینوں کو دبایا تھا مگر ان کینہ پروروں میں سے کچھ ایسے تھے کہ ان کے سینے رسول اللہؐ سے بڑھ گئے تھے۔

۲۔ وَ اَطْفَاَ بِهِ الثَّوَآئِرَ

اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیے۔

"ضَغَائِنٌ" مخفی فتنوں اور کینوں کے لیے استعمال ہوا ہے تو "ثَوْرٌ" ظاہری اور علنی دُشمنیوں کے لیے۔"ثَوْرٌ" لفظ جوش مارنے، بھڑکنے اور کسی چیز کے الٹ جانے یعنی اوپر نیچے ہو جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے وقت بغض و دُشمنیوں کے

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۳،ص ۱۱۱

[2] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۴،ص ۴۳۶

[3] نہج البلاغہ: خط ۱۵،ص ۶۸۱

شعلے بھڑک رہے تھے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی ایک مسدس میں ان حالات کو تفصیل سے پیش کیا جس کے کچھ اشعار یوں ہیں:

بلند ایک ہوتا تھا گرواں شرارا — تو اس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا
کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا — کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا — کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یوں ہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں — یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

انسانی تہذیب سے دور ایسے معاشرے میں جب آپؐ کی آمد ہوئی تو یہی قوم یوں بدلی کہ جس کا ذکر اگلے جملے میں امامؑ نے بیان فرمایا کہ وہ بھائی بھائی بن گئے۔

۳۔ وَ اَلَّفَ بِهٖۤ اِخْوَانًا

بھائیوں میں اُلفت پیدا کی۔

امیرالمومنینؑ نے اس جملے میں قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی طرف اشارہ فرمایا:

﴿اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾

جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اور اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔[1]

اوس وخزرج کی مدتوں کی لڑائی اور آپؐ کی مدینہ آمد سے ان کا آپس میں بھائی چارہ اسی کا ایک ثبوت ہے۔

۴۔ وَ فَرَّقَ بِهٖۤ اَقْرَانًا

اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، انہیں الگ الگ کر دیا۔

آپؐ کی بعثت سے اسلام کے سائے میں جیسے مدتوں کے دُشمن ایک دوسرے سے

---

[1] سورۃ آل عمران: ۱۰۳

محبت کرنے لگے اسی طرح اسلام کی خاطر اور آپؐ پر ایمان لانے کی بنیاد پر کافر باپ اور مومن بیٹے میں جدائیاں ہوگئیں۔ جیسے عتبہ بن ربیعہ جس نے سب سے پہلے اسلام کے خلاف بدر میں جنگ کا پرچم بلند کیا اس کا بیٹا حذیفہ رسول اللہؐ کے ساتھ ہو کر لڑ رہا تھا۔ عبد الرحمن بن ابی بکر مشرکین کے ساتھ تھا۔ اور اس کا باپ رسول اللہؐ کے ساتھ تھا۔ امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں اس منظر کو یوں پیش کیا:

وَ لَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نَقْتُلُ اٰبَآئَنَا وَ اَبْنَآئَنَا وَ اِخْوَانَنَا وَ اَعْمَامَنَا، مَا يَزِيْدُنَا ذٰلِكَ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا، وَ مُضِيًّا عَلَى اللَّقَمِ، وَ صَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْاَلَمِ.

ہم (مسلمان) رسول اللہؐ کے ساتھ ہو کر اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا، اطاعت اور راہ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب و الم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی۔ [1]

حضرت حمزہ اور ابولہب دو بھائیوں کی جُدائی و دُشمنی اس کا ایک نمونہ ہے۔

۵۔ عَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ

(اسلام کی) پستی و ذلت کو عزت بخشی۔

آپؐ کی وجہ سے محروم و مستضعف لوگ معزز بن گئے۔ جیسے بلال و سلمان فارسی جیسے غلامی میں اور ظاہری ذلت میں زندگی گزارنے والا اسلام کے سائے میں آ کر اور تقویٰ کے لباس پہن کر عزت کی بلندیوں تک پہنچ گئے۔

۶۔ وَ اَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ

اور (کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۵۶، ص ۲۲۵

ابو جہل و ابو سفیان جیسے مشرکین کے سردار اوران کے ہاں بڑے باوقار افراد آزاد کردہ غلاموں کی فہرست میں آ گئے۔

## (۸) خطبہ نمبر ۹۸

اَرْسَلَهٗ بِاَمْرِهٖ صَادِعًا، وَ بِذِكْرِهٖ نَاطِقًا.

جنہیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے سنانے اور اپنا ذکر زبان پر لانے کے لیے بھیجا۔ (۱)

خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے آپؐ کی بعثت کے دو مقاصد بیان فرمائے:

### ۱۔ اَرْسَلَهٗ بِاَمْرِهٖ صَادِعًا

اللہ نے اپنا امر واضح کرنے کے لیے بھیجا۔

یہاں امر سے مراد دین بھی ہو سکتا ہے اور اللہ کا حکم بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور دونوں صورتوں میں مقصود ایک ہی ہو گا کہ اللہ نے اپنے احکام و پیغام کو پہنچانے کے لیے آپؐ کو مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید جیسا دستور العمل آپؐ پر نازل فرمایا۔ اس فرمان میں امامؑ نے اللہ سبحانہ کے اس قرآنی حکم کی طرف اشارہ فرمایا جہاں ارشاد ہوا۔

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

آپ کو جس چیز کا حکم ملا ہے اس کا واشگاف الفاظ میں اعلان کریں اور مشرکین کی اعتنا نہ کریں۔ (۲)

اس آیت میں آپؐ کو اعلانیہ طور پر تبلیغ کا حکم ہوا جسے آپؐ نے انجام دیا اور امیر المومنینؑ اسی کو بیان فرما رہے ہیں۔

### ۲۔ وَ بِذِكْرِهٖ نَاطِقًا

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۹۸، ص ۳۲۲

(۲) سورۃ الحجر: ۹۴

اور اپنا ذکر زبان پر لانے کے لیے بھیجا۔

اللہ سبحانہ نے آپؐ کی بعثت کا مقصد یہ قرار دیا کہ آپؐ کے ذریعہ اللہ کا ذکر عام ہوا اور پیغمبر اکرمؐ کے اس مقصد کو دو طرح سے بیان کیا کہ آپؐ وحی کے بغیر بولتے نہیں تھے۔

﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾
وہ خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو (اس پر) نازل کی جاتی ہے۔[۱]

اور

﴿وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ﴾
اور اپنے رب کو خوب یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔[۲]

رسول اللہؐ نے اپنے فریضہ کو یوں نبھایا کہ آپؐ کے ذریعہ گھر گھر اللہ کا ذکر قائم ہے۔

## (۹) خطبہ نمبر ۱۱۴

اَرْسَلَهٗ دَاعِيًا اِلَى الْحَقِّ، وَ شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ۔
اللہ نے آپؐ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا۔[۳]

امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں آپؐ کی بعثت کے دو مقاصد بیان فرمائے:

۱۔ اَرْسَلَهٗ دَاعِيًا اِلَى الْحَقِّ۔
اللہ نے آپؐ کو حق کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے جو مقاصد قرآن مجید میں بیان فرمائے ان میں ایک مشہور مقصد دعوت الی اللہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا، وَّ دَاعِيًا اِلَى

---

۱۔ سورۃ النجم: ۳۔۴

۲۔ سورۃ آل عمران: ۴۱

۳۔ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۱۴، ص ۳۵۷

اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيۡرًا﴾

اے پیغمبر! ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔اور اس (اللہ) کے اذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر۔ ①

ایک اور مقام پر پیغمبر اکرمؐ کو اللہ کی طرف بلانے والا قرار دیا۔ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنۡ لَّا يُجِبۡ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيۡسَ بِمُعۡجِزٍ فِي الۡاَرۡضِ﴾

اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کرتا وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا۔ ②

کئی مقامات پر آپؐ کو دعوت دینے کا حکم دیا۔فرمایا:

﴿وَ ادۡعُ اِلٰی رَبِّکَ ؕ اِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾

اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں،آپ یقینا راہ راست پر ہیں۔ ③

قرآن مجید میں لفظِ حق متعدد معانی کے لیے استعمال ہوا اور پیغمبر اکرمؐ ان تمام موارد کی طرف اللہ کی طرف سے دعوت دینے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۲۔ وَ شَاهِدًا عَلَى الۡخَلۡقِ۔

اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا۔

گواہ ہونے کے اس وصفِ پیغمبر کا تفصیل سے تذکرہ ہو چکا ہے۔پیغمبر کی گواہی، قیامت کے دِن اپنے امتیوں کی گواہی اور دُنیا میں اپنی امت کے اعمال کی گواہی سب مراد

① سورۃ الاحزاب:۴۵۔۴۶

② سورۃ احقاف،آیہ ۳۲

③ سورۃ الحج:۶۷

لیے جا سکتے ہیں۔

(۱۰) خطبہ نمبر ۱۴۵

فَبَعَثَ اللّٰہُ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لِیُخْرِجَ عِبَادَہٗ مِنْ عِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ اِلٰی عِبَادَتِہٖ، وَ مِنْ طَاعَۃِ الشَّیْطٰنِ اِلٰی طَاعَتِہٖ، بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَیَّنَہٗ وَ اَحْکَمَہٗ، لِیَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّھُمْ اِذْ جَھِلُوْہُ، وَ لِیُقِرُّوْا بِہٖ بَعْدَ اِذْ جَحَدُوْہُ، وَ لِیُثْبِتُوْہُ بَعْدَ اِذْ اَنْکَرُوْہُ.

اللہ سبحانہ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کے بندوں کو محکم وواضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی پرستش کی طرف اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں، تا کہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔[۱]

امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے پانچ مقاصد بیان فرمائے۔ اس خطبہ کی طرح نہج البلاغہ میں نو بار امیر المومنینؑ نے بعثتِ پیغمبر کے ساتھ لفظِ حق استعمال فرمایا۔ قرآن مجید نے بھی پیغمبر کے ارسال کے ساتھ لفظِ حق کا استعمال کیا جیسے

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا﴾

ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔[۲]

ایسے موارد میں حق سے مراد واقعیت کے مطابق ثابت ہونا ہے۔ یعنی آپؐ کے مشن کے لیے جن حقیقتوں کی ضرورت تھی آپؐ کو ان کے ساتھ بھیجا۔ نبوت کے ثبوت کے لیے

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۵

[۲] سورۃ البقرہ: ۱۱۹

معجزات کی ضرورت تھی تو معجزات کے ساتھ بھیجا۔ شرحِ صدر کی ضرورت تھی تو وسیع القلب بنا کر بھیجا۔ اثر رکھنے والی زبان کی ضرورت تھی تو صاحب بیان بنا کر بھیجا۔

۱۔ لِیُخْرِجَ عِبَادَہٗ مِنْ عِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ اِلٰی عِبَادَتِہٖ

تاکہ اس کے بندوں کو بتوں کی پرستش سے خدا کی عبادت کی نکال لے جائیں۔

امامؑ نے یہاں پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے مہم ترین مقصد کو بیان فرمایا اور اس جملے کے پہلے حصہ میں واضح فرمایا کہ اللہ کے بندے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کی بندگی میں مشغول تھے خواہ وہ غیر خدا اوثان و صنم ہوں یا انسانوں کی صورت میں ظالم و جابر حکمران ہوں۔ جیسے فرعون کی طرح خود کو رب کہنے والے افراد اور اس جملے کے دوسرے حصہ میں فرمایا کہ وہاں سے چھٹکارا دِلا کر اللہ کی عبادت میں لے آئیں۔ اور یہی مقصدِ بعثت تمام انبیا لے کر آئے۔

۲۔ وَ مِنْ طَاعَۃِ الشَّیْطٰنِ اِلٰی طَاعَتِہٖ۔

اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں۔

بتوں کی عبادت سے نکالنے کے مقصد کے ساتھ شیطان کی اطاعت سے نکالنا بھی مقصدِ بعثت ہے۔ قرآن مجید نے شیطان کی عبادت کے الفاظ بھی استعمال کیے اور شیطان کی ولایت کے بھی الفاظ استعمال کیے۔ پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کا مقصد ان دونوں کاموں سے بندگانِ خدا کو نکالنا ہے۔ امیر المومنینؑ نے ان دو جملوں کے بعد فرمایا:

۳۔ بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَیَّنَہٗ وَ اَحْکَمَہٗ۔

محکم و واضح قرآن کے ذریعہ۔

مختلف شارحین نے علمی گفتگو کے ذریعہ اس جملے کی شرحیں کیں مگر علامہ مفتی جعفر حسینؒ کے ترجمہ نے مطلب کو بڑا واضح کر دیا کہ بعثتِ رسولؐ کے یہ پانچوں مقاصد قرآن مجید کے ذریعہ سے حاصل ہوئے۔

۴۔ لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ اِذْ جَهِلُوْهُ۔

تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں۔

لوگ غیروں کی عبادت یا شیطان کی اطاعت میں مشغول تھے اور پیغمبرؐ نے انہیں قرآن کے ذریعہ حقیقی معرفت کرائی اور شرک جیسے گناہ سے نکال کر توحید پرست بنایا۔

۵۔ وَ لِيُقِرُّوْا بِهٖ بَعْدَ اِذْ جَحَدُوْهُ

اور انکار کے بعد اس کے وجود کا اقرار کریں۔

امامؑ نے یہاں لفظ "جَحْدُ" استعمال کیا اور "جَحْدُ" اس انکار کو کہتے ہیں جس میں انکار کرنے والے کو اس شے کا علم ہو اور پھر بھی انکار کرے۔

امامؑ کے فرمان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے وجود کا یا گزشتہ شریعتوں کے ذریعہ علم تھا یا فطرت کے اعتبار سے علم تھا مگر اس علم کے باوجود اللہ کا انکار کرتے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان کی غافل فطرتوں کو جگا کر یا انبیا کے ان تذکروں کو یاد دِلا کر انکار کے بعد اللہ کا اقرار کرایا۔

۶۔ لِيُثْبِتُوْهُ بَعْدَ اِذْ اَنْكَرُوْهُ

اور نفی و انکار کے بعد اس کے وجود پر یقین کریں۔

امامؑ نے یہاں لفظ انکار استعمال کیا۔ انکار میں علم ہونا یا نہ ہونا فرق نہیں کرتا یہ عام ہے اور یہ دِل و زبان دونوں سے انکار کو شامل ہے۔ بعض شارحین نے یہ فرق کیا ہے کہ "جَحْدٌ" کفر کی صورت میں انکار ہے اور "اِنکارٌ" نفاق کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی پیغمبر اکرمؐ کفر و نفاق کی وادیوں سے نکال کر توحید کے اقرار و یقین و ثبوت کی طرف لانے کے لیے مبعوث ہوئے۔

## (۱۱) خطبہ نمبر ۱۴۹

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ نَجِيْبُهٗ وَ صَفْوَتُهٗ، لَا يُؤَازٰى فَضْلُهٗ، وَ لَا يُجْبَرُ فَقْدُهٗ، اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ،

وَالْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ، وَالْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ، وَالنَّاسُ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْمَ، وَ يَسْتَذِلُّوْنَ الْحَكِيْمَ، يَحْيَوْنَ عَلٰى فَتْرَةٍ، وَ يَمُوْتُوْنَ عَلٰى كَفْرَةٍ!

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں۔ نہ ان کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہوسکتی ہے۔ تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن ومنور ہو گئے، جبکہ لوگ حلال کو حرام اور مرد زیرک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے۔ نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہی کی حالت میں مرجاتے تھے۔ [۱]

بعثت کے وقت کے حالات کے ضمن میں اس خطبہ کی کچھ وضاحت ہو چکی ہے۔

امام علیہ السلام نے آپؐ کو عبد و رسول کے اوصاف کے بعد نَجِیْبٌ اور صَفْوَت کے اوصاف سے یاد فرمایا۔ اکثر شارحین نے ان دونوں صفتوں کا ایک ہی معنی بیان کیا ہے۔ "نجیب" یعنی منتخب اور برگزیدہ ہونا اور "صَفوَت" نجیب کی تاکید کے طور پر آئی ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ مکارم شیرازی نے ان صفات کی شرح میں لکھا ہے کہ:

لفظِ "نجیب" کسی نفیس اور قیمتی اور گرانبہا چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہی چیز آپؐ کے انتخاب کا مقدمہ بنی۔ [۲]

اس خطبہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے پیغمبر اکرمؐ کے سات اوصاف و فضائل بیان فرمائے اور ساتویں فضیلت یعنی "اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ" کے بعد سات جملوں میں آپؐ کی بعثت کے وقت کے حالات اور اپ کی بعثت کے فوائد کو بیان فرمایا۔

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۹، ص ۴۲۲

[۲] پیامِ امام: ج ۶، ص ۲۱

امامؑ نے ان اوصاف میں فرمایا:

لَا یُؤَازٰی فَضْلُهٗ، وَ لَا یُجْبَرُ فَقْدُهٗ

”نہ ان کے فضل وکمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہوسکتی ہے“۔

آپؐ کے فضل وکرم کو بے مثال قرار دیا اور فرمایا:

آپؐ جیسا کوئی نہیں۔ تو ہر صفت سبب بنی کہ آپؐ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد آپؐ کا خلا پر نہ ہوسکا بلکہ آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی۔

گویا حالات ایسے تھے کہ وحی ونبوت ورسالت کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔ آپؐ کی آمد سے وہ کمی پوری ہوئی اور ایسی پوری ہوئی کہ قیامت تک کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ آپؐ نے اس کمی کو یوں پورا فرمایا کہ آپؐ کے آنے کے وقت پستی و ذلت میں گھری ہوئی قوم کو بلندی ورفعت پر پہنچا دیا۔

## (۱۲) خطبہ نمبر ۱۵۹

(الف) بَعَثَهٗ بِالنُّوْرِ الْمُضِیْٓءِ، وَ الْبُرْهَانِ الْجَلِیِّ، وَ الْمِنْهَاجِ الْبَادِیْ، وَ الْكِتَابِ الْهَادِیْ۔

اللہ نے اپنے رسولؐ کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل، کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا۔[۱]

امامؑ نے اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ کے متعدد اوصاف بیان فرمائے جن کی اپنے اپنے عنوان کے تحت وضاحت ہوگی۔ اس حصے میں بعثتِ پیغمبرؐ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے بعثت کے وقت اللہ کی طرف سے عطا کردہ چار چیزوں کا تذکرہ فرمایا۔ حقیقت میں یہ چار امور پیغمبر اکرمؐ کی عظمت کی بھی نشاندہی کرتے ہیں اور بعثت کے مقصد یعنی پیغامِ الٰہی

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۹، ص ۴۵۰

پہنچانے کے لیے مددگار بھی حساب ہوتے ہیں۔

۱۔ بِالنُّوْرِ الْمُضِیْٓءِ

یہاں نور سے مراد وہی نورِ نبوت ہے جس نے انسانیت کی ہدایت کی راہوں کو روشن و منوّر کیا اور انہیں جہالت و گمراہی سے نکال کر علم و عدالت کا حامل بنایا۔

۲۔ وَ الْبُرْهَانِ الْجَلِیِّ

روشن دلیل۔

یہاں شارحین نے برہان سے مراد اللہ کی طرف سے آپؐ کو عطا کیے گئے معجزات مراد لیے ہیں۔ البتہ ان معجزات میں آپؐ کے جسمانی و روحانی تمام معجزات شامل ہیں اور عام اذہان کو انہی معجزات نے اپنی طرف متوجہ کیا۔

۳۔ وَ الْمِنْهَاجِ الْبَادِیْ

کھلی ہوئی راہِ شریعت کے ساتھ بھیجا۔

راہِ روشن سے دین اسلام مراد ہے۔

۴۔ وَ الْكِتَابِ الْهَادِیْ

ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا۔

آپؐ کو مبعوث فرمایا اور کتابِ ہدایت کی صورت میں انسان کی رہنمائی کے لیے دستور العمل دے کر بھیجا۔

## (۱۳) خطبہ نمبر ۱۵۹

(ب) اَرْسَلَهٗ بِحُجَّةٍ كَافِيَةٍ، وَ مَوْعِظَةٍ شَافِيَةٍ، وَ دَعْوَةٍ مُّتَلَافِيَةٍ. اَظْهَرَ بِهِ الشَّرَآئِعَ الْمَجْهُوْلَةَ، وَ قَمَعَ بِهِ الْبِدَعَ الْمَدْخُوْلَةَ، وَ بَيَّنَ بِهِ الْاَحْكَامَ الْمَفْصُوْلَةَ.

اللہ نے آپؐ کو مکمل دلیل، شفا بخش نصیحت اور (پہلی جہالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دے کر بھیجا اور ان کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکارا کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن وسنت میں) بیان کیے ہوئے احکام واضح کیے۔[۱]

جیسا کہ پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس خطبہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے متعدد اوصاف بیان فرمائے۔ اس حصہ میں بعثت کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے جو کام انجام دیے ان کو بیان فرمایا۔

پیغمبر اکرمؐ کو تین اوصاف سے متصف فرما کر اللہ نے مبعوث کیا: اللہ نے آپؐ کو مکمل دلیل، شفا بخش نصیحت اور (پہلی جہالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دے کر بھیجا۔

پھر آپؐ نے ان تین ذرائع کو استعمال کر کے تین عملی امور انجام دیے۔ ان کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکارا کیں۔ غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن و سنت میں) بیان کیے ہوئے احکام واضح فرمائے۔ اس حصہ میں واضح ہوا کہ پیغمبرؐ کو کیا دیا گیا اور آپؐ نے ان ذرائع کے استعمال سے کیا کیا انجام دیا۔

## (۱۴) خطبہ نمبر ۱۶۷

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ رَسُوْلًا هَادِيًا بِكِتَابٍ نَّاطِقٍ وَّ اَمْرٍ قَآئِمٍ

بے شک اللہ نے اپنے رسولؐ کو ہادی بنا کر، بولنے والی کتاب اور برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا۔[۲]

پیغمبر اکرمؐ کے بعد اُٹھنے والے فتنوں کے اسباب کے بیان سے پہلے امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی بعثت اور تبلیغ کے اسباب کو بیان فرمایا۔ پھر متوجہ کیا کہ نبی اکرمؐ کے بتائے ہوئے

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۹،ص ۴۵۰

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۶۷،ص ۴۷۲

ان ذرائع کو جو چھوڑے گا وہ ہلاک ہوگا۔ آپؑ نے رسول اللہؐ کو ہادی کے لقب سے یاد فرمایا اور اس ہدایت کے لیے دو ذرائع کا ذکر کیا۔

۱۔ بِكِتَابٍ نَّاطِقٍ

بولنے والی کتاب۔

اللہ سبحانہ نے قرآن مجید کو کتابِ ہدایت قرار دیا اور پیغمبر اکرمؐ اس کتابِ خدا کے معلّم ہیں اس اعتبار سے آپؐ بھی ہادی ہیں اور امامؑ نے قرآن مجید کے لیے لفظِ صامت یعنی خاموش رہنے والی کتاب اور ناطق یعنی بولنے والی کتاب دونوں استعمال کیے۔

۲۔ وَ اَمْرٍ قَآئِمٍ

برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا۔

شارحین نے امر سے مراد شریعت لی ہے اور قائم کا معنی مستقیم بھی کیا ہے اور ہمیشہ باقی و برقرار رہنے کا معنی بھی کیا ہے۔ یعنی دینِ اسلام ہمیشہ برقرار رہے گا اور اسلام میں کوئی کجی پیدا نہیں ہوگی۔

## (۱۵) خطبہ نمبر ۱۷۶

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، الْمُجْتَبٰى مِنْ خَلَآئِقِهٖ، وَالْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَآئِقِهٖ، وَ الْمُخْتَصُّ بِعَقَآئِلِ كَرَامَاتِهٖ، وَ الْمُصْطَفٰى لِكَرَآئِمِ رِسَالَاتِهٖ، وَ الْمُوَضَّحَةُ بِهٖٓ اَشْرَاطُ الْهُدٰى، وَ الْمَجْلُوُّ بِهٖ غِرْبِيْبُ الْعَمٰى.

اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں اور مخلوقات میں منتخب، بیان شریعت کے لیے برگزیدہ، گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص اور عمدہ پیغاموں (کے پہنچانے) کے لیے منتخب ہیں۔ آپؐ کے ذریعے سے ہدایت کے نشانات روشن

کیے گئے اور گمراہی کی تیرگیوں کو چھانٹا گیا۔ [۱]

اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ کے مختلف اوصاف بیان ہوئے ہیں اور آخر میں دو اوصاف مقصدِ بعثت کو بیان کررہے ہیں۔

۱۔ وَ الْمُوَضَّحَةُ بِهٖٓ اَشْرَاطُ الْهُدٰى

آپؐ کے ذریعے سے ہدایت کے نشانات روشن کیے گئے۔

آپؐ کی آمد کے وقت زمانہ گمراہی میں مبتلا ہو چکا تھا اور انسانی اصول پامال ہو رہے تھے مثلاً چھوٹے چھوٹے مسائل پر کئی کئی سال قبیلوں کی جنگیں وغیرہ جیسے مسائل۔ آپؐ کی آمد سے ان تاریکیوں سے لوگوں کو نکال کر راہِ ہدایت کی طرف لایا گیا۔ بھٹکے ہوئے افراد کو راہِ راست کی راہنمائی کی گئی۔

۲۔ وَ الْمَجْلُوُّ بِهٖ غِرْبِيْبُ الْعَمٰى

اور گمراہی کی تیرگیوں کو چھانٹا گیا۔

## (۱۶) خطبہ نمبر ۱۸۳

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ الصَّفِيُّ، وَ اَمِيْنُهُ الرَّضِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَرْسَلَهٗ بِوُجُوْبِ الْحُجَجِ، وَ ظُهُوْرِ الْفَلَجِ، وَ اِيْضَاحِ الْمَنْهَجِ، فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعًا بِهَا، وَ حَمَلَ عَلَى الْمَحَجَّةِ دَالًّا عَلَيْهَا، وَ اَقَامَ اَعْلَامَ الْاِهْتِدَآءِ وَ مَنَارَ الضِّيَآءِ، وَ جَعَلَ اَمْرَاسَ الْاِسْلَامِ مَتِيْنَةً، وَ عُرَا الْاِيْمَانِ وَثِيْقَةً.

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور برگزیدہ رسول اور پسندیدہ امین ہیں۔ خدا ان پر اور ان کے اہل بیتؑ پر رحمت فراواں نازل کرے۔ اللہ نے انہیں

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۶، ص ۴۹۳

ناقابل انکار دلیلوں، واضح کامرانیوں اور راہ (شریعت) کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ آپؐ نے (حق کو باطل سے) چھانٹ کر اس کا پیغام پہنچایا، راہ حق دکھا کر اس پر لوگوں کو لگایا، ہدایت کے نشان اور روشنی کے مینار قائم کیے، اسلام کی رسیوں اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کیا۔ (۱)

امیر المومنینؑ نے یہاں پیغمبر اکرمؐ کے متعدد اوصاف بیان فرمائے اور ان میں سے تین جملوں میں بعثت کے اہداف بیان فرمائے۔

۱۔ اَرْسَلَهٗ بِوُجُوْبِ الْحُجَجِ

اللہ نے انہیں ناقابل انکار دلیلوں۔

۲۔ وَ ظُهُوْرِ الْفَلَجِ

واضح کامرانیوں۔

۳۔ وَ اِيْضَاحِ الْمَنْهَجِ

اور راہ (شریعت) کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا۔

امامؑ نے آخری چھ جملوں میں پیغمبر اکرمؐ کے عملی اقدامات کو بیان کیا۔

## (۱۷) خطبہ نمبر ۱۹۰

فَانْظُرُوْۤا اِلٰى مَوَاقِعِ نِعَمِ اللهِ عَلَيْهِمْ حِيْنَ بَعَثَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلًا، فَعَقَدَ بِمِلَّتِهٖ طَاعَتَهُمْ، وَ جَمَعَ عَلٰى دَعْوَتِهٖۤ اُلْفَتَهُمْ، كَيْفَ نَشَرَتِ النِّعْمَةُ عَلَيْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا، وَ اَسَالَتْ لَهُمْ جَدَاوِلَ نَعِيْمِهَا، وَ الْتَفَّتِ الْمِلَّةُ بِهِمْ فِيْ عَوَآئِدِ بَرَكَتِهَا. فَاَصْبَحُوْا فِيْ نِعْمَتِهَا غَرِقِيْنَ، وَ فِيْ خُضْرَةِ عَيْشِهَا فَكِهِيْنَ. قَدْ تَرَبَّعَتِ الْاُمُوْرُ بِهِمْ فِيْ ظِلِّ سُلْطَانٍ

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۳، ص ۵۱۵

قَاهِرٍ، وَ اٰوَتْهُمُ الْحَالُ اِلٰى كَنَفِ عِزٍّ غَالِبٍ، وَ تَعَطَّفَتِ الْاُمُوْرُ عَلَيْهِمْ فِیْ ذُرٰى مُلْكٍ ثَابِتٍ، فَهُمْ حُكَّامٌ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ، وَ مُلُوْكٌ فِیْۤ اَطْرَافِ الْاَرَضِيْنَ، يَمْلِكُوْنَ الْاُمُوْرَ عَلٰى مَنْ كَانَ يَمْلِكُهَا عَلَيْهِمْ، وَ يُمْضُوْنَ الْاَحْكَامَ فِيْمَنْ كَانَ يُمْضِيْهَا فِيْهِمْ! لَا تُغْمَزُ لَهُمْ قَنَاةٌ، وَ لَا تُقْرَعُ لَهُمْ صَفَاةٌ!.

دیکھو! کہ اللہ نے ان پر کتنے احسانات کیے کہ ان میں اپنا رسول بھیجا کہ جس نے اپنی اطاعت کا انہیں پابند بنایا اور انہیں ایک مرکزِ وحدت پر جمع کر دیا اور کیونکر خوشحالی نے اپنے پر و بال ان پر پھیلا دیے اور ان کے لیے بخشش و فیضان کی نہریں بہا دیں اور شریعت نے انہیں اپنی برکت کے بے بہا فائدوں میں لپیٹ لیا، چنانچہ وہ اس کی نعمتوں میں شرابور اور اس کی زندگی کی تر و تازگیوں میں خوشحال اور ایک مسلط فرمانروا (اسلام) کے زیر سایہ ان (کی زندگی) کے تمام شعبے (نظم و ترتیب سے) قائم ہو گئے اور ان کے حالات (کی درستگی) نے انہیں غلبہ و بزرگی کے پہلو میں جگہ دی اور ایک مضبوط سلطنت کی سربلند چوٹیوں میں (دین و دنیا کی) سعادتیں ان پر جھک پڑیں۔ وہ تمام جہان پر حکمران اور زمین کی پہنائیوں میں تخت و تاج کے مالک بن گئے اور جن پابندیوں کی بنا پر دوسروں کے زیر دست تھے، اب یہ انہیں پابند بنا کر ان پر مسلّط ہو گئے اور جن کے زیرِ فرمان تھے ان کے فرمانروا بن گئے۔ نہ ان کا دم خم ہی نکالا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا کس بل توڑا جا سکتا ہے۔ [۱]

امامؑ نے گزشتہ اُمتوں اور خاص کر اولادِ حضرت اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کے حالات کی دِگرگونی کو بیان کیا اور پھر دعوت دی کہ ان حالات میں غور و فکر کریں تا کہ اس دور کو بدلنے والی ذاتِ گرامی پیغمبر اکرمؐ کی عظمت کا اندازہ ہو۔ پھر پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کو نعمت قرار

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۵

دیتے ہوئے آپؐ کی بعثت کی برکات کو پیش کیا۔

۱۔ فَعَقَدَ بِمِلَّتِهٖ طَاعَتَهُمْ

اللہ نے اپنے دین کی اطاعت کا انہیں پابند بنایا۔

پیغمبرؐ کی آمد کے وقت لوگ کسی اصول و آئین کے پابند نہیں تھے بلکہ اپنی خواہشات کے تابع تھے۔ اللہ سبحانہ نے آپؐ کے ذریعہ سے انہیں پابند دین کیا اور رسول اللہؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا ذریعہ قرار دیا بلکہ فرمایا:

﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ [1]

یوں وہ جو اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لیے بڑے بڑے جرم کرتے تھے اُنہوں نے خواہشوں کو اللہ کی مرضیوں اور پیغمبر اکرمؐ کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنا سیکھ لیا اور اللہ کا قرب حاصل کر لیا۔ یہ بعثت کی صورت میں بڑی نعمت تھی۔

۲۔ وَ جَمَعَ عَلٰى دَعْوَتِهٖٓ اُلْفَتَهُمْ

اور اللہ نے پیغمبر اکرمؐ کی دعوت پر اس امت کی محبتوں کو جمع کر دیا۔

صدیوں سے قبیلوں کی جنگوں میں مشغول افراد کو مختصر سی مدت میں پیغمبرؐ کے ذریعہ اللہ نے نہ فقط اکٹھا کر دیا بلکہ ان کے دِلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دی۔ محبت پیدا کرنے کو اللہ نے قرآن مجید میں خود سے نسبت دی اور فرمایا:

﴿وَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ‌ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ

---

[1] سورۃ آل عمران: ۳۱

بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

اور اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کی ہے، اگر آپ روئے زمین کی ساری دولت خرچ کرتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ نے ان (کے دلوں) کو جوڑ دیا، یقیناً اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔[۱]

یہاں محبت ڈالنے کی نسبت اللہ سبحانہ تعالیٰ سے ہے مگر ذریعہ پیغمبر گرامیؐ کی ذات ہے۔ امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں چند دیگر مقامات پر بھی آپؐ کے ذریعہ اس الفت کے وجود میں آنے کو بیان فرمایا مثلاً فرمایا: "وَ اَلَّفَ بِهٖ اِخْوَانًا" "خدا نے آپ کی وجہ سے بھائیوں میں الفت پیدا کی"۔[۲]

۳۔ كَيْفَ نَشَرَتِ النِّعْمَةُ عَلَيْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا

اور کیسے نعمت وخوشحالی نے ان پر اپنے پر و بال پھیلا دیے۔

اس فرمان میں امامؑ نے بعثت کے ذریعہ حاصل ہونے والی نعمات کی وسعت و عمومیت کے لیے خوبصورت الفاظ پیش کیے۔ اس میں پیغمبر اکرمؐ کے ماننے والوں کی خوشحالی بھی شامل ہے اور نہ ماننے والوں کو بھی وہ رحمتیں گھیرے ہوئے نظر آتی ہیں۔

۴۔ لَا تُغْمَزُ لَهُمْ قَنَاةٌ، وَ لَا تُقْرَعُ لَهُمْ صَفَاةٌ!.

اب نہ ان کا دم خم ہی نکالا جا سکتا تھا اور نہ ہی ان کا زور توڑا جا سکتا تھا۔

درمیان کی چند نعمات کی وضاحت کی طرف اختصار کی وجہ سے نہیں جاتے آخری دو جملوں میں امامؑ نے آپؐ کی وجہ سے اس ملت کی طاقت کو بیان فرمایا کہ آپؐ کی ہدایات اور تعلیمات کی بنا پر اور اللہ سے تعلق وعقیدے کے باعث وہ قوم اتنی مضبوط ہو چکی تھی کہ کوئی

---

[۱] سورۃ الانفال: ٦٣

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۴، ص ۳۱۵

ان کا مدمقابل نہیں تھا۔

## (۱۸) خطبہ نمبر ۱۹۶

جَعَلَهُ اللّٰهُ بَلَاغًا لِّرِسَالَتِهٖ، وَ كَرَامَةً لِّاُمَّتِهٖ، وَ رَبِيْعًا لِّاَهْلِ زَمَانِهٖ، وَرِفْعَةً لِّاَعْوَانِهٖ، وَشَرَفًا لِّاَنْصَارِهٖ.

اللہ نے ان کو پیغام رسانی اور امت کی سرفرازی کا ذریعہ، اہل عالم کے لیے بہار اور یاروانصار کی رفعت وعزت کا سبب قرار دیا۔[۱]

امیرالمومنینؑ نے اس خطبہ میں ابتدائی چودہ جملوں میں پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے زمانے کو بیان فرمایا جس کا تذکرہ اپنے مقام پر ہو چکا ہے۔ ان جملات میں پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے فوائد کو بیان فرمایا اور اس کے بعد آپؐ کو عطا کردہ دائمی معجزے یعنی قرآن کریم کے بیالیس فضائل بیان فرمائے۔

یہاں پانچ جملات میں آپؐ کی بعثت کے فوائد بیان ہوئے۔ اس پستی میں گری ہوئی انسانیت کی طرف اپنی مخلوق پر مہربان اللہ نے تمام انبیا کی محنتوں کو بچانے کے لیے عالمین کی رحمت بنا کر رسول اللہؐ کو بھیجا اور اپنا آخری پیغام اس امت کے لیے بھیجا اور یہ پیغام قیامت تک باقی ہے۔

۱۔ وَ كَرَامَةً لِّاُمَّتِهٖ

اور امت کی عزت وکرامت کا ذریعہ قرار دیا۔

جیسے مہربان اللہ نے آپؐ کو رحمت بنا کر بھیجا تھا آپؐ نے بھی اسی رحمت سے اللہ کی دعوت کو اس کے بندوں تک پہنچایا اور یوں جنھوں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہی وہ پروردگار کے لیے صاحبِ عزت وکرامت بن گئے۔

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۳

۲۔ وَ رَبِيْعًا لِّاَهْلِ زَمَانِهٖ

اہلِ عالم کے لیے بہار قرار دیا۔

یا آپؐ کے حسن وکمال کے لیے ربیع وموسم بہار قرار دیا اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں معنی کیا جائے کہ آپؐ کی بعثت کے وقت انسانیت مرجھا چکی تھی اور آپؐ بارانِ رحمت بن کر یوں برسے کہ وہی مرجھائی ہوئی امت خوشحال ہوگئی بلکہ زمانے میں مکرّم ومعزّز بن گئی۔

۳۔ وَرِفْعَةً لِّاَعْوَانِهٖ، وَشَرَفًا لِّاَنْصَارِهٖ

یار وانصار کی رفعت وعزت کا سبب بن گئے۔

یہاں اعوان و انصار کی ضمیر خود رسول اللہؐ کی طرف بھی پلٹ سکتی ہے کہ آپؐ اپنے مددگاروں اور انصار کے لیے عزت وشرف کا سبب بنے۔ یا اللہ کے اعوان وانصار بھی مراد لیے جا سکتے ہیں کہ آپؐ کی دعوت پر جن لوگوں نے لبیک کہی وہ حقیقت میں اللہ کے انصار و مددگار تھے اور پیغمبر اکرمؐ پیغامِ خدا پہنچا کر ان بندگانِ خدا کی عزت وشرف کا سبب قرار پائے۔

## (۱۹) خطبہ نمبر ۲۱۱

اَرْسَلَهٗ بِالضِّيَآءِ، وَ قَدَّمَهٗ فِي الْاِصْطِفَآءِ، فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ، وَ سَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ، وَ ذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوْبَةَ، وَ سَهَّلَ بِهِ الْحُزُوْنَةَ، حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ، عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ.

اللہ نے انہیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو ان کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دور کیا اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جما لیا، مشکلوں کو سہل اور دشواریوں کو آسان بنایا، یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط وتفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔[1]

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۱۱، ص ۶۱۲

خطبہ کے اس حصہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے سات اوصاف بیان فرمائے جن سے پیغمبر اکرمؐ کی عظمت اور انسانیت کے لیے آپؐ کی خدمت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۔ اَرۡسَلَہٗ بِالضِّیَآءِ

اللہ نے آپ کو روشنی کے ساتھ بھیجا۔

ضیاء سے مراد قرآنِ مجید و وحی و علم ہے جس کی نورانیت نے جہالت کی تاریکیوں میں اُجالا کیا۔

۲۔ وَ قَدَّمَہٗ فِی الۡاِصۡطِفَآءِ

انتخاب کی منزل میں سب سے آگے۔

تمام انبیا و رسل اللہ کے منتخب نمائندے ہیں اور سب سے آگے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ سب سے بلند مقام دیا اور مشہور روایت کی بنا پر سب سے پہلے آپؐ کو نبوت کے لیے چُن لیا جبکہ حضرت آدمؑ ابھی تک روح و جسم کی علیحدگی کی صورت میں تھے۔

۳۔ فَرَتَقَ بِہِ الۡمَفَاتِقَ

ان کے ذریعہ سے تمام پریشانیوں اور پراگندیوں کو دور ہٹایا۔

یہ فرمان قرآن مجید اور خود امیر المومنینؑ کے ارشادات کے مطابق اس طرف اشارہ ہے کہ امت ٹکڑوں میں بٹی ہوئی تھی اور آپؐ نے سب کو پرچمِ توحید کے نیچے جمع کیا اور ان افراد میں محبت و الفت پیدا کر کے بھائی بھائی بنا دیا۔

۴۔ وَ سَاوَرَ بِہِ الۡمُغَالِبَ

اور غلبہ پانے والوں پر تسلّط جما لیا۔

یعنی آپؐ کی آمد و بعثت سے وہ کمزور و ضعیف جو مدتوں سے مغلوب تھے اور ظالموں کے مظالم میں پس رہے تھے انہیں ان مظلومیتوں سے نجات ملی اور عزت کی زندگی نصیب ہوئی۔

۵۔ وَ ذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوْبَةَ، وَ سَهَّلَ بِهِ الْحُزُوْنَةَ

مشکلوں کو سہل اور دُشواریوں کو آسان بنایا۔

ان دو جملوں میں بیان ہونے والی مشکلوں اور دُشواریوں سے دُنیاوی مشکلات بھی مراد لی جاسکتی ہیں لیکن زیادہ واضح پہلو معنوی وعقیدتی واخلاقی مشکلوں کا حل ہے۔

۶۔ حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ، عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ

یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط وتفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔

یعنی جہالت وضلالت کے اندھیروں کو آپؐ کی بعثت کے ذریعہ سے ہر طرف سے ہٹا دیا گیا اور آپؐ کے نورِ ہدایت سے انسانیت اپنے کمال کو پہنچ گئی۔

## (۲۰) خطبہ نمبر ۲۲۸

فَلَمَّ اللّٰهُ بِهِ الصَّدْعَ، وَ رَتَقَ بِهِ الْفَتْقَ، وَ اَلَّفَ بِهِ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِی الْاَرْحَامِ، بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِی الصُّدُوْرِ، وَ الضَّغَآئِنِ الْقَادِحَةِ فِی الْقُلُوْبِ.

اللہ نے آپؐ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی، سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینوں کے بعد خویش و اقارب کو آپس میں شیر وشکر کر دیا۔[۱]

بعثت کے مقاصد وفوائد کو بیان کرتے ہوئے امامؑ نے اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ کی فرائض کی ادائیگی کی تصدیق کی اور آپؐ کے ذریعہ انسانیت کو جو فوائد حاصل ہوئے انہیں بیان فرمایا۔

امامؑ نے بعثت کے فوائد کو تین جملوں میں ذکر کیا۔

۱۔ فَلَمَّ اللّٰهُ بِهِ الصَّدْعَ۔

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۲۸، ص ۶۴۵

آپؐ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی۔

"لَمَّ"، کسی بکھری ہوئی چیز کو مفید اور قابلِ اصلاح بنانے کے لیے یا اکٹھا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی فقط بکھرے ہوئے افراد کا مجمع نہیں اکٹھا کیا بلکہ اس اجتماع کو اس معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بنا دیا۔

۲۔ وَ اَلَّفَ بِهِ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِي الْاَرْحَامِ، بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِي الصُّدُوْرِ، وَ الضَّغَآئِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوْبِ.

سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینوں کے بعد خویش و اقارب کو آپس میں شیر و شکر کر دیا۔

امامؑ نے ان تین جملوں میں اس وقت کے لوگوں کی آپس میں دشمنیوں، جدائیوں اور لڑائیوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے تین الگ الگ جملے استعمال کیے جس سے آپ کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ امامؑ کے ان فرامین سے پیغمبر اکرمؐ کے معاشرے کو جوڑنے کی اہمیت کے لیے تاکید ہے۔

# فرامینِ پیغمبرِ اکرمؐ

## الف: احادیثِ نبویؐ

نہج البلاغہ ایک جانب تفسیرِ قرآن ہے تو دوسری طرف تعلیماتِ پیغمبرِ اکرمؐ کا آئینہ ہے۔ امیر المومنینؑ سے نہج البلاغہ میں ڈیڑھ سو سے زائد آیات منقول ہیں جنہیں مرکز افکار اسلامی کی کتاب "قرآن مجید از نگاہ نہج البلاغہ" کے آخر میں الگ درج کیا گیا ہے۔ نہج البلاغہ میں چالیس سے زیادہ احادیث نبویہ کو بیان فرمایا ہے۔ ان احادیث کی ایک فہرست "نہج البلاغہ صبحی صالح" کے آخر میں درج ہے۔ یہاں تبرّ کاً چودہ احادیث پیش کی جا رہی ہیں۔

مرکز افکار اسلامی کی نہج البلاغہ میں ان احادیث کو مخصوص علامات "« »" کے ذریعہ باقی عبارتوں سے الگ کیا گیا ہے۔

۱۔ اَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: «اِنَّهُ يَمُوتُ مَنْ مَّاتَ مِنَّا وَ لَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَ يَبْلٰى مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَ لَيْسَ بِبَالٍ»

اے لوگو! خاتم النبیینؐ کے اس ارشاد کو سنو کہ (انہوں نے فرمایا:)

«ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے (جو بظاہر مر کر) بوسیدہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا»۔ [۱]

۲۔ وَ قَالَ: «يَا عَلِيُّ! اِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُونَ بِاَمْوَالِهِمْ، وَ يَمُنُّونَ

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۶۲، ص ۴۵۷

بِدِيْنِهِمْ عَلٰى رَبِّهِمْ، وَ يَتَمَنَّوْنَ رَحْمَتَهٗ، وَ يَأْمَنُوْنَ سَطْوَتَهٗ، وَ يَسْتَحِلُّوْنَ حَرَامَهٗ بِالشُّبُهَاتِ الْكَاذِبَةِ، وَ الْاَهْوَآءِ السَّاهِيَةِ، فَيَسْتَحِلُّوْنَ الْخَمْرَ بِالنَّبِيْذِ، وَ السُّحْتَ بِالْهَدِيَّةِ، وَ الرِّبَا بِالْبَيْعِ». قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَبِاَيِّ الْمَنَازِلِ اُنْزِلُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؟ اَبِمَنْزِلَةِ رِدَّةٍ، اَمْ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ؟ فَقَالَ: «بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ».

آپؐ نے فرمایا کہ: «اے علیؑ! حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے۔ اس کی رحمت کی آرزوئیں تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے، شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے»۔ (پھر) میں نے کہا کہ: یا رسول اللہؐ! میں انہیں اس موقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں؟ اس مرتبہ پر کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں؟ یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ: «فتنہ کے مرتبہ پر»۔ [۱]

۳۔ وَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم يَقُوْلُ: «يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِالْاِمَامِ الْجَآئِرِ وَ لَيْسَ مَعَهٗ نَصِيْرٌ وَّ لَا عَاذِرٌ، فَيُلْقٰى فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ، فَيَدُوْرُ فِيْهَا كَمَا تَدُوْرُ الرَّحٰى، ثُمَّ يَرْتَبِطُ فِیْ قَعْرِهَا»

میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ: «قیامت کے دن ظالم کو اس طرح لایا جائے گا کہ نہ اس کا کوئی مددگار ہو گا اور نہ کوئی عذر خواہ اور اسے (سیدھا) جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں اس طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور پھر اسے جہنم

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۶۲، ص ۴۵۷

کے گہراؤمیں جکڑ دیا جائے گا»۔ (۱)

۴۔ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ يَقُوْلُ: «اِنَّ الْجَنَّةَ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، وَ اِنَّ النَّارَ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ»

رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ: «جنت نا گواریوں میں گھری ہوئی ہےاور دوزخ خواہشوں میں گھرا ہوا ہے»۔ (۲)

۵۔وَ لَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: «لَا يَسْتَقِيْمُ اِيْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ قَلْبُهٗ. وَ لَا يَسْتَقِيْمُ قَلْبُهٗ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ لِسَانُهٗ»

رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ: « کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا دل مستحکم نہ ہواور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک زبان مستحکم نہ ہو۔» (۳)

۶۔فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَقُوْلُ: «يَابْنَ اٰدَمَ! اعْمَلِ الْخَيْرَ وَ دَعِ الشَّرَّ، فَاِذَا اَنْتَ جَوَادٌ قَاصِدٌ»

رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے کہ: «اے فرزند آدم! اچھے کام کر اور برائیوں کو چھوڑ دے۔اگر تو نے ایسا کیا تو تو نیک چلن اور راست رو ہے»۔ (۴)

۷۔لَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطٰنِ حِيْنَ نَزَلَ الْوَحْیُ عَلَيْهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ: «هٰذَا الشَّيْطٰنُ قَدْ اَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهٖ، اِنَّكَ تَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ، وَ تَرٰى مَآ اَرٰى، اِلَّآ اَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِیٍّ، وَ لٰكِنَّكَ وَزِيْرٌ، وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خَيْرٍ»

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۶۲،ص ۴۵۷

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴،ص ۴۸۶

(۳) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴،ص ۴۸۹

(۴) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴،ص ۴۹۰

جب آپؐ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ: یارسول اللہؐ! یہ آواز کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: «یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ (اے علیؑ!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔»[۱]

۸۔ثُمَّ قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: «يَآ اَيَّتُهَا الشَّجَرَةُ! اِنْ كُنْتِ تُؤْمِنِيْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَ تَعْلَمِيْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَانْقَلِعِیْ بِعُرُوْقِكِ حَتّٰى تَقِفِیْ بَيْنَ يَدَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ»

پھر آپؐ نے فرمایا کہ: «اے درخت! اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اپنی جڑ سمیت اُکھڑ آ، یہاں تک کہ تو بحکم خدا میرے سامنے آ کر ٹھہر جائے۔»[۲]

۹۔وَ شَبَّهَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْحَمَّةِ تَكُوْنُ عَلٰى بَابِ الرَّجُلِ، فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِی الْيَوْمِ وَ اللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ، فَمَا عَسٰى اَنْ يَّبْقٰى عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ ؟

رسول اللہؐ نے نماز کو اس گرم چشمہ سے تشبیہ دی ہے جو کسی شخص کے گھر کے دروازہ پر ہو اور وہ اس میں دن رات پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا امید کی جا سکتی ہے کہ اس کے (جسم پر) کوئی میل رہ جائے گا؟[۳]

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۹

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۴۶۰

[۳] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۷، ص ۵۸۵

۱۰۔ فَقَالَ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»
یہاں تک کہ آپؐ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ: «جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے»۔ (۱)

۱۱۔ فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكُمَا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: «صَلاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلٰوةِ وَ الصِّيَامِ»
میں نے تمہارے نانا رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے کہ: » آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے»۔ (۲)

۱۲۔ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: «إِيَّاكُمْ وَ الْمُثْلَةَ وَ لَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ»
میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے کہ: «خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو»۔ (۳)

۱۳۔ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ فِي غَيْرِ مَوْطِنٍ: «لَنْ تُقَدَّسَ أُمَّةٌ لَّا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيفِ فِيهَا حَقُّهُ مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ»
میں نے رسول اللہؐ کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ: «اس قوم میں پاکیزگی نہیں آ سکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا»۔ (۴)

۱۴۔ أَنَّهُ قَالَ: »يَا عَلِيُّ! لَا يُبْغِضُكَ مومن، وَ لَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ»
آپؐ نے فرمایا: «اے علی! کوئی مومن تم سے دشمنی نہ رکھے گا، اور کوئی منافق تم سے

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۲۰۸، ص ۶۰۲

(۲) نہج البلاغہ: خط ۵۳، ص ۷۸۱

(۳) نہج البلاغہ: خط ۵۳، ص ۷۸۱

(۴) نہج البلاغہ: خط ۵۳، ص ۷۸۱

محبت نہ کرے گا»۔[۱]

## ب: فرامینِ پیغمبرؐ سے استناد

امیرالمومنینؑ نے اپنے کلام کی تائید وتصدیق کے لیے بار بار آیات واحادیث کو پیش کیا۔ احادیثِ نبویؐ کے ضمن میں نقل ہونے والی اکثر احادیث اسی مقصد کے لیے بیان ہوئی ہیں۔

نمونے کے طور پر چند موارد پیش کیے جاتے ہیں۔ جہاں امامؑ نے بطورِ سند حدیث یا عملِ پیغمبر اکرمؐ کو پیش کیا ہے:

### (۱) خطبہ نمبر ۱۲۵

اس خطبہ میں امامؑ نے خوارج سے خطاب فرمایا:

خوارج گناہان کبیرہ انجام دینے والوں کو کافر سمجھتے تھے اور کافر کو واجب القتل سمجھتے اوراس غلط استدلال سے امیرالمومنینؑ کے اصحاب کے قتل کو جائز سمجھتے۔ امامؑ نے یہاں واضح فرمایا کہ رسول اللہؐ گناہ گار کو کافر نہیں سمجھتے تھے اور عملِ رسولؐ سے یوں سند پیش فرمائی:

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ وَرَّثَهٗ اَهْلَهٗ، وَ قَتَلَ الْقَاتِلَ وَ وَرَّثَ مِيْرَاثَهٗ اَهْلَهٗ، وَ قَطَعَ السَّارِقَ وَ جَلَدَ الزَّانِيَ غَيْرَ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ وَ نَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ فَاَخَذَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِذُنُوْبِهِمْ، وَ اَقَامَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهِمْ، وَ لَمْ يَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِنَ الْاِسْلَامِ، وَ لَمْ يُخْرِجْ اَسْمَآئَهُمْ مِنْ بَيْنِ اَهْلِهٖ

حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسولؐ نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اس کی

---

[۱] نہج البلاغہ: حکمت ۴۵، ص ۸۳۸

پڑھی اور اس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا اور قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی، چور کے ہاتھ کاٹے اور زنائے غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا اور انہوں نے (مسلمان ہونے کی حیثیت سے) مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کیے۔ اس طرح رسول اللہؐ نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اور جو ان کے بارے میں اللہ کا حق (حد شرعی) تھا اسے جاری کیا، مگر انہیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کیے۔ [1]

## (۲) خط نمبر ۵۳

حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت مالک اشتر کو جب مصر کا گورنر بنا کر بھیجا اور اس خط میں طویل ہدایات ارشاد فرمائیں تو ان ہدایات میں سے ایک نماز پڑھنے کا طریقہ تھا۔ وہاں امامؑ نے رسول اللہؐ کے فرمان کو اس بات کی سند و حجیت کے طور پر ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ لِلنَّاسِ فَلَا تَكُوْنَنَّ مُنَفِّرًا وَّ لَا مُضَيِّعًا، فَاِنَّ فِی النَّاسِ مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَ لَهُ الْحَاجَةُ، وَ قَدْ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حِيْنَ وَجَّهَنِیْ اِلَى الْيَمَنِ: كَيْفَ اُصَلِّیْ بِهِمْ؟ فَقَالَ: «صَلِّ بِهِمْ كَصَلٰوةِ اَضْعَفِهِمْ وَ كُنْ بِالْمومنيْنَ رَحِيْمًا»

اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بیزار کر دو اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے۔ اس لیے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ چنانچہ جب مجھے رسول اللہؐ نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ: انہیں نماز کس

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۵، ص ۳۷۸، ۳۷۹

طرح پڑھاؤں؟ تو فرمایا کہ: «جیسی ان میں سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہوسکتی ہے اور تمہیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہیے۔» [۱]

## (۳) خط نمبر ۵۳

امامؑ نے مالک اشتر کو تاجروں کے بارے میں خصوصی ہدایات فرمائیں اور ذخیرہ اندوزی سے روکنے کی ہدایت جاری فرمائی اور ذخیرہ اندوزی کی مخالفت کے ثبوت و سند کے طور پر رسول اسلامؐ کے فرمان کا حوالہ دیا۔

وَ اعْلَمْ مَعَ ذٰلِكَ اَنَّ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْهُمْ ضِیْقًا فَاحِشًا، وَ شُحًّا قَبِیْحًا، وَ احْتِكَارًا لِّلْمَنَافِعِ وَ تَحَكُّمًا فِی الْبِیَاعَاتِ، وَ ذٰلِكَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِّلْعَامَّةِ، وَ عَیْبٌ عَلَی الْوُلَاةِ. فَامْنَعْ مِنَ الْاِحْتِكَارِ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنَعَ مِنْهُ۔

ہاں اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہیں، جو نفع کے لیے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ معین کر لیتے ہیں، یہ چیز عوام کے لیے نقصان دہ اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا، کیونکہ رسول اللہؐ نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ [۲]

## (۴) حکمت نمبر ۴۶۸

اس حکمت بھرے فرمان میں امامؑ نے پریشان حال اور بے بس لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر مال بیچنے سے منع کیا اور سند کے طور پر رسول اللہؐ کے عمل کا حوالہ دیا۔

یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوْضٌ یَّعَضُّ الْمُوْسِرُ فِیْهِ عَلٰی مَا فِیْ یَدَیْهِ وَ

---

[۱] نہج حکمت ۴۵، ص ۸۳۸

[۲] نہج البلاغہ: خط ۵۳، ص ۷۷۹

لَمْ یُؤْمَرْ بِذٰلِكَ، قَالَ اللهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾، تَنْهَدُ فِيْهِ الْاَشْرَارُ، وَ تُسْتَذَلُّ الْاَخْيَارُ، وَ يُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ، وَ قَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّيْنَ.

لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ''آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو''۔ اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نیکوکار ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور اور بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی، حالانکہ رسول اللہؐ نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے) خریدنے کو منع کیا ہے۔ (۱)

## ج: سنت نبیؐ کا تذکرہ

امیر المومنینؑ نے ساری زندگی اتباعِ رسول اللہؐ میں گزاری اور اس پر فخر کیا اور ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنِّیْ لَمْ اَرُدَّ عَلَى اللهِ وَ لَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ.

پیغمبرؐ کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کے لیے بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام سے سرتابی نہیں کی۔ (۲)

خود سیرت و سنت پر عمل کیا، دوسروں کو سنت کی اہمیت بتائی اور سنت رسول اسلامؐ کو بطورِ

---

(۱) نہج البلاغہ: حکمت ۴۶۸، ص ۹۶۹

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۵، ص ۵۷۷

نمونہ وسند بیان فرمایا۔

## (۱) خطبہ نمبر ۸۹

نہج البلاغہ کے مشہور خطبے "الاشباح" میں ہے کہ جب ایک شخص نے آپؑ سے سوال کیا کہ خلاقِ عالم کے اوصاف کے یوں بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم ہو جیسے ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اس کے جواب میں قرآن وسنتِ نبی اور سنتِ ائمہ ہدیٰ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:

فَانْظُرْ اَيُّهَا السَّآئِلُ: فَمَا دَلَّكَ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ وَ اسْتَضِیٓءْ بِنُوْرِ هِدَايَتِهٖ، وَ مَا كَلَّفَكَ الشَّيْطٰنُ عِلْمَهٗ مِمَّا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ عَلَيْكَ فَرْضُهٗ، وَ لَا فِيْ سُنَّةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اَئِمَّةِ الْهُدٰى اَثَرُهٗ،

اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (ان میں) تم اس کی پیروی کرو اور اسی کے نور ہدایت سے کسبِ ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبرؐ و آئمہؑ ہدیٰ میں ان کا نام ونشان ہے۔[۱]

## (۲) خطبہ نمبر ۹۲

پیغمبر اکرمؐ کے متعدد اوصاف بیان کرتے ہوئے آپؐ کی سیرت وسنت کا یوں تذکرہ فرمایا:

سِيْرَتُهُ الْقَصْدُ، وَ سُنَّتُهُ الرُّشْدُ

ان کی سیرت (افراط وتفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے۔[۲]

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۸۹، ص ۲۸۷، ۸۶۰

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲، ص ۳۱۳

## (۳) خطبہ نمبر ۱۰۳

امام کے فرائض بیان کرتے ہوئے ایک فریضہ "سنت کا احیا" قرار دیا۔ فرمایا:

اِنَّهٗ لَيسَ عَلَى الْاَمَامِ اِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ اَمْرِ رَبِّهٖ: الْاِبْلَاغُ فِي الْمَوْعِظَةِ، وَ الْاِجْتِهَادُ فِي النَّصِيْحَةِ، وَ الْاِحْيَآءُ لِلسُّنَّةِ.

امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے (اسے انجام دے) اور وہ یہ ہے کہ پند و نصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے، سمجھانے بجھانے میں پوری پوری کوشش کرے، سنت کو زندہ رکھے۔ ①

## (۴) خطبہ نمبر ۱۰۸

احکام دین کی اہمیت اور فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے عظیم مواعظ ارشاد فرمائے اور سنت و سیرت سے متعلق فرمایا:

وَ اقْتَدُوْا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ فَاِنَّهٗ اَفْضَلُ الْهَدْيِ، وَ اسْتَنُّوْا بِسُنَّتِهٖ فَاِنَّهَا اَهْدَى السُّنَنِ.

نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرو کہ وہ بہترین سیرت ہے اور ان کی سنت پر چلو کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہے۔ ②

## (۵) خطبہ نمبر ۱۲۳

خوارج کے بارے میں بات کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بات پہ جھگڑ پڑو تو حل کیا ہے اور پھر امامت کے اختلاف کے بارے میں بھی راہِ حل ارشاد فرمایا:

وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۳، ص ۳۳۰، ۳۳۱

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۸، ص ۳۴۴

الرَّسُوْلِ ﷺ، فَرَدُّهٗ اِلَى اللهِ اَنْ نَّحْكُمَ بِكِتَابِهٖ، وَ رَدُّهٗ اِلَى الرَّسُوْلِ اَنْ نَّاْخُذَ بِسُنَّتِهٖ، فَاِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِيْ كِتَابِ اللهِ فَنَحْنُ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٖ، وَ اِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَنَحْنُ اَوْلَاهُمْ بِهٖ.

جبکہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ''اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لیے) اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو''۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں۔ چنانچہ اگر کتاب خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رُو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حقدار ہوں گے اور اگر سنتِ رسولؐ کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے۔ ①

## (۶) خطبہ نمبر ۱۲۹

مسلمانوں کے پیشوا و امام کی چھ شرائط وصفات بیان فرمائیں اور ان میں چھٹی اور اہم صفت یہ کہ وہ سنتِ نبیؐ کو ضائع و برباد کرنے والا نہ ہو۔

لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ الْوَالِيَ عَلَى الْفُرُوْجِ وَ الدِّمَآءِ وَ الْمَغَانِمِ وَ الْاَحْكَامِ وَ اِمَامَةِ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَخِيْلُ، فَتَكُوْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهٗ، وَ لَا الْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهٖ، وَ لَا الْجَافِيْ فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَآئِهٖ، وَ لَا الْحَآئِفُ لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ، وَ لَا الْمُرْتَشِيْ فِي الْحُكْمِ فَيَذْهَبَ بِالْحُقُوْقِ وَيَقِفَ بِهَا دُوْنَ الْمَقَاطِعِ، وَ لَا الْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ الْاُمَّةَ

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۳، ص ۳۷۸

ناموس، خون، مالِ غنیمت، (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو، کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ (دوسروں کے) حقوق کو رائیگاں کر دے گا اور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ امت کو تباہ و برباد کر دے گا۔ ①

## (۷) خطبہ نمبر ۱۴۷

امیر المومنینؑ نے شہادت سے پہلے اس وصیت میں توحید و رسالت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے انہیں دو ستون اور دو چراغ قرار دیا اور رسالت نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا کہ آپؐ کی سنت کا خیال رکھنا۔

اَمَّا وَصِیَّتِیْ: فَاللّٰہُ لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، وَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَلَا تُضَیِّعُوْا سُنَّتَہٗ، اَقِیْمُوْا ھٰذَیْنِ الْعَمُوْدَیْنِ، وَ اَوْقِدُوْا ھٰذَیْنِ الْمِصْبَاحَیْنِ،

تو ہاں میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمدؐ کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کیے رہو۔ ②

## (۸) خطبہ نمبر ۱۵۸

نہج البلاغہ کا یہ خطبہ پیغمبر اکرمؐ کی بہت سی عظمتوں پر مشتمل ہے۔ عظمتِ پیغمبر اکرمؐ کے عنوان کے تحت اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ یہاں چند موارد پیش کرتے ہیں۔

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۹، ص ۳۹۰، ۳۹۱

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۷، ص ۴۱۸

پیغمبر اکرمؐ کی سنت و پیروی کا چند مقام پر تذکرہ کیا۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

۱۔ وَ لَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَافٍ لَّكَ فِي الْاُسْوَةِ، وَ دَلِيْلٌ لَّكَ عَلٰى ذَمِّ الدُّنْيَا وَ عَيْبِهَا، وَ كَثْرَةِ مَخَازِيْهَا وَ مَسَاوِيْهَا، اِذْ قُبِضَتْ عَنْهُ اَطْرَافُهَا، وَ وُطِّئَتْ لِغَيْرِهٖ اَكْنَافُهَا، وَ فُطِمَ عَنْ رَّضَاعِهَا، وَ زُوِيَ عَنْ زَخَارِفِهَا.

تمہارے لیے رسول اللہؐ کا قول و عمل پیروی کے لیے کافی ہے اور ان کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لیے رہنما ہے۔ اس لیے کہ اس دنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لیے اس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں اور اس (زالِ دنیا کی چھاتیوں سے) آپؐ کا دودھ چھڑا دیا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپؐ کا رخ موڑ دیا گیا۔

حضرت موسیٰؑ و داؤدؑ کے تذکرے کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی پیروی کا یوں حکم دیا:

۲۔ فَتَاَسَّ بِنَبِيِّكَ الْاَطْيَبِ الْاَطْهَرِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَاِنَّ فِيْهِ اُسْوَةً لِّمَنْ تَاَسّٰى، وَ عَزَآءً لِّمَنْ تَعَزّٰى

تم اپنے پاک و پاکیزہ نبیؐ کی پیروی کرو، چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کے لیے نمونہ اور صبر کرنے والے کے لیے ڈھارس ہے۔

امامؑ نے آپؐ کی سنت و سیرت کی پیروی کرنے والے کو اللہ کا سب سے زیادہ محبوب قرار دیا۔ فرمایا:

۳۔ وَ اَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَى اللّٰهِ الْمُتَاَسِّيْ بِنَبِيِّهٖ، وَ الْمُقْتَصُّ لِاَثَرِهٖ۔

ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ان فرامین کے بعد امام نے پیغمبر اکرمؐ کی سنت کی چند مثالیں پیش کیں اور ان کی اتباع کی تاکید کی اور خاص کر آخری جملات میں واضح فرمایا کہ میں نے پیغمبرؐ کی پیروی میں اپنی قمیض میں پیوند لگائے۔ اس پورے حصے کو یہاں درج کیا جاتا ہے:

۴۔ قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْمًا، وَ لَمْ يُعِرْهَا طَرْفًا، أَهْضَمُ أَهْلِ الدُّنْيَا كَشْحًا، وَ أَخْمَصُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا بَطْنًا، عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا، وَ عَلِمَ أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ أَبْغَضَ شَيْئًا فَأَبْغَضَهُ، وَ حَقَّرَ شَيْئًا فَحَقَّرَهُ، وَ صَغَّرَ شَيْئًا فَصَغَّرَهُ. وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِينَا إِلَّا حُبُّنَا مَا أَبْغَضَ اللهُ وَ رَسُولُهُ، وَ تَعْظِيمُنَا مَا صَغَّرَ اللهُ وَ رَسُولُهُ، لَكَفَى بِهِ شِقَاقًا لِلّٰهِ، وَ مُحَادَّةً عَنْ أَمْرِ اللهِ.

جنہوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ وہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ ان کے سامنے دنیا کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو برا جانا ہے تو آپؐ نے بھی اسے برا ہی جانا اور اللہ نے ایک چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپؐ نے بھی اسے حقیر ہی سمجھا اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا ہے تو آپؐ نے بھی اسے پست ہی قرار دیا۔ اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو کہ ہم اس شے کو چاہنے لگیں جسے اللہ اور رسولؐ برا سمجھتے ہیں اور اس چیز کو بڑا سمجھنے لگیں جسے وہ حقیر سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم سے سرتابی کے لیے یہی بہت ہے۔

۵۔ وَ لَقَدْ كَانَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَأْكُلُ عَلَى الْأَرْضِ، وَ يَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ، وَ يَخْصِفُ بِيَدِهِ نَعْلَهُ، وَ يَرْقَعُ بِيَدِهِ ثَوْبَهُ، وَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ، وَ يُرْدِفُ خَلْفَهُ، وَ يَكُونُ السِّتْرُ عَلَى بَابِ بَيْتِهِ فَتَكُونُ فِيهِ التَّصَاوِيرُ فَيَقُولُ: «يَا فُلَانَةُ! - لِإِحْدَى أَزْوَاجِهِ - غَيِّبِيهِ عَنِّي، فَإِنِّي إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ

ذَکَرْتُ الدُّنْیَا وَ زَخَارِفَهَا»

رسول اللہؐ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے، اپنے ہاتھ سے جوتی ٹانکتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے۔ گھر کے دروازہ پر (ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں تو آپؐ نے اپنے ازواج میں سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو۔ جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائشیں یاد آ جاتی ہیں۔

۶۔ فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْیَا بِقَلْبِهٖ، وَ اَمَاتَ ذِکْرَهَا مِنْ نَّفْسِهٖ، وَ اَحَبَّ اَنْ تَغِیْبَ زِیْنَتُهَا عَنْ عَیْنِهٖ، لِکَیْلَا یَتَّخِذَ مِنْهَا رِیَاشًا، وَ لَا یَعْتَقِدَهَا قَرَارًا، وَ لَا یَرْجُوْ فِیْهَا مُقَامًا. فَاَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ، وَ اَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ، وَ غَیَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ. وَ کَذٰلِكَ مَنْ اَبْغَضَ شَیْئًا اَبْغَضَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَیْهِ، وَ اَنْ یُّذْکَرَ عِنْدَهٗ.

آپؐ نے دنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا تھا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور نگاہوں سے اسے اوجھل رکھا تھا۔ یونہی جو شخص کسی شے کو برا سمجھتا ہے تو نہ اسے دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سننا گوارا کرتا ہے۔

۷۔ وَ لَقَدْ کَانَ فِیْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا یَدُلُّكَ عَلٰی مَسَاوِی الدُّنْیَا وَ عُیُوْبِهَا: اِذْ جَاعَ فِیْهَا مَعَ خَاصَّتِهٖ، وَ زُوِیَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِیْمِ

زُلْفَتِهٖ.

رسول اللہؐ (کے عادات و خصائل) میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمہیں دنیا کے عیوب و قبائح کا پتہ دیں گی، جبکہ آپؐ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور باوجود انتہائی قربِ منزلت کے اس کی آرائشیں ان سے دور رکھی گئیں۔

۸۔ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ بِعَقْلِهٖ: اَكْرَمَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا بِذٰلِكَ اَمْ اَهَانَهٗ؟! فَاِنْ قَالَ: اَهَانَهٗ، فَقَدْ كَذَبَ وَ اَتٰى بِالْاِفْكِ الْعَظِيْمِ، وَ اِنْ قَالَ: اَكْرَمَهٗ، فَلْيَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهَانَ غَيْرَهٗ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهٗ، وَ زَوَاهَا عَنْ اَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ.

چاہیے کہ دیکھنے والا عقل کی روشنی میں دیکھے کہ اللہ نے انہیں دنیا نہ دے کر ان کی عزت بڑھائی ہے یا اہانت کی ہے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ اہانت کی ہے تو اس نے جھوٹ کہا ہے اور بہت بڑا بہتان باندھا اور اگر یہ کہے کہ عزت بڑھائی ہے تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ نے دوسروں کی بے عزتی ظاہر کی جبکہ انہیں دنیا کی زیادہ سے زیادہ وسعت دے دی اور اس کا رخ اپنے مقرب ترین بندے سے موڑ رکھا۔

۹۔ فَتَاَسّٰى مُتَاَسٍّ بِنَبِيِّهٖ، وَ اقْتَصَّ اَثَرَهٗ، وَ وَلَجَ مَوْلِجَهٗ، وَ اِلَّا فَلَا يَاْمَنِ الْهَلَكَةَ. فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ مُحَمَّدًا ﷺ عَلَمًا لِلسَّاعَةِ، وَ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ، وَ مُنْذِرًا بِالْعُقُوْبَةِ. خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيْصًا، وَ وَرَدَ الْاٰخِرَةَ سَلِيْمًا. لَمْ يَضَعْ حَجَرًا عَلٰى حَجَرٍ، حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ، وَ اَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهٖ.

پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ ان کی پیروی کرے اور ان کے نشان قدم پر چلے اور انہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ اللہ نے ان کو (قرب) قیامت کی نشانی اور جنت کی خوشخبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا قرار دیا ہے۔

دنیا سے آپؐ بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپؐ نے تعمیر کے لیے کبھی پتھر پر پتھر نہیں رکھا، یہاں تک کہ آخرت کی راہ پر چل دیے اور اللہ کی طرف بلاوا دینے والے کی آواز پر لبیک کہی۔

۱۰۔ فَمَآ اَعۡظَمَ مِنَّةَ اللهِ عِنۡدَنَا حِيۡنَ اَنۡعَمَ عَلَيۡنَا بِهٖ سَلَفًا نَتَّبِعُهٗ، وَ قَآئِدًا نَّطَاُ عَقِبَهٗ! وَاللهِ! لَقَدۡ رَقَّعۡتُ مِدۡرَعَتِيۡ هٰذِهٖ حَتّٰى اسۡتَحۡيَيۡتُ مِنۡ رَّاقِعِهَا، وَ لَقَدۡ قَالَ لِيۡ قَآئِلٌ: اَلَا تَنۡبِذُهَا عَنۡكَ؟ فَقُلۡتُ: اغۡرُبۡ عَنِّيۡ، فَعِنۡدَ الصَّبَاحِ يَحۡمَدُ الۡقَوۡمُ السُّرٰى!.

یہ اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسے پیشرو و پیشوا جیسی نعمت عظمیٰ بخشی کہ جن کی ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ (انہی کی پیروی میں) خدا کی قسم! میں نے اپنی اس قمیص میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے۔ مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا آپؑ اسے اتاریں گے نہیں؟ تو میں نے اسے کہا کہ: میری (نظروں سے) دور ہو کہ صبح کے وقت ہی لوگوں کو رات کے چلنے کی قدر ہوتی ہے اور وہ اس کی مدح کرتے ہیں۔ [1]

## (۹) خطبہ نمبر ۱۶۲

نہج البلاغہ کا یہ خطبہ امیر المومنینؑ کی فصاحت و بلاغت اور دین اسلام کے لیے دلسوزی کا نمونہ ہے۔ حضرت عثمان کے گورنروں اور کارندوں کی کوتاہیوں کی وجہ سے مختلف صوبوں خاص کر مصر سے ایک بڑی تعداد امیر المومنینؑ کے پاس مدینہ آئی اور آپؑ سے گزارش کی کہ حضرت عثمان کو ان حالات سے آگاہ کریں۔

امام علی علیہ السلام حضرت عثمان کے پاس آئے اور تفصیلی گفتگو فرمائی۔ اس گفتگو میں حاکم کی

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۸، ص ۴۴۶-۴۵۰

خصوصیات کا ذکر فرمایا اور خاص کر سنت پیغمبر اکرمؐ کی اہمیت کو بیان فرمایا۔

فَاعْلَمْ اَنَّ اَفْضَلَ عِبَادِ اللهِ عِنْدَ اللهِ اِمَامٌ عَادِلٌ، هُدِیَ وَ هَدٰی، فَاَقَامَ سُنَّةً مَّعْلُوْمَةً، وَ اَمَاتَ بِدْعَةً مَّجْهُوْلَةً، وَ اِنَّ السُّنَنَ لَنَيِّرَةٌ لَّهَاۤ اَعْلَامٌ، وَ اِنَّ الْبِدَعَ لَظَاهِرَةٌ لَّهَاۤ اَعْلَامٌ، وَ اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ اِمَامٌ جَآئِرٌ ضَلَّ وَ ضُلَّ بِهٖ، فَاَمَاتَ سُنَّةً مَّاْخُوْذَةً، وَ اَحْيَا بِدْعَةً مَّتْرُوْكَةً.

یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر وہ انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جانی پہچانی ہوئی سنت کو مستحکم کرے اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے۔ سنتوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں اور اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر وہ ظالم حکمران ہے جو گمراہی میں پڑا رہے اور دوسرے بھی اس کی وجہ سے گمراہی میں پڑیں اور (رسولؐ سے) حاصل کی ہوئی سنتوں کو تباہ اور قابل ترک بدعتوں کو زندہ کرے۔[۱]

## (۱۰) خطبہ نمبر ۱۶۴

امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں لوگوں کی دین سے دوری اور حق سے منہ موڑنے کی وجہ سے انہیں تنبیہ فرمائی اور اس کی وجوہ بیان فرمائیں۔ آپؑ نے متوجہ کیا کہ اگر آپ میری اتباع کرتے تو میں آپ کو راہِ رسول اللہؐ پر لے کر چلتا۔

اس سے رسول اللہؐ کی راہ کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اور یہ بھی روشن ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام کی پیروی ہی راہِ رسول خداؐ پر لے کر چل سکتی ہے۔ فرمایا:

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِنِ اتَّبَعْتُمُ الدَّاعِیَ لَكُمْ، سَلَكَ بِكُمْ مِنْهَاجَ

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۶۲، ص ۴۵۷

الرَّسُوْلِ، وَ كُفِيْتُمْ مَؤُنَةَ الْاِعْتِسَافِ، وَ نَبَذْتُمُ الثِّقْلَ الْفَادِحَ عَنِ الْاَعْنَاقِ.

یقین رکھو کہ اگر تم دعوت دینے والے کی پیروی کرتے تو وہ تمہیں رسول اللہؐ کے راستہ پر لے چلتا اور تم بے راہ روی کی زحمتوں سے بچ جاتے اور اپنی گردنوں سے بھاری بوجھ اتار پھینکتے۔ (۱)

## (۱۱) خطبہ نمبر ۱۶۷

حضرت امیر المومنینؑ کو جب معلوم ہوا کہ جمل والوں نے بصرہ کا رخ کیا ہے تو حالات کے پیشِ نظر امامؑ نے متنبہ کیا کہ رسول اللہؐ کو اللہ نے ہادی بنا کر بھیجا اور جو بھی رسول اللہؐ کی ہدایت سے منہ موڑے گا اور حجت خدا کو چھوڑے گا وہ کوئی بھی ہو ہلاک و برباد ہوگا۔ امامؑ نے اپنی نافرمانی کرنے والے لوگوں کو بھی گمراہی سے خبردار کیا اور سنت رسول اللہؐ پر عمل پیرا ہو کر امامؑ کی اطاعت کی طرف راہنمائی کی۔ فرمایا:

وَ اِنَّمَا طَلَبُوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَدًا لِّمَنْ اَفَآءَهَا اللهُ عَلَيْهِ، فَاَرَادُوْا رَدَّ الْاُمُوْرِ عَلٰٓى اَدْبَارِهَا. وَ لَكُمْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِكِتَابِ اللهِ تَعَالٰى وَ سِيْرَةِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَ الْقِيَامُ بِحَقِّهٖ، وَ النَّعْشُ لِسُنَّتِهٖ.

یہ اس شخص پر جسے اللہ نے امارت و خلافت دی ہے حسد کرتے ہوئے اس دنیا کے طلبگار بن گئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام امور (شریعت) کو پلٹا کر (دور جاہلیت) کی طرف لے جائیں۔ (اگر تم ثابت قدم رہے تو) تمہارا ہم پر یہ حق ہوگا کہ ہم تمہارے امور کے تصفیہ کے لیے کتاب خدا اور سیرت پیغمبرؐ پر عمل پیرا ہوں اور ان کے حق کو برپا اور ان کی سنت کو بلند کریں۔ (۲)

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۶۹، ص ۴۶۹

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۶۷، ص ۴۶۷

## (۱۲) خطبہ نمبر ۱۸۰

یہ امیرالمومنینؑ کی زندگی کا آخری خطبہ ہے۔

اس خطبہ میں امامؑ نے حضرت عمار، ابن التیہان اور ذوالشہادتین کو نام لے کر یاد فرمایا۔ پھر امامؑ اپنی ریش مبارک پر ہاتھ رکھ کر دیر تک روتے رہے اور اپنے ساتھیوں کو یاد کرکے ان کی خصوصیات بیان فرماتے رہے۔

آپؑ نے ان کی ایک خصوصیت سنت کو زندہ کرنا قرار دیا اور فرمایا:

اَوِّهِ عَلٰۤی اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ تَلَوُا الْقُرْاٰنَ فَاَحْکَمُوْهُ، وَ تَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَاَقَامُوْهُ، اَحْیَوُا السُّنَّةَ، وَ اَمَاتُوا الْبِدْعَةَ، دُعُوْا لِلْجِهَادِ فَاَجَابُوْا، وَ وَثِقُوْا بِالْقَآئِدِ فَاتَّبَعُوْهُ.

آہ! میرے وہ بھائی کہ جنہوں نے قرآن کو پڑھا تو اسے مضبوط کیا، اپنے فرائض میں غور وفکر کیا تو انہیں ادا کیا، سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اتارا، جہاد کے لیے انہیں بلایا گیا تو انہوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر یقین کامل کے ساتھ بھروسا کیا تو اس کی پیروی بھی کی۔ [1]

## (۱۳) خطبہ نمبر ۱۹۰

خطبہ قاصعہ نہج البلاغہ کا سب سے طویل خطبہ ہے۔ امیرالمومنینؑ نے اس میں چند بار اپنا تعارف کرایا ہے۔ خطبہ کے آخری حصہ میں امامؑ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ میں اسی قوم میں سے ہوں اور ان کی بارہ صفات بیان فرمائیں جن میں سے چھٹی اور ساتویں صفت یہ بیان کی کہ وہ قوم اللہ اور اس کے رسول کی سنت کو زندہ کرتے ہیں۔ اس میں سنتِ پیغمبر اکرمؐ کو سنتِ خدا کا حصہ قرار دیا جس سے سنت نبوی کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور سنت

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۰، ص ۵۰۲

کو زندہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن میں جو واجبات بیان ہوئے یا پیغمبر اکرمؐ نے جن چیزوں کو لازمی قرار دیا نہ فقط ان پر عمل کرتے ہیں بلکہ لوگوں کو ان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ارشاد فرمایا:

وَ اِنِّیْ لَمِنْ قَوْمٍ لَّا تَاْخُذُهُمْ فِی اللهِ لَوْمَةُ لَآئِمٍ، سِیْمَاهُمْ سِیْمَا الصِّدِّیْقِیْنَ، وَ كَلَامُهُمْ كَلَامُ الْاَبْرَارِ، عُمَّارُ اللَّیْلِ، وَ مَنَارُ النَّهَارِ، مُتَمَسِّكُوْنَ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ، یُحْیُوْنَ سُنَنَ اللهِ وَ سُنَنَ رَسُوْلِهٖ، لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ وَ لَایَعْلُوْنَ، وَ لَا یَغُلُّوْنَ وَ لَا یُفْسِدُوْنَ، قُلُوْبُهُمْ فِی الْجِنَانِ، وَ اَجْسَادُهُمْ فِی الْعَمَلِ!

(جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی۔وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے سچوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ دار ہے، وہ شب زندہ دار، دن کے روشن مینار اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں۔یہ لوگ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبرؐ کی سنتوں کو زندگی بخشتے ہیں، نہ سر بلندی دکھاتے ہیں، نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ان کے دل جنت میں اٹکے ہوئے اور جسم اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔[1]

## (۱۴) خطبہ نمبر ۲۰۳

امامؑ نے یہ خطبہ اس وقت ارشاد فرمایا جب طلحہ و زبیر نے آپؑ سے شکوہ کیا کہ آپؑ ہم سے معاملات میں مشورہ نہیں کرتے تو امامؑ نے واضح فرمایا کہ میں اللہ کی کتاب کے مطابق چلتا ہوں اور سنتِ پیغمبرؐ کی پیروی کرتا ہوں۔تمہارے مشورے کی اس میں مجھے ضرورت

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۶۱

نہیں۔فرمایا:

نَظَرْتُ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَ مَا وَضَعَ لَنَا، وَ اَمَرَنَا بِالْحُکْمِ بِہٖ فَاتَّبَعْتُہٗ، وَ مَا اسْتَنَّ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاقْتَدَیْتُہٗ،

میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اس نے حکم دیا میں اسی کے مطابق چلا اور جو سنتِ پیغمبرؐ قرار پا گئی اس کی پیروی کی۔①

## (۱۵)وصیت نمبر ۲۳

زندگی بھر سنتِ رسول اللہؐ پر عمل پیرا امیر المومنینؑ زندگی کی آخری گھڑیوں میں قیامت تک اپنے چاہنے والوں کے لیے سنت نبیؐ کی پیروی کی وصیت فرماتے ہیں۔ابن ملجم کی ضربت کے بعد فرمایا:

وَصِیَّتِیْ لَکُمْ: اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا، وَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ فَلَا تُضَیِّعُوْا سُنَّتَہٗ، اَقِیْمُوْا ھٰذَیْنِ الْعَمُوْدَیْنِ، وَ اَوْقِدُوْا ھٰذَیْنِ الْمِصْبَاحَیْنِ وَ خَلَاکُمْ ذَمٌّ.

تم لوگوں سے میری وصیت ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور محمدؐ کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرنا۔ان دونوں ستونوں کو قائم کیے رہنا اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھنا۔بس پھر برائیوں نے تمہارا پیچھا چھوڑ دیا۔②

## (۱۶)خط نمبر ۲۵

حضرت علیؑ زندگی کے ہر مرحلہ میں اللہ کے قرآن اور نبیؐ کی سنت و فرمان پر عمل پیرا

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۲۰۳، ص ۵۹۴

② نہج البلاغہ: وصیت ۲۳، ص ۶۹۱

رہے۔حکومت کے دور میں جب زکاۃ وصدقات جمع کرنے والوں کو احکامات جاری کیے تو قرآن وسنتِ نبیؐ کا حوالہ دیا۔ارشاد فرمایا:

لِنَقْسِمَهَا عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاِنَّ ذٰلِكَ اَعْظَمُ لِاَجْرِكَ، وَ اَقْرَبُ لِرُشْدِكَ، اِنْ شَآءَ اللهُ.

تاکہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہؐ کی سنت کے مطابق انہیں تقسیم کریں۔ بیشک یہ تمہارے لیے بڑے ثواب کا باعث اور منزل ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہوگا۔ ان شاءاللہ۔ (۱)

(۱) نہج البلاغہ: خط ۲۵،ص ۶۹۷

# اوصاف نبیؐ

پہلے باب میں عظمتِ رسولؐ بیان ہوئی اور متعدد اوصاف بیان ہوئے۔اس باب میں چند مخصوص اوصاف بیان کیے جاتے ہیں۔

## (الف) شجاعتِ پیغمبر اکرمؐ

اوصاف وفضائل انسانی میں سے ایک شجاعت ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے کسی کو کوئی عہدہ دینے کے لیے علم اور شجاعت کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ارشاد پروردگار ہے:

﴿وَ قَالَ لَهُمۡ نَبِیُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَکُمۡ طَالُوۡتَ مَلِکًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡکُ عَلَیۡنَا وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡهُ وَ لَمۡ یُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰىهُ عَلَیۡکُمۡ وَ زَادَهٗ بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤۡتِیۡ مُلۡکَهٗ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ﴾

اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا: اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، کہنے لگے: اسے ہم پر بادشاہی کرنے کا حق کیسے مل گیا؟ جب کہ ہم خود بادشاہی کے اس سے زیادہ حقدار ہیں اور وہ کوئی دولتمند آدمی تو نہیں ہے، پیغمبر نے فرمایا: اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسے منتخب کیا ہے اور اسے علم اور جسمانی طاقت کی فراوانی سے نوازا ہے اور اللہ اپنی بادشاہی جسے چاہے عنایت کرے اور اللہ بڑی وسعت والا، دانا ہے۔ (۱)

---

(۱) سورة البقرہ: ۲۴۷

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے مختلف انداز سے پیغمبر اکرمؐ کی شجاعت کو بیان فرمایا۔

خود علی علیہ السلام وہ ذات گرامی ہیں کہ دشمن بھی آپ کی شجاعت کا دم بھرتے ہیں اور خود امام اپنی شجاعت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اللّٰہِ! لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِيْ لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا، وَ لَوْ اَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِّقَابِهَا لَسَارَعْتُ اِلَيْهَا، وَ سَاَجْهَدُ فِيْۤ اَنْ اُطَهِّرَ الْاَرْضَ مِنْ هٰذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوْسِ، وَ الْجِسْمِ الْمَرْكُوْسِ، حَتّٰى تَخْرُجَ الْمَدَرَةُ مِنْۢ بَيْنِ حَبِّ الْحَصِيْدِ.

خدا کی قسم! اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا، اور موقع پاتے ہی ان کی گردنیں دبوچ لینے کے لیے لپک کر آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس الٹی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے (معاویہ) سے زمین کو پاک کردوں، تا کہ کھلیان کے دانوں سے کنکر نکل جائے۔ (۱)

اور ایک مقام پر امامؑ اپنی شجاعت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

اَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَاكِلِ الْعَرَبِ، وَ كَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُوْنِ رَبِيْعَةَ وَ مُضَرَ.

میں نے تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوند زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے ابھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ (۲)

جب علی علیہ السلام جیسا شجاع پیغمبر اکرمؐ کو خود سے زیادہ شجاع قرار دے تو آپؐ کی شجاعت کا عالم کیا ہوگا۔

---

(۱) نہج البلاغہ: خط ۴۵، ص ۷۴۸

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۸

## (ا)خطبہ نمبر ۵۶

وَ لَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نَقْتُلُ اٰبَآئَنَا وَ اَبْنَآئَنَا وَ اِخْوَانَنَا وَ اَعْمَامَنَا، مَا يَزِيْدُنَا ذٰلِكَ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا، وَ مُضِيًّا عَلَى اللَّقَمِ، وَ صَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْاَلَمِ، وَ جِدًّا فِيْ جِهَادِ الْعَدُوِّ، وَ لَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَ الْاٰخَرُ مِنْ عَدُوِّنا يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ، يَتَخَالَسَانِ اَنْفُسَهُمَا: اَيُّهُمَا يَسْقِيْ صَاحِبَهٗ كَاْسَ الْمَنُوْنِ، فَمَرَّةً لَّنَا مِنْ عَدُوِّنَا، وَ مَرَّةً لِّعَدُوِّنَا مِنَّا، فَلَمَّا رَاَى اللّٰهُ صِدْقَنَا اَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ، وَ اَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ، حَتّٰى اسْتَقَرَّ الْاِسْلَامُ مُلْقِيًا جِرَانَهٗ وَ مُتَبَوِّئًا اَوْطَانَهٗ، وَ لَعَمْرِيْ! لَوْ كُنَّا نَاْتِيْ مَآ اَتَيْتُمْ، مَا قَامَ لِلدِّيْنِ عَمُوْدٌ، وَ لَا اخْضَرَّ لِلْاِيْمَانِ عُوْدٌ. وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَمًا، وَ لَتُتْبِعُنَّهَا نَدَمًا!

ہم (مسلمان) رسول اللہؐ کے ساتھ ہو کر اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا، اطاعت اور راہ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب والم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی کوششیں بڑھ جاتی تھیں۔ (جہاد کی صورت یہ تھی کہ) ہم میں کا ایک شخص اور فوجِ دشمن کا کوئی سپاہی، دونوں مَردوں کی طرح آپس میں بھڑتے تھے اور جان لینے کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹے پڑتے تھے کہ کون اپنے حریف کو موت کا پیالہ پلاتا ہے، کبھی ہماری جیت ہوتی تھی اور کبھی ہمارے دشمن کی۔ چنانچہ جب خداوند عالم نے ہماری (نیتوں کی) سچائی دیکھ لی تو اس نے ہمارے دشمنوں کو رسوا و ذلیل کیا اور ہماری نصرت و تائید فرمائی، یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی

جگہ پر جم گیا اور اپنی منزل پر برقرار ہو گیا۔ خدا کی قسم! اگر ہم بھی تمہاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون گڑتا اور نہ ایمان کا تنا برگ و بار لاتا۔ خدا کی قسم! تم اپنے کیے کے بدلے میں (دودھ کے بجائے) خون دوہو گے اور آخر تمہیں ندامت و شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ ①

اس خطبہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ رہنے کا اور آپؐ کے سپہ سالار ہونے کا تذکرہ ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام جیسے سپاہیوں کا جو سردار ہے اس کا اپنا مقام شجاعت کیا ہے اور دوسرا یہ کہ دین الٰہی کے دفاع کے لیے اگر اپنے قریب سے قریب کے رشتہ داروں سے جنگ کرنی پڑی تو اس سے بھی گھبرائے نہیں بلکہ ان کا مقابلہ کیا اور اس کے لیے دل کی قوت اور ایمان کی پختگی دونوں لازم تھیں۔

امامؑ نے یہ خطبہ کس موقع پر ارشاد فرمایا؟ اس کے متعلق شارحینِ نہج البلاغہ کی دو رائے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ جنگ صفین کے موقع پر جب صلح کی بات چلی تو امامؑ نے فوج کو جہاد کرنے کی ہمت دلانے کے لیے ارشاد فرمایا۔ بعض نے لکھا ہے کہ مصر میں جب محمد بن ابی بکر شہید کر دیے گئے تو مصر والوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے یہ خطاب فرمایا۔

## (۲) خطبہ نمبر ۷۰

غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ، وَ لَا وَاهٍ فِيْ عَزْمٍ، وَاعِيًا لِّوَحْيِكَ، حَافِظًا لِّعَهْدِكَ، مَاضِيًا عَلٰى نَفَاذِ اَمْرِكَ

نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔ وہ تیری وحی کے حافظ اور تیرے پیمان کے محافظ تھے اور تیرے حکموں کے پھیلانے کی دھن میں لگے رہنے والے تھے۔ ②

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۵۶، ص ۲۲۵

② نہج البلاغہ: خطبہ ۷۰، ص ۲۴۷

اس خطبہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے بیس سے زیادہ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ جن کی تفصیل اپنے مقام پر بیان ہوئی ہے۔ انہی اوصاف میں سے ایک صفت یہ ہے کہ آپؐ نے اپنے فرائض ومقاصد سے کبھی قدم پیچھے نہیں ہٹائے۔

۱۔ غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ، وَلَا وَاهٍ فِيْ عَزْمٍ

نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔

" نَكَلَ " ڈرنے اور پیچھے ہٹنے کے معنی میں آتا ہے۔ ایک جگہ مالک اشتر کی شجاعت کو بیان فرماتے ہوئے" نَكَلَ "لفظ استعمال کیا اور فرمایا:

لَا يَنَامُ اَيَّامَ الْخَوْفِ وَ لَا يَنْكُلُ عَنِ الْاَعْدَآءِ سَاعَاتِ الرَّوْعِ، اَشَدَّ عَلَى الْفُجَّارِ مِنْ حَرِيْقِ النَّارِ ،وَ هُوَ مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ اَخُوْ مَذْحِجٍ

جو خطرے کے دنوں میں سوتا نہیں، اور خوف کی گھڑیوں میں دشمن سے ہراساں نہیں ہوتا اور فاجروں کے لیے جلانے والی آگ سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ مالک بن حارث مذحجی ہیں۔ [۱]

## (۳) خطبہ نمبر ۱۰۲

فَقَاتَلَ بِمَنْ اَطَاعَهٗ مَنْ عَصَاهُ، يَسُوْقُهُمْ اِلٰى مَنْجَاتِهِمْ، وَ يُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ اَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ، يَحْسِرُ الْحَسِيْرُ، وَ يَقِفُ الْكَسِيْرُ فَيُقِيْمُ عَلَيْهِ حَتّٰى يُلْحِقَهُ غَايَتَهٗ، اِلَّا هَالِكًا لَّا خَيْرَ فِيْهِ، حَتّٰى اَرَاهُمْ مَنْجَاتَهُمْ وَ بَوَّاَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ، وَ اسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ، وَايْمُ اللهِ! لَقَدْ كُنْتُ مِنْ سَاقَتِهَا حَتّٰى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيْرِهَا، وَ اسْتَوْسَقَتْ فِيْ قِيَادِهَا، مَا ضَعُفْتُ، وَلَا جَبُنْتُ، وَ لَا

---

[۱] نہج البلاغہ: خط ۳۸، ص ۳۸۷

خُنْتُ، وَ لَا وَهَنْتُ، وَايْمُ اللهِ! لَاَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى اُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهٖ.

آپؐ نے اطاعت کرنے والوں کو لے کر اپنے مخالفوں سے جنگ کی۔ درآنحالیکہ آپؐ ان لوگوں کو نجات کی طرف لے جا رہے تھے اور قبل اس کے کہ موت ان لوگوں پر آ پڑے، ان کی ہدایت کے لیے بڑھ رہے تھے۔ جب کوئی تھکا ماندہ رک جاتا تھا اور خستہ و درماندہ ٹھہر جاتا تھا تو آپؐ اس کے (سر پر) کھڑے ہو جاتے تھے اور اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ایسا تباہ حال ہو جس میں ذرّہ بھر بھلائی ہی نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپؐ نے انہیں نجات کی منزل دکھا دی اور انہیں ان کے مرتبہ پر پہنچا دیا، چنانچہ ان کی چکی گھومنے لگی اور ان کے نیزے کا خم جاتا رہا۔ خدا کی قسم میں بھی انہیں ہنکانے والوں میں تھا۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح پسپا ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دیے گئے۔ اس دوران میں نہ مَیں عاجز ہوا نہ بزدلی دکھائی، نہ کسی قسم کی خیانت کی اور نہ مجھ میں کمزوری آئی۔ خدا کی قسم! میں (اب بھی) باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں گا۔ ①

اس خطبہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی جنگ کا ذکر کیا اور آخر میں اپنی شجاعت کا تذکرہ کیا۔ گویا امام واضح فرما رہے ہیں کہ میری شجاعت کے یہ سبق رسول اللہؐ کے سکھائے ہوئے ہیں۔

## (۴) خطبہ نمبر ۱۲۰

فَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَ اِنَّ الْقَتْلَ لَيَدُوْرُ عَلَى الْاٰبَآءِ وَ الْاَبْنَآءِ وَ الْاِخْوَانِ وَ الْقَرَابَاتِ. فَمَا نَزْدَادُ عَلٰى كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَّ شِدَّةٍ

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۲، ص ۳۲۸

اِلَّا اِیْمَانًا، وَ مُضِیًّا عَلَی الْحَقِّ، وَ تَسْلِیْمًا لِلْاَمْرِ، وَ صَبْرًا عَلٰی مَضَضِ الْجِرَاحِ

ہم (جنگوں میں) رسولؐ کے ساتھ تھے اور قتل ہونے والے وہی تھے جو ایک دوسرے کے باپ، بیٹے، بھائی اور رشتہ دار ہوتے تھے، لیکن ہر مصیبت اور سختی میں ہمارا ایمان بڑھتا تھا اور حق کی پیروی اور دین کی اطاعت میں زیادتی ہوتی تھی اور زخموں کی ٹیسوں پر صبر میں اضافہ ہوتا تھا۔ ①

جنگ صفین میں حکمیت پر اعتراض کرتے ہوئے جو گروہ امیر المومنینؑ سے الگ ہوا اور امامؑ سے جنگ پر تیار ہو گیا اور بعد میں جنگ نہروان ان سے لڑی گئی، امام انہیں سمجھا رہے تھے کہ ہم رسول اللہؐ کے زمانے میں کیسے جنگ کرتے تھے مگر اب کے حالات وہ نہیں۔

ان جملات میں رسول اللہؐ کے دور میں آپؐ کی معیت و سربراہی میں دکھائی جانے والی شجاعت کا تذکرہ کیا جو اس سپہ سالار کی شجاعت کی ایک دلیل ہے۔

## (۵) خطبہ نمبر ۱۸۸

وَ قَاهَرَ اَعْدَآءَهٗ جِهَادًا عَنْ دِیْنِهٖ، لَا یَثْنِیْهِ عَنْ ذٰلِكَ اجْتِمَاعٌ عَلٰی تَكْذِیْبِهٖ، وَ الْتِمَاسٌ لِاِطْفَآءِ نُوْرِهٖ.

اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اس کے دشمنوں پر غلبہ پایا۔ ان کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایکا کر لینا اور ان کے نور کو بجھانے کے لیے کوشش و تلاش میں لگے رہنا ان کو اس (تبلیغ و جہاد کی) راہ سے ہٹا نہ سکا۔ ②

امامؑ نے یہاں پیغمبر اکرمؐ کی حق کی دعوت دینے کی صفت کو بیان فرمایا اور اس تبلیغ کے

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۰، ص ۳۶۶

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۸، ص ۵۳۵

خلاف دشمن کے جمع ہو جانے کا ذکر فرمایا۔ ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ دشمنوں کی ان کوششوں کا شجاعت سے آپؐ نے مقابلہ کیا اور دشمنوں پر ہر اعتبار سے غلبہ پایا۔ آپؐ جہاں انسانیت کے لیے ذریعۂ رحمت ہیں وہیں دین کے دفاع کے لیے قہار بھی ہیں۔

## (۶) خطبہ نمبر ۱۹۰

وَلٰكِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ رُسُلَهٗ اُولِیْ قُوَّةٍ فِیْ عَزَآئِمِهِمْ

لیکن اللہ سبحانہ اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی قرار دیتا ہے۔[1]

یہاں امامؑ نے تمام انبیا کی ایک صفت ان کی قوت کو قرار دیا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس میں قوت جسمانی بھی مراد ہے جسے شجاعت کہا جائے گا اور قوتِ عزم وارادہ بھی۔ شجاعت تبھی ہوگی جب دل میں قوت ہوگی اور اپنے مقصد کے حصول تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں گے۔ جب تمام انبیا کا صاحبِ قوت ہونا ثابت ہے تو پیغمبر اکرمؐ تو سید وسردار انبیا ہیں تو یقیناً وہ اس صفت میں بھی باقی انبیا سے بڑھ کر ہیں۔

## (۷) خطبہ نمبر ۱۹۲

خَاضَ اِلٰى رِضْوَانِ اللهِ كُلَّ غَمْرَةٍ، وَ تَجَرَّعَ فِيْهِ كُلَّ غُصَّةٍ، وَ قَدْ تَلَوَّنَ لَهُ الْاَدْنَوْنَ، وَ تَاَلَّبَ عَلَيْهِ الْاَقْصَوْنَ، وَ خَلَعَتْ اِلَيْهِ الْعَرَبُ اَعِنَّتَهَا، وَ ضَرَبَتْ لِمُحَارَبَتِهٖ بُطُوْنَ رَوَاحِلِهَا، حَتّٰى اَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهٖ عَدَاوَتَهَا، مِنْ اَبْعَدِ الدَّارِ، وَ اَسْحَقِ الْمَزَارِ۔

جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہر سختی میں پھاند پڑے اور جنہوں نے اس کے لیے غم وغصہ کے گھونٹ پیے، جن کے قریبیوں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دور والوں نے بھی ان کی دشمنی پر ایکا کر لیا اور عرب والے بھی ان کے خلاف

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۴۵۸

بگٹٹ چڑھ دوڑے اور دور دراز جگہوں اور دور افتادہ سرحدوں سے سواریوں کے
پیٹ پر ایڑ لگاتے ہوئے آپؐ سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئے اور عداوتوں کے
(پشتارے) آپؐ کے صحن میں لا اتارے۔[۱]

امامؑ نے اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ کی بڑی بڑی مشکلات کو تفصیل سے بیان کیا اور اسی انداز سے بڑے حوصلے اور صبر سے ان مشکلات کے مقابلے کا ذکر کیا۔

۱۔ خَاضَ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰهِ كُلَّ غَمْرَةٍ

جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہر سختی میں پھاند پڑے

''غَمْرَةٌ'' اس طوفان کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہر چیز کے اثر کو مٹا دیتا ہے اور راستے میں آنے والی ہر شے کو دھوڑ التا ہے۔ گویا رسول اللہؐ مشکلات کے دریاؤں میں غوطہ زن ہو کر آگے بڑھے اور ہر سختی کو جھیلا اور اللہ کی رضامندیاں حاصل کیں۔

۲۔ وَ تَجَرَّعَ فِيْهِ كُلَّ غُصَّةٍ

اور ہر مصیبت کے گھونٹ پیے۔

''غُصَّةٌ'' ہر اس غذا، پانی یا کسی چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے گلے میں اٹک جائے۔ گویا پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زندگی میں اور اپنے مقصد کے حصول کی خاطر غم و غصہ کا ہر گھونٹ پیا اور اسے صبر و شجاعت کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ وطن چھوڑا، جنگوں کا سامنا کیا، پیارے شہید ہوئے مگر ہمت و جرأت سے سب کو برداشت کیا۔ امامؑ نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں پیغمبر اکرمؐ کے بڑے بڑے دکھ بیان کیے اور واضح فرمایا کہ یہ دکھ آپؐ کو کبھی شکست نہ دے سکے۔

ابن ابی الحدید نے اس خطبے کی شرح میں نبی اکرمؐ کے دکھوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۲، ص ۵۷۲

## (۸) خط نمبر ۹

**وَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ وَ اَحْجَمَ النَّاسُ قَدَّمَ اَهْلَ بَيْتِهٖ، فَوَقٰى بِهِمْ اَصْحَابَهٗ حَرَّ السُّيُوْفِ وَ الْاَسِنَّةِ، فَقُتِلَ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَ قُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ اُحُدٍ، وَ قُتِلَ جَعْفَرُ يَوْمَ مُؤْتَةَ، وَ اَرَادَ مَنْ لَّوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ اسْمَهٗ مِثْلَ الَّذِيْ اَرَادُوْا مِنَ الشَّهَادَةِ، وَ لٰكِنَّ اٰجَالَهُمْ عُجِّلَتْ وَ مَنِيَّتَهٗ اُجِّلَتْ**

اور رسالت مآبؐ کا یہ طریقہ تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور لوگوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو پیغمبرؐ اپنے اہل بیت علیہم السلام کو آگے بڑھا دیتے تھے اور یوں انہیں سینہ سپر بنا کر اصحاب کو نیزہ و شمشیر کی مار سے بچالے جاتے تھے۔ چنانچہ عبیدہ ابن حارث بدر میں، حمزہ اُحد میں اور جعفر جنگ موتہ میں شہید ہو گئے۔ ایک اور شخص نے بھی کہ اگر میں چاہوں تو اس کا نام لے سکتا ہوں، انہی لوگوں کی طرح شہید ہونا چاہا، لیکن ان کی عمریں جلد پوری ہوگئیں اور اس کی موت پیچھے جا پڑی۔ (۱)

## (۹) خط نمبر ۲۸

**مَتٰى اَلْفَيْتَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْاَعْدَآءِ نَاكِلِيْنَ، وَ بِالسُّيُوْفِ مُخَوَّفِيْنَ؟**

بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اولادِ عبد المطلب کو کب دشمن سے پیٹھ پھراتے ہوئے پایا اور کب تلواروں سے خوفزدہ ہوتے دیکھا؟ (۲)

---

(۱) نہج البلاغہ: خط ۹، ص ٦٦٨

(۲) نہج البلاغہ: خط ۲۸، ص ٧٠٦

کسی شجاع کے لیے اپنی جان دینا آسان ہوتا ہے مگر اپنے پیاروں کو موت کے منہ میں ڈالنا اس سے کہیں مشکل ہوتا ہے۔ اس خطبہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی اس قربانی کا تذکرہ کیا کہ جنگ کی بھٹی جب تپ جاتی تو آپؐ اپنے اہل بیتؑ کو آگے بھیجتے۔ امامؑ نے خاندانِ نبیؐ سے تین شہداء کے نام لیے اور اپنی شہادت کی طلب کو بھی بیان کیا۔ امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے خاندان کی شجاعت اور بہادری اور قربانیوں کو بیان فرمایا۔ امامؑ بھی تو اسی خاندان سے ہیں پس اس میں خود امامؑ کی شجاعت کا بھی بیان ہے۔

## غریبُ الکلام نمبر ۹

كُنَّآ اِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنَّآ اَقْرَبَ اِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ

جب احمرارِ باس ہوتا تھا تو ہم رسول اللہؐ کی سپر میں جاتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی ان سے زیادہ دشمن سے قریب تر نہ ہوتا تھا۔[1]

یہ پیغمبر اکرمؐ کی شجاعت کے لیے سب سے واضح جملہ ہے اور سید رضیؒ نے اس کی کافی وضاحت کی ہے۔ سید رضیؒ اس فرمان کے ذیل میں لکھتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کا خطرہ بڑھ جاتا تھا اور جنگ سختی سے کاٹنے لگتی تھی تو مسلمان یہ سہارا ڈھونڈنے لگتے تھے کہ رسول اللہؐ خود بنفسِ نفیس جنگ کریں تو اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کی وجہ سے ان کی نصرت فرمائے اور آپؐ کی موجودگی کے باعث خوف وخطر کے موقع سے محفوظ رہیں۔

حضرتؑ کا ارشاد کہ جب "اِحْمِرَارُ بَأْسٍ" ہوتا تھا، کے لفظی معنی یہ ہیں کہ جنگ سرخ ہو جاتی تھی، یہ جنگ کی شدّت وسختی سے کنایہ ہے۔ اس کی توجیہ میں چند اقوال ذکر کیے گئے

---

[1] نہج البلاغہ، غریب الکلام ۹، ص ۹۱۰

ہیں۔مگران میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ آپ نے جنگ کی تیزی اور گرمی کو آگ سے تشبیہ دی ہے، جو اپنے اثر اور رنگ دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سُرخی لیے ہوتی ہے، اور اس معنی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب رسول اللہؐ نے حنین کے دن قبیلۂ بنی ہوازن کی جنگ میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا، تو فرمایا: اب "وَطِیْس" گرم ہو گیا۔"وَطِیْسٌ" اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جائے۔ اس مقام پر پیغمبرؐ نے لوگوں کے میدانِ کارزار کی گرم بازاری کو آگ کے بھڑکنے اور اس کے لپکوں کی تیزی سے تشبیہ دی ہے۔

## (ب) علم نبیؐ

نبی اکرمؐ کے علم کو جاننے سے پہلے تین مراحل سے آشنا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ میں متعدد بار اہل بیتؑ کے علم کا تذکرہ فرمایا۔ کہیں فرمایا هُمْ عَیْبَةُ عِلْمِهِ "وہ علمِ الٰہی کے مخزن ہیں"۔[۱]

کہیں فرمایا: فَاِنَّهُمْ عَیْشُ الْعِلْمِ، وَ مَوْتُ الْجَهْلِ "وہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں"۔[۲]

ان فرامین سے واضح ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ کا علمی مقام کیا ہے اور یہ تمام علوم پیغمبر اکرمؐ سے اہل بیتؑ کو منتقل ہوئے ہیں۔ اس سے پیغمبر اکرمؐ کا علمی مقام بھی واضح ہوتا ہے۔

۲۔ نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے قرآن مجید کے لیے دو بار فرمایا: وَ یَنَابِیْعُ الْعِلْمِ "اس میں علم کے سرچشمے ہیں"۔[۳]

۳۔ نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے دو بار سلونی کا دعویٰ کر کے اپنا علمی مقام بتایا۔[۴]

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۷

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۵، ص ۴۱۷ و خطبہ ۲۳۶، ص ۶۵۲

[۳] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۴، ص ۴۹۰ و خطبہ ۱۹۶، ص ۵۸۳

[۴] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۱، ص ۳۰۹ اور خطبہ ۱۸۷، ص ۵۳۱

اسی طرح امامؑ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

اِنَّ هٰهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا۔

"یہاں علم کا ختم نہ ہونے والا چشمہ ہے"۔ ①

ان تینوں موارد میں محور پیغمبر اکرمؐ کی ذات ہے۔ اہلبیتؑ کے سربراہ اور فردِ اول آپؐ ہیں، قرآن کے معلم بھی آپؐ ہیں اور علمِ علی علیہ السلام کو دیکھیں تو علی علیہ السلام اسی ذاتِ گرامی کو اپنا معلم سمجھتے ہیں۔ یہاں وہ موارد بیان کرنا مقصود ہیں جہاں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے علوم کو الگ سے بیان فرمایا:

## (۱) خطبہ نمبر ۷۰

وَ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ،

وہ تیرے علم مخفی کے خزینہ دار تھے۔ ②

اس میں امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی متعدد صفات میں سے ایک صفت "علم" کو قرار دیا۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

## (۲) خطبہ نمبر ۱۲۶

یٰۤاَخَا كَلْبٍ! لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ، وَ اِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِّنْ ذِیْ عِلْمٍ

اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں، بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ ③

امامؑ بصرہ کے آئندہ کے حالات کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ "وہاں کشت و خون کی گرم

---

① نہج البلاغہ: حکمت ۱۴۷، ص ۸۶۹

② نہج البلاغہ: خطبہ ۷۰، ص ۲۴۷

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۶، ص ۳۸۱

بازاری ہوگی، یہاں تک کہ کر زخمی کشتوں کے اوپر سے ہوکر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے"۔ اس موقع پر آپؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلہ بنی کلب سے تھا، عرض کیا کہ

یا امیرالمومنینؑ! آپؑ کو تو علمِ غیب حاصل ہے۔ جس پر آپؑ ہنسے اور مذکورہ بالا جملہ فرمایا۔ پھر علمِ غیب کی تشریح کی اور آخر میں فرمایا:

وَ مَا سِوٰی ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ بِهٖ فَعَلَّمَنِيْهِ، وَ دَعَا لِیْ بِاَنْ يَّعِيَهٗ صَدْرِیْ، وَ تَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِیْ.

رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو دیا اور نبیؐ نے مجھے بتایا اور میرے لیے دُعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔ [۱]

## (ج) زہدِ نبیؐ

### (ا) خطبہ نمبر ۱۰۷

قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَ صَغَّرَهَا، وَ اَهْوَنَ بِهَا وَ هَوَّنَهَا، وَ عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِيَارًا، وَ بَسَطَهَا لِغَيْرِهِ احْتِقَارًا. فَاَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهٖ، وَ اَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَّفْسِهٖ، وَ اَحَبَّ اَنْ تَغِيْبَ زِيْنَتُهَا عَنْ عَيْنِهٖ، لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا، اَوْ يَرْجُوَ فِيْهَا مُقَامًا. بَلَّغَ عَنْ رَّبِّهٖ مُعْذِرًا، وَ نَصَحَ لِاُمَّتِهٖ مُنْذِرًا، وَ دَعَاۤ اِلَى الْجَنَّةِ مُبَشِّرًا.

انھوں نے (اس) دنیا کو ذلیل وخوار سمجھا اور پست وحقیر جانا اور جانتے تھے کہ اللہ نے ان کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے دنیا کا رخ ان سے موڑا ہے اور اسے گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لیے اس کا دامن پھیلا دیا ہے، لہٰذا آپؐ نے دنیا سے دل ہٹا لیا

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۶

اوراس کی یاد اپنے نفس سے مٹا ڈالی اور یہ چاہتے رہے کہ اس کی سج دھج ان کی نظروں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اس میں قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے عذر تمام کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور ڈراتے ہوئے امت کو پند ونصیحت کی اور خوشخبری سناتے ہوئے جنت کی طرف دعوت دی۔ [۱]

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے زہد کی مختلف الفاظ میں پہچان کرائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ" دنیا کے جال سے محفوظ رہو" اور اس فرمان میں پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کے اسی پہلو کو پیش کیا۔

## (۲) خطبہ نمبر ۱۵۸

وَ لَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَافٍ لَّكَ فِي الْاُسْوَةِ، وَ دَلِيْلٌ لَّكَ عَلٰى ذَمِّ الدُّنْيَا وَ عَيْبِهَا، وَ كَثْرَةِ مَخَازِيْهَا وَ مَسَاوِيْهَا، اِذْ قُبِضَتْ عَنْهُ اَطْرَافُهَا، وَ وُطِّئَتْ لِغَيْرِهٖ اَكْنَافُهَا، وَ فُطِمَ عَنْ رَّضَاعِهَا، وَ زُوِيَ عَنْ زَخَارِفِهَا.

تمہارے لیے رسول اللہؐ کا قول وعمل پیروی کے لیے کافی ہے اوران کی ذات دنیا کے عیب ونقص اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لیے رہنما ہے۔ اس لیے کہ اس دنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لیے اس کی وسعتیں مہیا کردی گئیں اور اس (زالِ دنیا کی چھاتیوں سے) آپؐ کا دودھ چھڑا دیا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپؐ کا رخ موڑ دیا گیا۔ [۲]

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۷، ص ۳۴۳

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۸، ص ۴۴۶

## (د) فصاحت و بلاغتِ نبیؐ

### (۱) خطبہ نمبر ۹۲

وَ كَلَامُهُ الْفَصْلُ

آپؐ کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۱)

نہج البلاغہ فصاحت و بلاغت کی شاہکار کتاب شمار ہوتی ہے اور اس کلام کا قائل مختلف الفاظ میں پیغمبر اکرمؐ کی فصاحت و بلاغت کا اظہار کرتا ہے۔

### (۲) خطبہ نمبر ۹۴

كَلَامُهُ بَيَانٌ، وَ صَمْتُهُ لِسَانٌ

ان کا کلام (شریعت کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان تھی۔ (۲)

### (۳) خطبہ نمبر ۱۲۰

وَ نَحْنُ اَفْصَحُ وَ اَنْصَحُ وَ اَصْبَحُ.

اور ہم خوش گفتار، خیر خواہ اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ (۳)

اس فرمان میں امامؑ نے خود کو اور اپنے خاندان کو فصاحت کا حامل قرار دیا اور پیغمبر اکرمؐ اس خاندان کے سردار ہیں تو صفات میں بھی ان کے سردار ہیں۔

## (ہ) رسول اللہؐ گواہِ امت و انبیا

قرآن مجید کی طرح نہج البلاغہ میں بھی آپؐ کے گواہ و شاہد ہونے کے وصف کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً:

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲، ص ۳۱۴

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۹۴، ص ۳۱۵

(۳) نہج البلاغہ: حکمت ۱۲۰، ص ۸۵۹

## (۱) خطبہ نمبر ۷۰

وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ

اور قیامت کے دن تیرے گواہ۔[۱]

اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

## (۲) خطبہ نمبر ۱۱۴

وَ شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ،

اور مخلوق کی گواہی دینے والا۔[۲]

## (۳) خط نمبر ۶۲

وَ مُهَيْمِنًا عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ،

اور تمام رسولوں پر گواہ۔[۳]

ان تین مقامات پر تین مختلف پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر آپؐ کو گواہ کیا گیا۔ مخلوق کی ہر قسم کی گواہی دینے والے، قیامت کے دن گواہی دینے والے اور رسولوں کی گواہی دینے والے۔

## (و) رسولِ رحمتؐ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کے متعدد اوصاف بیان فرمائے جن میں ایک آپؐ کا "رحمۃ للعالمین" ہونا ہے۔ ارشاد پروردگار ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

---

۱ نہج البلاغہ: خطبہ ۷۰، ص ۲۴۷

۲ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۱۴، ص ۳۵۷

۳ نہج البلاغہ: خط ۶۲، ص ۷۹۹

اور (اے رسول) ہم نے آپ کو بس عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (۱)

## (۱) خطبہ نمبر ۱۰۴

امیرالمومنینؑ نے بھی نہج البلاغہ میں چند بار اس صفت کو دہرایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَ رَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً.

وہ تیرا نبی مرسل و رسول برحق ہے جو (دنیا کے لیے) نعمت و رحمت ہے۔ (۲)

## (۲) حکمت نمبر ۸۸

امیرالمومنینؑ نے آپؐ کو دنیا میں امان کا ذریعہ قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

كَانَ فِي الْاَرْضِ اَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللهِ، وَ قَدْ رُفِعَ اَحَدُهُمَا، فَدُوْنَكُمُ الْاٰخَرَ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ: اَمَّا الْاَمَانُ الَّذِیْ رُفِعَ فَهُوَ رَسُوْلُ اللهُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. وَ اَمَّا الْاَمَانُ الْبَاقِيْ فَالْاِسْتِغْفَارُ، قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَ مَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ وَ مَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾.

دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں، ایک ان میں سے اٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے، لہٰذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہؐ تھے، اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ واستغفار ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا: ''اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو (اور) اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اتارے گا، جب کہ یہ لوگ توبہ و استغفار کر رہے ہوں گے''۔ (۳)

---

(۱) سورۃ الانبیا: ۱۰۷

(۲) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۴، ص ۳۳۲

(۳) نہج البلاغہ: حکمت ۸۸، ص ۸۵۰

# خاتم النبیینؐ

پیغمبر اکرمؐ کو جس طرح نبی و رسول ماننا اور ان کی صفات پر ایمان لانا ضروری ہے ویسے ہی ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ آپؐ کو خاتم الانبیا بھی مانا جائے۔ قرآن مجید نے اس وصف کو یوں بیان فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔[1]

امیر المومنینؑ نے بھی چند بار آپؐ کے خاتم ہونے کا اعلان فرمایا:

## (۱) خطبہ نمبر ۱

اِلَى اَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِاِنْجَازِ عِدَتِهٖ وَ تَمَامِ نُبُوَّتِهٖ

یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے ایفائے عہد و اِتمام نبوت کے لیے محمدؐ کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا۔[2]

---

[1] سورۃ الاحزاب: ۴۰

[2] نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۷

## (۲) خطبہ نمبر ۷۰

اَلۡخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ

آپؐ پہلی نبوتوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ ①

## (۳) خطبہ نمبر ۸۵

اَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے لوگو! خاتم النبیینؐ کے اس ارشاد کو سنو۔ ②

امیر المومنینؑ نے یہاں اہل بیتؑ کی ایک فضیلت بیان فرمائی اور اسے رسول اللہؐ سے نقل فرمایا۔ جس میں "خاتم النبیین" کا لفظ استعمال کیا۔

## (۴) خطبہ نمبر ۸۹

حَتّٰى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُجَّتُهٗ، وَ بَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهٗ وَ نُذُرُهٗ.

یہاں تک کہ ہمارے نبی محمدؐ کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہوگئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہنچ گیا۔ ③

## (۵) خطبہ نمبر ۱۳۱

فَقَفّٰى بِهِ الرُّسُلَ، وَ خَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ، فَجَاهَدَ فِي اللهِ الْمُدْبِرِيْنَ عَنْهُ، وَ الْعَادِلِيْنَ بِهٖ.

چنانچہ آپؐ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپؐ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپؐ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۷۰، ص ۲۴۷

② نہج البلاغہ: خطبہ ۸۵، ص ۲۷۸

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۸۹، ص ۲۹۸

ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔ ①

## (٦) خطبہ نمبر ۱۷۱

اَمِیْنُ وَحْیِهٖ، وَ خَاتَمُ رُسُلِهٖ، وَ بَشِیْرُ رَحْمَتِهٖ، وَ نَذِیْرُ نِقْمَتِهٖ.

وہ اللہ کی وحی کے امانتدار، اس کے رسولوں کی آخری فرد، اس کی رحمت کا مژدہ سنانے والے اور اس کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔ ②

## (٧) خطبہ نمبر ۲۳۲

رسولؐ کو غسل و کفن دیتے وقت فرمایا:

بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَ الْاَنْبَآءِ وَ اَخْبَارِ السَّمَآءِ

یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپؐ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا۔ ③

اس خطبہ میں امامؑ نے بڑی وضاحت سے تین چیزوں کے ختم ہونے کا اظہار فرمایا۔ نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبریں۔

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۳۱، ص ۳۹۳

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۷۱، ص ۴۷۷

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۲۳۲، ص ۶۴۹

# رحلت رسول اللہؐ

پیغمبر اکرمؐ کی رحلت ایسا موضوع ہے جس کی وضاحت قرآن مجید میں رب کریم کو کرنی پڑی۔ جنگ اُحد میں پیغمبر گرامیؐ زخمی ہوئے اور دشمن کی طرف سے کسی نے آواز بلند کی کہ "میں نے محمدؐ کو قتل کر دیا"۔ اس آواز کے بلند ہونے پر مشرکین کی خوشیوں کی انتہا تھی اور مسلمانوں کی بڑی تعداد کے قدموں میں اور سوچوں میں بھی تزلزل پیدا ہوا اور میدان چھوڑ دیا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ فرمان نازل فرمایا:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۠ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّنۡقَلِبۡ عَلٰی عَقِبَیۡہِ فَلَنۡ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ وَ سَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ﴾

اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو بس رسول ہی ہیں، ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، بھلا اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔[۱]

اس اعلانِ شہادت پر بھی میدان جنگ سے جن کے قدم نہ ہلے اور ایمان و یقین میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی، ان میں سرفہرست علی علیہ السلام تھے۔

---

[۱] سورۃ آل عمران: ۱۴۴

نہج البلاغہ میں پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کو امامؑ نے چند مواقع پر بیان فرمایا:

(۱) خطبہ نمبر ۱

ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهٗ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ لِقَآئَهٗ، وَ رَضِیَ لَهٗ مَا عِنْدَهٗ، وَ اَكْرَمَهٗ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا، وَ رَغِبَ بِهٖ عَنْ مُّقَارَنَةِ الْبَلْوٰى، فَقَبَضَهٗ اِلَيْهِ كَرِيْمًا

پھر اللہ سبحانہ نے محمدؐ کو اپنے لقاء وقرب کے لیے چنا، اپنے خاص انعامات آپؐ کے لیے پسند فرمائے اور دارِ دنیا کی بود و باش سے آپؐ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپؐ کے رخ کو موڑا اور دنیا سے باعزت آپؐ کو اٹھالیا۔[1]

نہج البلاغہ کے اس حصے میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں چار مراحل پیش فرمائے۔ جن میں سے تیسرا مرحلہ آپؐ کی وفات کا ذکر ہے۔ وفاتِ پیغمبرؐ کے واقعہ کو امامؑ نے فصاحت و بلاغت کے عظیم لفظوں سے بیان کیا۔ ملاقات کے لیے چنا، انعامات پسند کیے، دنیاوی اشیاء سے بلند تر سمجھا۔ زحمتوں سے رخ موڑا اور دُنیا سے آپؐ کو باعزت اٹھالیا۔

اس خطبہ میں آپؐ کی میلاد کے لیے بھی لفظ "کَرِیْمٌ" استعمال کیا اور آپؐ کی رحلت کے لیے بھی لفظ "کَرِیْمٌ" استعمال کیا۔

(۲) خطبہ نمبر ۱۴۸

اِذَا قَبَضَ اللهُ رَسُوْلَهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْاَعْقَابِ، وَ غَالَتْهُمُ السُّبُلُ، وَ اتَّكَلُوْا عَلَى الْوَلَائِجِ، وَ وَصَلُوْا غَيْرَ الرَّحِمِ، وَ هَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِیْ اُمِرُوْا بِمَوَدَّتِهٖ، وَ نَقَلُوا الْبِنَآءَ عَنْ رَّصِّ اَسَاسِهٖ، فَبَنَوْهُ فِیْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ. مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيْٓئَةٍ وَّ اَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ فِیْ غَمْرَةٍ. قَدْ مَارُوْا فِی الْحَيْرَةِ، وَ ذَهَلُوْا فِی السَّكْرَةِ، عَلٰى سُنَّةٍ مِّنْ اٰلِ

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۷

فِرْعَوْنَ: مِنْ مُّنْقَطِعٍ اِلَى الدُّنْيَا رَاكِنٍ، اَوْ مُفَارِقٍ لِّلدِّيْنِ مُبَايِنٍ.

جب اللہ نے رسول اللہؐ کو دنیا سے اٹھا لیا تو ایک گروہ الٹے پیروں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا، (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اسے مودّت کا حکم دیا گیا تھا انہیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا جو اس کی جگہ نہ تھی۔ یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آل فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے۔ کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے۔[1]

اس مقام پر امیر المومنینؑ نے رسول اللہؐ کی رحلت کے ذکر کے بعد مسلمانوں کے حالات کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ آپؐ کے جانے کے بعد چھ قسم کی خلاف ورزیوں کا تذکرہ کیا۔ ان میں سے مثلاً آیت مودّت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"ہدایت کے جن وسیلوں سے انہیں مودّت کا حکم دیا گیا تھا انہیں چھوڑ بیٹھے۔" یہ سیرتِ نبی اکرمؐ کا ایک مفصل باب ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ جو سیرت نگار پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کو بیان کرے گا وہ ان حالات کے بیان کے بغیر سیرت کو مکمل نہیں کر سکے گا۔

## (۳) خطبہ نمبر ۱۸۱

وَ قَبَضَ نَبِيَّهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ قَدْ فَرَغَ اِلَى الْخَلْقِ مِنْ اَحْكَامِ الْهُدٰى بِهٖ.

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۸، ص ۴۲۱

اور نبیؐ کو اس حالت میں دنیا سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ کر کے فارغ ہو چکے تھے کہ جو ہدایت و رستگاری کا سبب ہیں۔ (۱)

امامؑ نے اس فرمان میں جہاں نبی اکرمؐ کی رحلت کو بیان فرمایا وہاں آپؐ کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی بھی گواہی دی۔

## (۴) خطبہ نمبر ۱۹۵

وَ لَقَدْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اِنَّ رَاْسَهٗ لَعَلٰى صَدْرِيْ. وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهٗ فِيْ كَفِّيْ، فَاَمْرَرْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ. وَ لَقَدْ وَلِيْتُ غُسْلَهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ الْمَلٰٓئِكَةُ اَعْوَانِيْ، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَ الْاَفْنِيَةُ: مَلَاٌ يَّهْبِطُ، وَ مَلَاٌ يَّعْرُجُ، وَ مَا فَارَقَتْ سَمْعِيْ هَيْنَمَةٌ مِّنْهُمْ، يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى وَارَيْنَاهُ فِيْ ضَرِيْحِهٖ. فَمَنْ ذَا اَحَقُّ بِهٖ مِنِّيْ حَيًّا وَّ مَيِّتًا؟

جب رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روحِ طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیے۔ میں نے آپؐ کے غسل کا فریضہ انجام دیا، اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپؐ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے، (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروہ اُترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا، وہ حضرتؐ پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آ رہی تھیں، یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون ان کا حقدار

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۱، ص ۵۱۰

ہوسکتا ہے؟[۱]

نہج البلاغہ کے اس خطبہ کے تین حصے ہیں:

پہلے حصے میں امامؑ نے نبی اکرمؐ سے اپنا وہ تعلق بیان فرمایا جو آپؑ ہی سے خاص ہے جسے نبیؐ و علی علیہ السلام کے تعلق کے ضمن میں لکھا جاچکا ہے۔

دوسرے حصے میں آپؑ نے رسول اللہؐ کی موت اور بعد از موت کے حالات کو بیان فرمایا۔ اس حصہ کو پڑھ کر واضح ہوتا ہے کہ نبیؐ کی زندگی میں بھی کوئی دوسرا امامؑ سے زیادہ آپؐ کے قریب نہ تھا اور موت کے وقت بھی سب فرائض آپؑ ہی نے انجام دیے۔ اگر سیرت نبیؐ پر کوئی کتاب لکھی جائے تو اس خطبہ کی تفصیل کے بغیر وہ کتاب مکمل نہیں ہوسکتی۔

تیسرے حصے میں امامؑ نے آپؐ کی رحلت کے وقت کو بیان کیا اور غسل وکفن کے تمام مراحل کو بھی ذکر کیا۔ امامؑ کا ایک جملہ نہایت دقیق ہے، جہاں آپؑ فرماتے ہیں کہ میں غسل دے رہا تھا اور ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ اور یہاں ملائکہ کے گریہ کا بھی تذکرہ کیا۔

اس خطبہ کے تحت شرح نہج البلاغہ "پیامِ امام" میں آقائی ناصر مکارم شیرازی نے کافی تفصیل لکھی ہے اور آپؐ کی موت کے وقت اور موت کے فوراً بعد کے حالات کو درج کیا ہے۔[۲]

## (۵) خطبہ نمبر ۲۰۰

اِلَّآ اَنَّ لِیْ فِی التَّاَسِّیْ بِعَظِیْمِ فُرْقَتِكَ، وَ فَادِحِ مُصِیْبَتِكَ، مَوْضِعَ تَعَزٍّ، فَلَقَدْ وَسَّدْتُّكَ فِیْ مَلْحُوْدَةِ قَبْرِكَ، وَ فَاضَتْ بَیْنَ نَحْرِیْ وَ صَدْرِیْ نَفْسُكَ.

لیکن آپؐ کی مفارقت کے حادثہ عظمیٰ اور آپؐ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کر

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۵، ص ۵۷۷

[۲] پیامِ امام: جلد ۷، ص ۶۶۵

لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر وشکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا، جبکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپؐ کو قبر کی لحد میں اتارا اور اس عالم میں آپؐ کی روح نے پرواز کی کہ آپؐ کا سر میری گردن اور سینے کے درمیان رکھا تھا۔[1]

حضرت امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے دفن کے وقت ارشاد فرمایا اور اس میں آپؐ کی رحلت کو بھی بیان فرمایا۔ امام نے آپؐ کی رحلت کو عظیم صدمہ قرار دیا اور آپؐ کو قبر میں اتارنے کا ذکر بھی کیا۔ یہ خود حالاتِ رحلتِ رسول اکرمؐ کی تفصیل اور علیؑ کے آپؐ سے قرب کی دلیل ہے۔

## (٦) خطبہ نمبر ۲۳۲

قَالَهٗ وَ هُوَ يَلِيْ غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ تَجْهِيْزَهٗ:

بِاَبِیْۤ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَ الْاَنْۢبَآءِ وَ اَخْبَارِ السَّمَآءِ، خَصَّصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ، وَ عَمَّمْتَ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ فِيْكَ سَوَآءً، وَ لَوْلَاۤ اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ، وَ نَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ، لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَآءَ الشُّؤُوْنِ، وَ لَكَانَ الدَّآءُ مُمَاطِلًا، وَ الْكَمَدُ مُحَالِفًا، وَ قَلَّا لَكَ! وَ لٰكِنَّهٗ مَا لَا يُمْلَكُ رَدُّهٗ، وَ لَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهٗ، بِاَبِیْۤ اَنْتَ وَ اُمِّیْ! اذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ، وَ اجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ!.

رسولؐ کو غسل وکفن دیتے وقت فرمایا:

یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپؐ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا جو کسی اور (نبی) کے

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۰۰، ص ۵۹۱

انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا۔آپؐ نے (اس مصیبت میں اپنے اہل بیت علیہم السلام کو) مخصوص کیا، یہاں تک کہ آپؐ نے دوسروں کے غموں سے تسلی دے دی اور (اس غم کو) عام بھی کر دیا کہ سب لوگ آپؐ کے (سوگ میں) برابر کے شریک ہیں۔اگر آپؐ نے صبر کا حکم اور نالہ وفریاد سے روکا نہ ہوتا تو ہم آپؐ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ درد منّت پذیر درماں نہ ہوتا اور یہ غم وحزن ساتھ نہ چھوڑتا، (پھر بھی یہ) گریہ وبکا اور اندوہ وحزن آپؐ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں! ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجیے گا اور ہمارا خیال رکھیے گا۔[1]

یہ مکمل خطبہ رحلت رسول اللہؐ سے متعلق ہے۔امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں رحلت کے صدمے کو تفصیل سے بیان فرمایا اور ختمِ نبوت کا بھی ذکر فرمایا۔

## (۷) خط نمبر ۶۲

فَلَمَّا مَضٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُوْنَ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ. فَوَاللّٰهِ! مَا كَانَ يُلْقٰى فِیْ رُوْعِیْ وَ لَا يَخْطُرُ بِبَالِیْ اَنَّ الْعَرَبَ، تُزْعِجُ هٰذَا الْاَمْرَ مِنْۢ بَعْدِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَ لَاۤ اَنَّهُمْ مُنَحُّوْهُ عَنِّیْ مِنْۢ بَعْدِهٖ، فَمَا رَاعَنِیْۤ اِلَّا انْثِيَالُ النَّاسِ عَلٰى فُلَانٍ يُّبَايِعُوْنَهٗ.

پھر جب رسول اللہؐ کی وفات ہوگئی تو ان کے بعد مسلمانوں نے خلافت کے بارے میں کھینچا تانی شروع کر دی۔اس موقع پر بخدا! مجھے یہ کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا اور نہ میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پیغمبرؐ کے بعد عرب خلافت کا رخ

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲۳۲، ص ۶۴۹

ان کے اہل بیت علیہم السلام سے موڑ دیں گے اور نہ یہ کہ ان کے بعد اسے مجھ سے ہٹا دیں گے۔ مگر ایک دم میرے سامنے یہ منظر آیا کہ لوگ فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ ①

امیر المومنینؑ نے اس خط میں رسول اللہؐ کی وفات اور اس کے فوراً بعد کے حالات بیان فرمائے اور خلافت کے چھن جانے کے درد کو بھی بیان کیا۔

## (۸) حکمت نمبر ۸۸

كَانَ فِي الْاَرْضِ اَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللهِ، وَ قَدْ رُفِعَ اَحَدُهُمَا، فَدُوْنَكُمُ الْاٰخَرَ فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ: اَمَّا الْاَمَانُ الَّذِیْ رُفِعَ فَهُوَ رَسُوْلُ اللهُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. وَ اَمَّا الْاَمَانُ الْبَاقِیْ فَالْاِسْتِغْفَارُ

دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں، ایک ان میں سے اٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے، لہٰذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہؐ تھے، اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے۔ ②

سید رضیؒ نے نہج البلاغہ کا یہ فرمان امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا۔ امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کو ذریعۂ امان قرار دیا اور پھر آپؐ کی رحلت کا تذکرہ کیا۔

## (۹) حکمت نمبر ۲۹۲

عَلٰی قَبْرِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَاعَةَ دُفِنَ:

رسول اللہؐ کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے:

اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِیْلٌ اِلَّا عَنْكَ، وَ اِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِیْحٌ اِلَّا عَلَیْكَ، وَ اِنَّ

① نہج البلاغہ: مکتوب ۶۲، ص ۷۹۹

② نہج البلاغہ: حکمت ۸۸، ص ۸۴۹

الْمُصَابَ بِكَ لَجَلِيْلٌ، وَ اِنَّهٗ قَبْلَكَ وَ بَعْدَكَ لَجَلَلٌ.

صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپؐ کے غم کے، اور بیتابی و بے قراری عموماً بری چیز ہے سوائے آپؐ کی وفات کے، اور بلا شبہ آپؐ کی موت کا صدمہ عظیم ہے اور آپؐ سے پہلے اور آپؐ کے بعد آنے والی ہر مصیبت سبک ہے۔ ①

امیر المومنینؑ نے رحلت پیغمبر اکرمؐ کے دکھ کو مختلف الفاظ و انداز میں اور درد بھرے جملات میں پیش کیا۔ اس حکمت میں امامؑ نے آپؐ کے دفن کے بعد آپؐ کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ جملات ارشاد فرمائے۔

اہل بیتؑ کے دکھوں پر رونے پر اعتراض کرنے والوں کے لیے یہ بڑا واضح جواب ہے کہ سب دکھ برابر نہیں ہوتے بلکہ کچھ دکھ اتنے عظیم ہوتے ہیں کہ وہاں گریہ کا حق بنتا ہے۔

مفتی محمد عبدہ نے اس فرمان کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

امامؑ کا گویا مقصود یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کا دکھ اتنا سخت و عظیم ہے کہ نہ کوئی غم اس سے پہلے اتنا عظیم تھا اور نہ کوئی اِس غم کے بعد ہوگا۔ ②

امیر المومنینؑ کے کلام کو جمع کرنے کا والے قاضی قضاعی متوفی ۴۵۴ ہجری اپنی کتاب "دَستُورُ مَعَالِمِ الحِكَمِ و مَأثُورُ مَكارِمِ الشِّيَمِ" میں رحلت رسول اکرمؐ کے حوالے سے امامؑ کے اس فرمان کو مکمل سند کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

امامؑ ہر روز صبح اور عصر کے وقت آپؐ کی قبر پر جا کر شدت سے روتے اور یہ جملات کہتے:

يَا رَسُولَ اللهِ مَا اَحْسَنَ الْعِبَرَ اِلَّا عَنْكَ
وَاَقْبَحَ الْبُكَاءَ اِلَّا عَلَيْكَ

---

① نہج البلاغہ: حکمت ۲۹۲، ص ۹۲۱

② نہج البلاغہ، حاشیہ شیخ محمد عبدہ، حکمت نمبر ۲۹۴، ص ۵۶۵

ثُمَّ يُمَرِّغُ وَجهَهٗ فِي التُّرَابِ وَيَبْكِيْ وَيَنْدُبُ وَيَذْكُرُ مَا حَلَّ بِهٖ بَعْدَهٗ وَيَقُوْلُ فِيْ ذٰلِكَ:

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ
اِلَّا يَشَمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

یارسول اللہؐ، آنسو بہانا اچھا نہیں ہے مگر آپؐ پر، اور رونا معیوب ہے مگر آپؐ پر۔

پھر آپؑ اپنا چہرہ خاک پر رکھتے، روتے، گریہ کرتے اور آپؑ پر رسول اللہؐ کے بعد جو کچھ گزری وہ بیان کرتے اور کہتے:

جو شخص قبرِ پیغمبرؐ کی خاک کی خوشبو لے اس کے لیے پھر کیا ہے کہ ساری زندگی غم سے کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔

آپؐ کے بعد مجھ پر وہ غم آئے کہ اگر دنوں پر آتے تو وہ تاریک راتوں میں بدل جاتے۔[1]

یہی اشعار حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سے بھی منقول ہیں۔

یہ ہے غمِ رسولؐ جس کا اظہار مولا علی علیہ السلام نے قبر رسولؐ پر کھڑے ہوئے کیا اور مسلسل اظہار کرتے رہے۔

## (۱۰) حکمت نمبر ۴۷۳

لَوْ غَيَّرْتَ شَيْبَكَ يَآ اَمِيْرَ الْمومنيْنَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْخِضَابُ زِيْنَةٌ، وَ نَحْنُ قَوْمٌ فِيْ مُصِيْبَةٍ!. يُرِيْدُ وَفَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

---

[1] دستور معالم الحکم، قاضی القضاعی ص ۱۹۸ طبع مصر

حضرتؑ سے کہا گیا کہ اگر آپؑ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے تو بہتر ہوتا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ: خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔ [۱]

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس سے وفاتِ پیغمبرؐ مراد لی ہے۔

اس فرمان کے مطابق رحلتِ رسولؐ کا غم امیر المومنینؑ کی زندگی کا حصہ رہا اور خضاب جیسے عمل کو بھی چھوڑ دیا تا کہ اظہارِ غم ہوتا رہے۔

---

[۱] نہج البلاغہ: حکمت ۴۷۳، ص ۹۷۱

# خلافت بعد از رسول اللہؐ

امیر المومنینؑ سے نہج البلاغہ میں متعدد فرامین منقول ہیں جہاں امامت وخلافت کو مطرح فرمایا۔ ان مقامات میں سے کچھ میں عمومی طور پر خلافت وامامت کی اہمیت کو بیان کیا اور کئی مقامات پر خود کو اس منصب وعہدے کا حقدار قرار دیا۔ کتاب "نہج البلاغہ اور معرفت امام علیؑ" میں ایسے اڑتیس حوالے نہج البلاغہ سے پیش کیے گئے ہیں۔ اس باب میں خلافت سے متعلق فقط وہ فرامین لائے گئے ہیں جہاں یہ موضوع خصوصیت سے نبی اکرمؐ کے ذکر کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

## (۱) خطبہ نمبر ۱

وَ خَلَّفَ فِيْكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْاَنْبِيَآءُ فِيْۤ اُمَمِهَا، اِذْ لَمْ يَتْرُكُوْهُمْ هَمَلًا، بِغَيْرِ طَرِيْقٍ وَّاضِحٍ، وَ لَا عَلَمٍ قَآئِمٍ

حضرتؐ تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے جو انبیاؑ اپنی اُمتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔ اس لیے کہ وہ طریق واضح ونشانِ محکم قائم کیے بغیر یوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں چھوڑتے تھے۔ [1]

ان جملات میں امامؑ نے گزشتہ انبیا کا حوالہ پیش کیا کہ وہ اپنے بعد قوم کو بے قید و بند نہیں چھوڑ گئے تھے۔ اسی طرح رسول اللہؐ بھی اپنی امت کو بغیر کسی ہادی و رہنما کے نہیں

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۷

چھوڑا بلکہ واضح الفاظ میں حدیثِ ثقلین میں تذکرہ موجود ہے کہ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: میں تمہارے درمیان دو ہم وزن چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، قرآن اور اہل بیتؑ۔ اس کی تفصیل یہاں مقصود نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے علمِ کلام کی مفصل کتابیں موجود ہیں۔

## (۲) خطبہ نمبر ۲

وَ لَهُمْ خَصَآئِصُ حَقِّ الْوِلَايَةِ، وَ فِيْهِمُ الْوَصِيَّةُ وَ الْوِرَاثَةُ،

حق ولایت کی خصوصیات انہی کے لیے ہیں اور انہی کے بارے میں (پیغمبرؐ کی) وصیت اور انہی کے لیے (نبیؐ کی) وراثت ہے۔[1]

ان جملات میں واضح فرمایا کہ اہل بیتؑ کے لیے نبی اکرمؐ نے وصیت فرمائی اور نبی اکرمؐ کی وراثت بھی انہی کے لیے ہے۔ علماءِ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ وصیت و وراثت دونوں سے مراد خلافت و نیابتِ پیغمبر اکرمؐ ہے۔

## (۳) خطبہ نمبر ۶۵

قَالُوْا: لَمَّا انْتَهَتْ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْبَاءُ السَّقِيْفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا قَالَتِ الْاَنْصَارُ؟ قَالُوْا: قَالَتْ: مِنَّآ اَمِيْرٌ وَ مِنْكُمْ اَمِيْرٌ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ: بِاَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَصّٰى بِاَنْ يُّحْسَنَ اِلٰى مُحْسِنِهِمْ وَ يُتَجَاوَزَ عَنْ مُّسِيْٓئِهِمْ؟ قَالُوْا: وَ مَا فِيْ هٰذَا مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَوْ كَانَتِ الْاِمَارَةُ فِيْهِمْ لَمْ تَكُنِ الْوَصِيَّةُ بِهِمْ. ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَمَاذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ؟ قَالُوْا: احْتَجَّتْ بِاَنَّهَا شَجَرَةُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: احْتَجُّوْا بِالشَّجَرَةِ وَ اَضَاعُوا الثَّمَرَةَ.

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۲، ص ۱۰۸

پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچیں تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ: ''انصار کیا کہتے تھے؟'' لوگوں نے کہا کہ: وہ کہتے تھے کہ ایک ہم میں سے امیر ہو جائے اور ایک تم میں سے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ: ''تم نے یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ رسول اللہؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ انصار میں جو اچھا ہو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور جو برا ہو اس سے درگزر کیا جائے''۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں ان کے خلاف کیا ثبوت ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ: ''اگر حکومت و امارت ان کے لیے ہوتی تو پھر ان کے بارے میں دوسروں کو وصیت کیوں کی جاتی''۔ پھر حضرتؑ نے پوچھا کہ: ''قریش نے کیا کہا؟'' لوگوں نے کہا کہ: انہوں نے شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی وجہ سے اپنے استحقاق پر استدلال کیا۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ: ''انہوں نے شجرہ ایک ہونے سے تو استدلال کیا، لیکن اس کے پھلوں کو ضائع و برباد کر دیا''۔[1]

رحلتِ نبی اکرمؐ کے بعد جب مہاجرین و انصار میں خلافت کے موضوع پر اختلاف ہوا تو مہاجرین نے رسول اللہؐ سے رشتے اور قرب کو دلیل بنایا اور خلافت حاصل کی۔ امیر المومنینؑ نے اُنہی کی دلیل کو اپنے حقِ خلافت کے شاہد کے طور پر پیش کیا۔

## (۴) خطبہ نمبر ۹۸

وَ خَلَّفَ فِيْنَا رَايَةَ الْحَقِّ، مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ، وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ، وَ مَنْ لَّزِمَهَا لَحِقَ

اور ہم میں حق کا وہ پرچم چھوڑ گئے کہ جو اس سے آگے بڑھے گا وہ (دین سے) نکل جائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ مٹ جائے گا اور جو اس سے چمٹا رہے گا وہ حق

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۶۵، ص ۲۳۹

کے ساتھ رہے گا۔[۱]

امیرالمومنینؑ نے پیغمبراکرمؐ کی رسالت کی گواہی دی اور آپؐ کے دین پہنچانے کی تصدیق کے بعد آپؐ کی رحلت کا تذکرہ فرمایا اور واضح کیا کہ آپؐ ہمارے درمیان حق کا پرچم چھوڑ گئے اور حق کے پرچم سے مراد اہل بیتؑ کی امامت ہے اس لیے کہ فوراً امام نے فرمایا ”جو اس پرچم سے آگے بڑھے گا اس کا دین ختم اور جو اس پرچم سے پیچھے رہ جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور بچے گا تو وہی جو ان سے جڑا رہے گا“۔

## (۵) خطبہ نمبر ۱۴۸

وَ هَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِیْ اُمِرُوْا بِمَوَدَّتِهٖ، وَ نَقَلُوا الْبِنَآءَ عَنْ رَّصِّ اَسَاسِهٖ، فَبَنَوْهُ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهٖ. مَعَادِنُ كُلِّ خَطِیْٓئَةٍ وَّ اَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ فِیْ غَمْرَةٍ.

اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اسے مودّت کا حکم دیا گیا تھا انہیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا جو اس کی جگہ نہ تھی۔ یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔[۲]

اس خطبہ میں پیغمبراکرمؐ کی رحلت کو بیان فرمایا اور آپؐ کے جانے کے بعد امت کی حالت کا تذکرہ کیا۔ دو چیزوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ آپؐ جن سے مودت کا حکم دے گئے تھے انہیں چھوڑ دیا گیا اور خلافت کو بھی بنیادوں سے ہلا دیا۔

## (۶) خط نمبر ۳۶

فَقَدْ قَطَعُوْا رَحِمِیْ، وَ سَلَبُوْنِیْ سُلْطَانَ ابْنِ اُمِّیْ.

---

۱. نہج البلاغہ: خطبہ ۹۸، ص ۳۲۲

۲. نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۸، ص ۴۲۱

انہوں نے میرے رشتے کا کوئی لحاظ نہ کیا اور میرے ماں جائے کی حکومت مجھ سے چھین لی۔ ①

امیرالمومنینؑ نے یہ خط اپنے بھائی عقیل کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔اس خط میں امامؑ نے قریش کے مظالم کو بیان فرمایا اور رسول اللہؐ کے ساتھ رشتے کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا۔ایک درد بھرا جملہ فرمایا کہ "میرے ماں جائے کی حکومت مجھ سے چھین لی"۔

## (۷) حکمت نمبر ۱۹۰

وَا عَجَبَاهُ! اَتَكُوْنُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَ الْقَرَابَةِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ رُوِیَ لَهٗ شِعْرٌ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی، وَ هُوَ: فَاِنْ كُنْتَ بِالشُّوْرٰی مَلَكْتَ اُمُوْرَهُمْ فَكَیْفَ بِهٰذَا وَ الْمُشِیْرُوْنَ غُیَّبُ؟ وَ اِنْ كُنْتَ بِالْقُرْبٰی حَجَجْتَ خَصِیْمَهُمْ فَغَیْرُكَ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ وَ اَقْرَبُ

العجب! کیا خلافت کا معیار بس صحابیت اور قرابت ہی ہے؟!

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ اس مضمون کے اشعار بھی حضرتؑ سے مروی ہیں جو یہ ہیں:

اگر تم شوریٰ کے ذریعہ لوگوں کے سیاہ وسفید کے مالک ہو گئے ہو تو یہ کیسے؟ جبکہ مشورہ دینے کے حقدار افراد غیر حاضر تھے۔اور اگر قرابت کی وجہ سے تم اپنے حریف پر غالب آئے ہو تو پھر تمہارے علاوہ دوسرا نبیؐ کا زیادہ حقدار اور ان سے زیادہ قریبی ہے۔ ②

---

① نہج البلاغہ: خط ۳۶،ص ۵۳۷

② نہج البلاغہ: حکمت ۱۹۰،ص ۸۸۲

# نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی علیہ السلام کا قرب و تعلق

اس کتاب کے مقدمہ میں واضح کیا گیا کہ اللہ سبحانہ نے امیر المومنین علی علیہ السلام کو آیت مباہلہ ① میں نفسِ رسول کہا اور سورہ رعد آیۃ ۴۳ میں رسول اللہؐ کی رسالت کا گواہ قرار دیا۔ امیر المومنینؑ نے بھی نہج البلاغہ میں بار بار اس تعلق و رشتے کا اظہار فرمایا اور وضاحت فرمائی۔

امامؑ کے ان فرامین میں سے فقط چند موارد کو یہاں بیان کیا جاتا ہے:

## (الف) ایمان و تصدیق میں سبقت

### (۱) خطبہ نمبر ۳۷

وَاللّٰهِ! لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ فَلَآ اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ. فَنَظَرْتُ فِيْٓ اَمْرِیْ، فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِیْ، وَ اِذَا الْمِيْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَيْرِیْ.

خدا کی قسم! میں وہ ہوں جس نے سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کی تو اب آپؐ پر کذب تراشی میں کس طرح پہل کروں گا۔ میں نے اپنے حالات پر نظر کی تو دیکھا کہ میرے لیے ہر قسم کی بیعت سے اطاعت رسولؐ مقدم تھی اور ان سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا جو میری گردن میں تھا۔ ②

---

① سورۃ آل عمران: ۶۱

② نہج البلاغہ: خطبہ ۳۷، ص ۲۰۹

اس خطبہ میں امامؑ نے اپنے متعدد فضائل بیان فرمائے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کی۔ یہ وہ موارد ہیں جنہیں امامؑ نے بار ہا دہرایا اور یہ ایسی فضلیت ہے کہ آپؑ کا اس میں کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔

## (۲) خطبہ نمبر ۵۷

فَاِنِّیْ وُلِدْتُّ عَلَى الْفِطْرَةِ, وَ سَبَقْتُ اِلَى الْاِيْمَانِ وَ الْهِجْرَةِ.

مَیں (دین) فطرت پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت میں سابق ہوں۔ [۱]

یہاں امامؑ نے اپنے تین فضائل بیان فرمائے۔ میں دینِ فطرت پر پیدا ہوا، ایمان میں سبقت اور ہجرت کی سبقت۔

ایمان میں سبقت تو سب مانتے ہیں البتہ دینِ فطرت اور ہجرت کی شارحین نے تفصیل لکھی ہے۔ دیکھیں "پیامِ امام" آقای ناصر مکارم شیرازی۔

## (۳) خطبہ نمبر ۶۹

وَ لَقَدْ بَلَغَنِیْۤ اَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: عَلِیٌّ یَّكْذِبُ, قَاتَلَكُمُ اللهُ! فَعَلٰى مَنْ اَكْذِبُ؟ اَ عَلَى اللهِ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ! اَمْ عَلٰى نَبِيِّهٖ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ!

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ: علی علیہ السلام کذب بیانی کرتے ہیں۔ خدا تمہیں ہلاک کرے! (بتاؤ) میں کس پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں؟ کیا اللہ پر؟ تو میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں، یا اس کے نبیؐ پر؟ تو میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ [۲]

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۵۷، ص ۲۲۷

[۲] نہج البلاغہ: خطبہ ۶۹، ص ۲۴۵

ان جملات میں امامؑ ایک طرف اپنے درد و مظلومیت بیان فرماتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے فضائل دہراتے ہیں۔ ان فضائل میں اللہ پر ایمان اور نبیؐ کی تصدیق میں سبقت کو بیان فرمایا۔

## (۴) خطبہ نمبر ۱۲۹

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَوَّلُ مَنۡ اَنَابَ، وَ سَمِعَ وَ اَجَابَ، لَمۡ یَسۡبِقۡنِیۡ اِلَّا رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالصَّلٰوۃِ.

اے اللہ! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کی اور تیرے حکم کو سن کر لبیک کہی اور رسول اللہؐ کے علاوہ کسی نے بھی نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی۔ [۱]

ان جملات میں امامؑ نے عبودیت و اطاعت پروردگار میں خود کو پہلا شخص قرار دیا اور پھر ثبوت کے طور پر نماز جیسی عبادت میں خود کو سابق حساب کیا۔

## (۵) خطبہ نمبر ۱۹۰

وَ قَدۡ عَلِمۡتُمۡ مَوۡضِعِیۡ مِنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالۡقَرَابَۃِ الۡقَرِیۡبَۃِ، وَ الۡمَنۡزِلَۃِ الۡخَصِیۡصَۃِ: وَضَعَنِیۡ فِیۡ حِجۡرِہٖ وَ اَنَا وَلَدٌ یَّضُمُّنِیۡ اِلٰی صَدۡرِہٖ، وَ یَکۡنُفُنِیۡ فِیۡ فِرَاشِہٖ، وَ یُمِسُّنِیۡ جَسَدَہٗ، وَ یُشِمُّنِیۡ عَرۡفَہٗ. وَ کَانَ یَمۡضَغُ الشَّیۡءَ ثُمَّ یُلۡقِمُنِیۡہِ، وَ مَا وَجَدَ لِیۡ کَذۡبَۃً فِیۡ قَوۡلٍ، وَ لَا خَطۡلَۃً فِیۡ فِعۡلٍ.

تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہؐ سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۹، ص ۳۹۰

تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپؐ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔

وَ لَقَدْ قَرَنَ اللّٰهُ بِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنْ لَّدُنْ اَنْ كَانَ فَطِيْمًا اَعْظَمَ مَلَكٍ مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِهٖ يَسْلُكُ بِهٖ طَرِيْقَ الْمَكَارِمِ، وَ مَحَاسِنَ اَخْلَاقِ الْعَالَمِ، لَيْلَهٗ وَ نَهَارَهٗ، وَ لَقَدْ كُنْتُ اَتَّبِعُهٗ اتِّبَاعَ الْفَصِيْلِ اَثَرَ اُمِّهٖ، يَرْفَعُ لِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ اَخْلَاقِهٖ عَلَمًا، وَ يَاْمُرُنِيْ بِالْاِقْتِدَآءِ بِهٖ، وَ لَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَآءَ، فَاَرَاهُ وَ لَا يَرَاهُ غَيْرِيْ، وَ لَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَّاحِدٌ يَّوْمَئِذٍ فِي الْاِسْلَامِ غَيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ خَدِيْجَةَ وَ اَنَا ثَالِثُهُمَا، اَرٰى نُوْرَ الْوَحْيِ وَ الرِّسَالَةِ، وَ اَشُمُّ رِيْحَ النُّبُوَّةِ.

اللہ نے آپؐ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپؐ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپؐ ہر روز میرے لیے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہؐ اور (اُمّ المومنین) خدیجہؑ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا ان میں مَیں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

وَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطٰنِ حِيْنَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ: «هٰذَا الشَّيْطٰنُ قَدْ اَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهٖ، اِنَّكَ تَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ، وَ تَرٰى مَآ اَرٰى، اِلَّآ اَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ، وَ لٰكِنَّكَ وَزِيْرٌ، وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خَيْرٍ».

جب آپؐ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ: یارسول اللہؐ! یہ آواز کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ:

«یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ (اے علیؑ!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو»۔ [1]

نہج البلاغہ کے اس طویل خطبے میں امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے جو اپنے قریبی تعلقات بیان فرمائے ہیں وہ اپنی نوعیت میں منفرد اور مفصل ہیں۔ اس کی تفصیل کتاب "نہج البلاغہ اور معرفت امام علی علیہ السلام ص ۲۱۵، مرکز افکار اسلامی" پر بیان کی گئی ہے۔

## (۶) خطبہ نمبر ۱۹۰

فَاِنِّيْ اَوَّلُ مُؤْمِنٍ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَ اَوَّلُ مَنْ اَقَرَّ بِاَنَّ الشَّجَرَةَ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِاَمْرِ اللهِ تَعَالٰى تَصْدِيْقًا بِنُبُوَّتِكَ، وَ اِجْلَالًا لِّكَلِمَتِكَ.

اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں اور سب سے پہلے اس کا اقرار کرنے والا ہوں کہ اس درخت نے بحکم خدا آپؐ کی نبوت کی تصدیق اور آپؐ کے کلام کی عظمت و برتری دکھانے کے لیے جو کچھ کیا ہے وہ امر

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۸-۵۵۹

واقعی ہے (کوئی آنکھ کا پھیر نہیں)۔ ①

اس خطبہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے معجزے کو بیان فرمایا۔ جب قریش کے کہنے پر آپؐ نے درخت کو بلایا۔ قریش نے اسے جادو کہہ کر ردّ کر دیا مگر علی علیہ السلام نے یہ الفاظ ان کی تصدیق میں کہے۔

جیسا کہ درج کیا جا چکا ہے کہ اس خطبہ کے اس حصہ میں منفرد قسم کے فضائل اور رسول اللہؐ سے تعلقات کا تذکرہ ہے۔

## (ب) امام علیؑ مددگارِ نبیؐ

جیسا کہ گزشتہ بحث میں گزر چکا ہے کہ امیر المومنینؑ نبیؐ پر ایمان و تصدیق میں سب سے آگے تھے۔ اسی طرح آپؐ نبیؐ کی مدد میں بھی سب سے بڑھ کر تھے۔ یہ مدد ساری زندگی جاری رہی اور دعوتِ ذوالعشیر ہ میں نصرت و مدد کا جو وعدہ کیا تھا وہ تا حیات نبھایا۔ میدان جنگ ہو یا بستر رسول، اطاعت کے مراحل ہوں یا خاموشی کا امتحان، ہر جگہ امیر المومنینؑ کامیابی کی سند لیتے رہے۔

### (ا) خطبہ نمبر ۱۹۰

اَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَاكِلِ الْعَرَبِ، وَ كَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُوْنِ رَبِيْعَةَ وَ مُضَرَ۔

میں نے تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوند زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے ابھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ ②

امامؑ کے ان جملات میں شاید اشارہ مکہ کے اس دور کی طرف ہے جب قریش کے بچے

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۶۱

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۸

آپ کو پتھر مارتے اور آپؑ نبیؐ کا دفاع کرتے یا جنگ بدر جیسے محاذ کی طرف اشارہ ہے جب امیرالمومنینؑ سب سے جوان تھے اور آپ کی عمر پچیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

## (۲) خطبہ نمبر ۱۹۵

وَ لَقَدْ وَاسَيْتُهُ بِنَفْسِيْ فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِيْ تَنْكُصُ فِيْهَا الْاَبْطَالُ وَ تَتَاَخَّرُ فِيْهَا الْاَقْدَامُ، نَجْدَةً اَكْرَمَنِي اللّٰهُ بِهَا.

اور میں نے اس جواں مردی کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبرؐ کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی کہ جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر) بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کی بجائے) پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ [1]

امیرالمومنینؑ نے اس خطبہ میں پیغمبر اکرمؐ اور اپنے تعلق و رشتے کو مختلف انداز سے پیش فرمایا۔ ان جملات میں خاص کر اپنی شجاعت کے ذریعہ رسول اللہؐ کی مدد کو بیان فرمایا۔

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید نے اس حصہ میں بڑی وضاحت سے لکھا اور خاص کر لکھا کہ: "معلوم ہوتا ہے کہ امام کچھ افراد پر تنقید فرما رہے ہیں۔ جنہوں نے زندگی میں رسول اللہؐ کی اطاعت یا مدد میں کمزوری دکھائی"۔ [2]

## (۳) خط نمبر ۴۵

وَ اَنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ كَالصِّنْوِ مِنَ الصِّنْوِ، وَ الذِّرَاعِ مِنَ الْعَضُدِ،

مجھے رسولؐ سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ [3]

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۵، ص ۵۷۷

[2] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۰، ص ۱۸۰-۱۸۱

[3] نہج البلاغہ: خط ۴۵، ص ۷۴۸

اس فرمان کا دوسرا جملہ نہایت دقیق ہے۔ امام نے نسبت دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہؐ سے مجھے وہی نسبت ہے جو کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ بازو کی طاقت کا اظہار کلائی سے ہوتا ہے۔ گویا امام نے نبی کو بازو اور خود کو اس بازو کی کلائی قرار دے کر واضح فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت کا اظہار اور اس بازو کے مددگار علی علیہ السلام تھے۔

# اصحابِ رسولؐ

امیر المومنینؑ نے چند مقامات پر رسول اللہؐ کے زمانے کے لوگوں کا ذکر کیا۔ کبھی نام لے لے کر اصحاب رسول اللہؐ کو یاد کیا، جیسے خطبہ ۱۲۸ میں حضرت ابوذر کو خدا حافظ کرتے وقت خطاب کیا۔ خط نمبر ۶۸ میں سلمان فارسی کو ہدایات فرمائیں۔ خطبہ ۱۸۰ میں حضرت عمار یاسر و ابن تیہان اور ذو الشہادتین کے نام لیے۔

کچھ مقامات پر رسول اللہؐ کے اصحاب کا مقام و منزلت بتائی اور کہیں ان کی کمزوریوں کو بیان فرمایا۔

## (۱) خطبہ نمبر ۹۵

لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَمَآ اَرٰی اَحَدًا مِنْکُمْ یُشْبِهُهُمْ! لَقَدْ کَانُوْا یُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا، قَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّ قِیَامًا، یُرَاوِحُوْنَ بَیْنَ جِبَاهِهِمْ وَ خُدُوْدِهِمْ، وَ یَقِفُوْنَ عَلٰی مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِکْرِ مَعَادِهِمْ! کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِهِمْ رُکَبَ الْمِعْزٰی مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ! اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ اَعْیُنُهُمْ حَتّٰی تَبُلَّ جُیُوْبَهُمْ، وَ مَادُوْا کَمَا یَمِیْدُ الشَّجَرُ یَوْمَ الرِّیْحِ الْعَاصِفِ، خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ، وَ رَجَآءً لِلثَّوَابِ!.

میں نے محمدؐ کے خاص خاص اصحاب دیکھے ہیں۔ مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ان کے مثل ہو۔ وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال

بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اَٹے ہوتے تھے جب کہ رات کو وہ سجود و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے، اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رخسار، اور حشر کی یاد سے اس طرح (بے چین رہتے تھے کہ) جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہوں، اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) بکری کے گھٹنوں ایسے گٹے پڑے ہوئے تھے۔ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجاتا تھا تو ان کی آنکھیں برس پڑتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے گریبانوں کو بھگو دیتی تھیں۔ وہ اس طرح کانپتے رہتے تھے جس طرح تیز جھکڑ والے دن درخت تھرتھراتے ہیں، سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں۔[۱]

امامؑ نے اس خطبہ کی ابتدا میں اپنے اصحاب سے گفتگو اور حاکم شام کی لوٹ مار پر خاموشی پر ان کی سرزنش کی اور پھر اصحاب پیغمبر اکرمؐ کے کچھ اوصاف بیان فرمائے۔ البتہ واضح رہے کہ آپؑ نے نہ اپنے اردگرد والے سب لوگوں کی مذمت کی اور نہ ہی پیغمبر اکرمؐ کے اردگرد والے سب افراد کی تعریف کی۔ بلکہ دونوں رہنماؤں کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والوں کی دو قسمیں تھیں، جنہیں امامؑ نے بیان فرمایا۔

نہج البلاغہ کے اس حصہ میں آپؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب کے سات اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کے ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے، تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اصحاب قرآن مجید کی رو سے بھی اور نہج البلاغہ کے اعتبار سے بھی پیغمبر اکرمؐ کی تربیت کا نمونہ تھے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ان کی سیرت قابل اطاعت ہے۔

## (۲) خطبہ نمبر ۱۴۸

حَتّٰۤی اِذَا قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْاَعْقَابِ، وَ غَالَتْهُمُ

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۵، ص ۳۱۷

السُّبُلُ، وَ اتَّكَلُوْا عَلَى الْوَلَائِجِ، وَ وَصَلُوْا غَيْرَ الرَّحِمِ، وَ هَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِیْ اُمِرُوْا بِمَوَدَّتِهٖ، وَ نَقَلُوا الْبِنَآءَ عَنْ رَّصِّ اَسَاسِهٖ، فَبَنَوْهُ فِیْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ. مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيْٓئَةٍ وَّ اَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ فِیْ غَمْرَةٍ. قَدْ مَارُوْا فِی الْحَيْرَةِ، وَ ذَهَلُوْا فِی السَّكْرَةِ، عَلٰى سُنَّةٍ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ: مِنْ مُّنْقَطِعٍ اِلَى الدُّنْيَا رَاكِنٍ، اَوْ مُفَارِقٍ لِّلدِّيْنِ مُبَايِنٍ.

اور جب اللہ نے رسول اللہؐ کو دنیا سے اٹھالیا تو ایک گروہ الٹے پیروں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا، (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اسے مودّت کا حکم دیا گیا تھا انہیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا جو اس کی جگہ نہ تھی۔ یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آل فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے۔ کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے۔ [1]

اس خطبہ میں امیر المومنینؑ نے واضح ارشاد فرمایا کہ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد ایک گروہ الٹے پیروں پلٹ گیا، وہ کون تھے اور کتنا بڑا گروہ تھا؟۔ اس کی بحث کرنا یہاں مقصود نہیں ہے۔

امامؑ نے یہ بھی واضح کیا کہ آیتِ مودّت میں اور حدیثِ ثقلین میں رسول اللہؐ کے جن قریبیوں سے تمسک کا کہا گیا تھا وہ انہیں چھوڑ بیٹھے۔ اس طرح امامؑ نے بڑے واضح الفاظ میں اپنے حقِ ولایت کو بھی بیان کر دیا۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۸، ص ۴۲۱

## (۳) خطبہ نمبر ۱۵۲

نَحْنُ الشِّعَارُ وَ الْاَصْحَابُ، وَ الْخَزَنَةُ وَ الْاَبْوَابُ، وَ لَا تُؤْتَى الْبُيُوْتُ اِلَّا مِنْ اَبْوَابِهَا، فَمَنْ اَتَاهَا مِنْ غَيْرِ اَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقًا.

ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے۔ [1]

امیر المومنینؑ نے یہاں اپنے چار فضائل بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک میں خود کو آپؐ کا قریبی ساتھی اور اصحاب قرار دیا۔

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کا صحابی ہونا کتنی بڑی فضیلت ہے کہ امامؑ بھی بطورِ فخر اسے بیان فرماتے ہیں۔ البتہ انہی جملات سے یہ بھی واضح و روشن ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ رہنے والے سب برابر نہیں تھے تبھی تو امامؑ نے خود کو "خاص صحابی" قرار دیا۔

یہاں فضائل امیر المومنینؑ بیان کرنا مقصود نہیں ورنہ یہ خطبہ فضائل اہل بیتؑ سے بھرا پڑا ہے اور ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح میں حضرت امیر المومنینؑ کی عظمت کی چوبیس احادیث نقل کی ہیں۔

## (۴) خطبہ نمبر ۱۹۵

وَ لَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنِّيْ لَمْ اَرُدَّ عَلَى اللهِ وَ لَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ.

پیغمبرؐ کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کے لیے بھی اللہ اور اس کے

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۲، ص ۴۳۱

رسولؐ کے احکام سے سرتابی نہیں کی۔ (۱)

اس فرمان میں امامؑ نے اپنی فضیلت کے طور پر اطاعت خدا و رسولؐ کو بیان فرمایا اور پیغمبر اکرمؐ کے کچھ اصحاب کا بطور گواہ ذکر کیا۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ:

امامؑ کے یہ الفاظ اشارہ ہیں کہ علی علیہ السلام نے تو زندگی میں کبھی سرتابی نہیں کی مگر کچھ ایسے اصحابِ پیغمبرؐ بھی تھے جو کبھی پیغمبر اکرمؐ کے احکام کو پورا نہیں کرتے تھے۔ (۲)

ابن ابی الحدید نے پھر ان کی کچھ مثالیں بھی بیان کیں۔

## (۵) خطبہ نمبر ۲۰۸

وَ لٰكِنَّهُمْ قَالُوْا: صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَاٰهُ، وَ سَمِعَ مِنْهُ، وَ لَقِفَ عَنْهُ

لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہؐ کا صحابی ہے، اس نے آنحضرتؐ کو دیکھا بھی ہے اور ان سے حدیثیں بھی سنی ہیں اور آپؐ سے تحصیل علم بھی کی ہے۔ (۳)

پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب کی سب سے زیادہ تفصیل اگر کہیں بیان ہوئی ہے تو یہ خطبہ ہے۔ امیر المومنینؑ نے احادیث کے بیان کرنے والوں کی چار اقسام بیان فرمائیں اور اس کی ابتدا میں رسول اللہؐ سے غلط احادیث منسوب کرنے والوں کا تذکرہ فرمایا۔

آپؑ کا ارشاد ہے:

اِنَّ فِیْۤ اَیْدِی النَّاسِ حَقًّا وَّ بَاطِلًا، وَ صِدْقًا وَّ كَذِبًا، وَ نَاسِخًا وَّ

---

(۱) نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۵، ص ۵۷۷

(۲) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۰، ص ۱۸۰

(۳) نہج البلاغہ: خطبہ ۲۰۸، ص ۶۰۲

مَنْسُوْخًا، وَ عَامًّا وَّ خَاصًّا، وَ مُحْكَمًا وَّ مُتَشَابِهًا، وَ حِفْظًا وَّ وَهْمًا، وَ لَقَدْ كُذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ عَلٰى عَهْدِهٖ، حَتّٰى قَامَ خَطِيْبًا، فَقَالَ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ».

لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم، صحیح اور غلط، سب ہی کچھ ہے۔ خود رسول اللہؐ کے دور میں آپؐ پر بہتان لگائے گئے، یہاں تک کہ آپؐ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ: «جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے»۔ ①

ان چار اقسام کے بیان سے اصحاب کے درجات بڑے واضح طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔

امامؑ ان اقسام کے بیان کے آخر میں خود اصحاب کے معیار میں فرق یوں بیان فرماتے ہیں:

وَ لَيْسَ كُلُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مَنْ كَانَ يَسْئَلُهٗ وَ يَسْتَفْهِمُهٗ، حَتّٰى اِنْ كَانُوْا لَيُحِبُّوْنَ اَنْ يَّجِيْٓءَ الْاَعْرَابِيُّ اَوِ الطَّارِئُ، فَيَسْئَلَهٗ حَتّٰى يَسْمَعُوْا، وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِيْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ اِلَّا سَئَلْتُ عَنْهُ وَ حَفِظْتُهٗ. فَهٰذِهٖ وُجُوْهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ، وَ عِلَلِهِمْ فِيْ رِوَايَاتِهِمْ.

اور نہ اصحاب پیغمبرؐ میں سب ایسے تھے کہ جنہیں آپؐ سے سوال کرنے کی ہمت ہو، بلکہ وہ تو یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آجائے اور وہ کچھ پوچھے تو یہ بھی سن سنا لیں، مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اسے یاد رکھتا تھا۔ یہ ہیں لوگوں کے احادیث و روایات میں اختلاف کے وجوہ و اسباب۔ ②

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۲۰۸، ص ۶۰۲

② نہج البلاغہ: خطبہ ۲۰۸، ص ۶۰۴

## (٦) خط نمبر ۲۷

فَاِنَّهٗ لَا سَوَآءٌ اِمَامُ الْهُدٰی وَ اِمَامُ الرَّدٰی، وَ وَلِیُّ النَّبِیِّ وَ عَدُوُّ النَّبِیِّ، وَ لَقَدْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: «اِنِّیْ لَآ اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ مومنا وَّ لَا مُشْرِكًا، اَمَّا الْمومن فَیَمْنَعُهُ اللّٰهُ بِاِیْمَانِهٖ، وَ اَمَّا الْمُشْرِكُ فَیَقْمَعُهُ اللّٰهُ بِشِرْكِهٖ. وَ لٰكِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ، عَالِمِ اللِّسَانِ، یَقُوْلُ مَا تَعْرِفُوْنَ، وَ یَفْعَلُ مَا تُنْكِرُوْنَ».

ہدایت کا امام اور ہلاکت کا پیشوا، پیغمبرؐ کا دوست اور پیغمبرؐ کا دشمن برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ: «مجھے اپنی امت کے بارے میں نہ مومن سے کھٹکا ہے اور نہ مشرک سے، کیونکہ مومن کی اللہ اس کے ایمان کی وجہ سے (گمراہ کرنے سے) حفاظت کرے گا اور مشرک کو اس کے شرک کی وجہ سے ذلیل وخوار کرے گا (کہ کوئی اس کی بات پر کان نہ دھرے گا)، بلکہ مجھے تمہارے لیے ہر اس شخص سے اندیشہ ہے کہ جو دل سے منافق اور زبان سے عالم ہے، کہتا وہ ہے جسے تم اچھا سمجھتے ہو اور کرتا وہ ہے جسے تم برا جانتے ہو»۔[1]

اس فرمان میں امامؑ نے رسول اللہؐ کے زمانے کے لوگوں کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں اور منافقین کو سب سے خطرناک قرار دیتے ہوئے نبی اکرمؐ کی حدیث کا حوالہ دیا۔ منافق وہ ہوتا ہے جو رہتا نبی کریمؐ کے اردگرد تھا مگر دل سے آپؐ کو نہیں مانتا تھا۔

---

[1] نہج البلاغہ: مکتوب ۲۷، ص ۷۰۱

گیارھواں باب

# ”متفرقات“

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ میں پیغمبر اکرمؐ کو جس انداز میں یاد فرمایا اس سب کو بیان کرنا مشکل ہے۔ اس باب میں مختلف موضوعات پر جو مختصر اشارے فرمائے، انہیں بیان کرتے ہیں۔

## (الف) پیغمبر اکرمؐ کی مشکلات

### (۱) خطبہ نمبر ۱۹۲

وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، خَاضَ اِلٰى رِضْوَانِ اللّٰهِ كُلَّ غَمْرَةٍ، وَ تَجَرَّعَ فِيْهِ كُلَّ غُصَّةٍ، وَ قَدْ تَلَوَّنَ لَهُ الْاَدْنَوْنَ، وَ تَاَلَّبَ عَلَيْهِ الْاَقْصَوْنَ، وَ خَلَعَتْ اِلَيْهِ الْعَرَبُ اَعِنَّتَهَا، وَ ضَرَبَتْ لِمُحَارَبَتِهٖ بُطُوْنَ رَوَاحِلِهَا، حَتّٰٓى اَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهٖ عَدَاوَتَهَا، مِنْ اَبْعَدِ الدَّارِ، وَ اَسْحَقِ الْمَزَارِ.

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں جو اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے ہر سختی میں پھاند پڑے اور جنہوں نے اس کے لیے غم وغصہ کے گھونٹ پیے، جن کے قریبیوں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دور والوں نے بھی ان کی دشمنی پر ایکا کر لیا اور عرب والے بھی ان کے خلاف بگٹٹ چڑھ دوڑے اور دور دراز جگہوں اور دور افتادہ سرحدوں سے سواریوں کے پیٹ پر ایڑ لگاتے ہوئے آپؐ سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئے اور عداوتوں کے (پشتارے) آپؐ کے صحن

میں لا اتارے۔①

## (۲) مکتوب نمبر ۳۶

فَاِنَّهُمْ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰى حَرْبِىْ كَاِجْمَاعِهِمْ عَلٰى حَرْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَبْلِىْ

انہوں نے مجھ سے جنگ کرنے میں اسی طرح ایکا کیا ہے جس طرح وہ مجھ سے پہلے رسولؐ سے لڑنے کے لیے ایکا کیے ہوئے تھے۔②

یہاں امامؑ نے اپنے دکھ درد اور زمانے کی دشمنیوں کا تذکرہ کیا اور اسی طرح جو ان سے پہلے نبی اکرمؐ سے دشمنیاں کی گئیں، ان کا بھی تذکرہ فرمایا۔

## (ب) حضرت ابوطالبؑ مددگارِ پیغمبرؐ

کوئی مؤرخ یا سیرت نگار جب پیغمبر اکرمؐ کے حالاتِ زندگی لکھے گا تو اسے حضرت ابوطالبؑ کا ذکر ضرور کرنا پڑے گا۔

امیر المومنینؑ نے پیغمبرؐ کے خاندان کا متعدد بار ذکر کیا اور خط نمبر ۹ میں کافی تفصیل سے آپؐ کے خاندان کو آپؐ کے مددگار کے طور پر بیان کیا۔ اس خط کا کچھ حصہ اہل بیتؑ کے عنوان کے تحت ذکر ہوا ہے۔ یہاں امام نے خصوصیت کے ساتھ شعب ابی طالبؑ کا ذکر کیا اور فرمایا:

## (ا) خط نمبر ۹

وَ اضْطَرُّوْنَاۤ اِلٰى جَبَلٍ وَّعْرٍ، وَ اَوْقَدُوْا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ. فَعَزَمَ اللّٰهُ لَنَا عَلَى الذَّبِّ عَنْ حَوْزَتِهِ، وَ الرَّمْيِ مِنْ وَّرَآءِ حُرْمَتِهٖ. مومننا يَبْغِىْ

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۲، ص ۵۷۲

② نہج البلاغہ: خط ۳۶، ص ۷۳۵

بِذٰلِكَ الْاَجْرَ، وَ كَافِرُنَا يُحَامِيْ عَنِ الْاَصْلِ، وَ مَنْ اَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ خِلْوٌ مِمَّا نَحْنُ فِيْهِ بِحِلْفٍ يَّمْنَعُهٗ، اَوْ عَشِيْرَةٍ تَقُوْمُ دُوْنَهٗ، فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانِ اَمْنٍ.

اور ایک سنگلاخ و ناہموار پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور ہمارے لیے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ مگر اللہ نے ہماری ہمت باندھی کہ ہم پیغمبرؐ کے دین کی حفاظت کریں اور ان کے دامن حرمت پر آنچ نہ آنے دیں۔ ہمارے مومن ان سختیوں کی وجہ سے ثواب کے امیدوار تھے اور ہمارے کافر قرابت کی بنا پر حمایت ضروری سمجھتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے وہ ہم پر آنے والی مصیبتوں سے کوسوں دور تھے۔ اس عہد و پیمان کی وجہ سے کہ جو ان کی حفاظت کرتا تھا، یا اس قبیلے کی وجہ سے کہ ان کی حفاظت کو اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ لہٰذا وہ قتل سے محفوظ تھے۔ [۱]

ان جملات کی وضاحت میں نہج البلاغہ کے شارحین نے طویل ابحاث درج کی ہیں اور حضرت ابوطالبؑ کی قربانیوں کو بیان کیا ہے۔

علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے بھی مفصل حاشیہ لکھا جس میں آپ لکھتے ہیں:

ادھر پیغمبرؐ کی تبلیغ برابر جاری تھی اور حق کی کشش و تاثیر اپنا کام کر رہی تھی اور لوگ اسلام کی تعلیم اور آپؐ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپؐ کے دامن سے وابستہ ہوتے جا رہے تھے، جس سے قریش انگاروں پر لوٹتے، اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے اور اس بڑھتی ہوئی تاثیر و نفوذ کو روکنے کی کوشش کرتے۔ مگر جب ان کے لیے کچھ نہ ہو سکا تو یہ طے کیا کہ بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے تمام تعلقات قطع کر لیے جائیں۔ نہ ان سے میل جول رکھا جائے اور نہ ان سے لین دین کیا جائے، تاکہ وہ تنگ آ کر پیغمبرؐ کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں اور پھر وہ

[۱] نہج البلاغہ: مکتوب ۹، ص ۶۶۸

جیسا چاہیں ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ چنانچہ ان میں باہمی معاہدہ ہوا اور اس سلسلہ میں ایک دستاویز لکھ کر محفوظ کر دی گئی۔

اس معاہدہ کے بعد اگرچہ زمین وہی تھی اور زمین پر بسنے والے بھی وہی تھے، مگر بنی ہاشم کے لیے درودیوار سے اجنبیت برسنے لگی۔ جانی پہچانی ہوئی صورتیں یوں نظر آنے لگیں جیسے کبھی شناسائی تھی ہی نہیں۔ سب نے رخ موڑ لیے اور میل ملاقات اور راہ و رسم بند کر دی۔ ان حالات میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبرؐ پر اچانک حملہ نہ ہو جائے، اس لیے شہر سے باہر پہاڑ کی ایک تنگ گھاٹی میں کہ جسے ''شعبِ ابی طالب'' کہا جاتا ہے پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس موقع پر بنی ہاشم میں سے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے وہ خاندانی اتحاد کی بنا پر آپؐ کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور آڑے وقت پر سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جاتے اور جو ایمان لا چکے تھے، جیسے حضرت حمزہؑ و حضرت ابوطالبؑ، وہ اپنا فریضۂ ایمانی سمجھ کر آپؐ کی حفاظت میں سرگرم عمل رہتے۔ خصوصاً حضرت ابوطالبؑ نے اپنا سکون و آرام سب چھوڑ رکھا تھا۔ ان کے دن پیغمبرؐ کو تسکین دینے اور راتیں پہرا دینے اور پیغمبرؐ کی خوابگاہ بدلوانے میں گزرتی تھیں۔ اس طرح کہ جس بستر پر ایک رات پیغمبرؐ آرام فرماتے دوسری رات اس بستر پر علی علیہ السلام کو سلا دیتے کہ اگر کوئی حملہ کرے تو آنحضرتؐ کے بجائے علی علیہ السلام کام میں آجائیں۔

یہ دور بنی ہاشم کے لیے انتہائی مصائب و آلام کا دور تھا۔ حالت یہ تھی کہ ضروریات زندگی ناپید اور معیشت کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیے تو بھر لیے، ورنہ فاقوں میں پڑے رہے۔ جب اس طرح تین برس قید و بند کی سختیاں جھیلتے گزر گئے تو زبیر ابن ابی امیہ، ہشام ابن عمرو، مطعم ابن عدی، ابوالبختری اور زمعہ ابن اسود نے چاہا کہ اس معاہدہ کو توڑ دیں۔ چنانچہ اکابر قریش خانہ کعبہ میں مشورہ کے

لیے جمع ہوئے۔ابھی کچھ طے نہ کرنے پائے تھے کہ حضرت ابو طالبؑ بھی شعب سے نکل کر ان کے مجمع میں پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ میرے بھتیجے محمد ابن عبداللہؐ نے مجھے بتایا ہے کہ جس کاغذ پر تم نے معاہدہ تحریر کیا تھا اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اب اس پر ''اللہ'' کے نام کے علاوہ کچھ نہیں رہا، لہٰذا تم اس دستاویز کو منگوا کر دیکھو۔ اگر انہوں نے سچ کہا ہے تو تمھیں ان کی دشمنی سے دستبردار ہونا چاہیے اور اگر غلط کہا ہے تو میں انہیں تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس دستاویز کو منگوا کر دیکھا گیا تو واقعی "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" کے علاوہ کہ جو دورِ جاہلیت میں سرنامہ کے طور پر لکھا جاتا تھا تمام تحریر دیمک کی نذر ہو چکی تھی۔

یہ دیکھ کر مطعم ابن عدی نے اس تحریر کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ معاہدہ توڑ دیا گیا اور خدا خدا کر کے بنی ہاشم کو اس مظلومیت و بے کسی کی زندگی سے نجات ملی، لیکن اس کے بعد بھی پیغمبرؐ کے ساتھ مشرکین کے رویہ میں سرِمو فرق نہ آیا، بلکہ وہ بغض و عناد میں اس طرح کھو گئے کہ ان کی جان لینے کی تدبیریں کرنے لگے، جس کے نتیجہ میں ہجرتِ مدینہ کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس موقع پر اگرچہ حضرت ابو طالبؑ زندہ نہ تھے، مگر علی ابن ابی طالبؑ نے پیغمبرؐ کے بستر پر لیٹ کر ان کی یاد دلوں میں تازہ کر دی، کیونکہ یہ انہی کا دیا ہوا درس تھا کہ جس سے پیغمبرؐ کی حفاظت کا سروسامان کیا جاتا تھا۔"[۱]

## (۲) خط نمبر ۱۷

وَ اَمَّا قَوْلُكَ: اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ مَنَافٍ، فَكَذٰلِكَ نَحْنُ، وَ لٰكِنْ لَّيْسَ اُمَيَّةُ كَهَاشِمٍ، وَ لَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَ لَا اَبُوْ سُفْيَانَ كَاَبِيْ طَالِبٍ، وَ لَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيْقِ، وَ لَا الصَّرِيْحُ كَاللَّصِيْقِ، وَ لَا الْمُحِقُّ كَالْمُبْطِلِ، وَ لَا الْمومن كَالْمُدْغِلِ. وَ لَبِئْسَ الْخَلَفُ خَلَفٌ يَّتْبَعُ سَلَفًا هَوٰى فِيْ

---

[۱] نہج البلاغہ: ص ۶۷۰، ۶۷۱

نَارِ جَهَنَّمَ. وَ فِيْٓ اَيْدِيْنَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِيْٓ اَذْلَلْنَا بِهَا الْعَزِيْزَ، وَ نَعَشْنَا بِهَا الذَّلِيْلَ. وَ لَمَّآ اَدْخَلَ اللهُ الْعَرَبَ فِيْ دِيْنِهٖ اَفْوَاجًا، وَ اَسْلَمَتْ لَهٗ هٰذِهِ الْاُمَّةُ طَوْعًا وَّ كَرْهًا، كُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّيْنِ: اِمَّا رَغْبَةً وَّ اِمَّا رَهْبَةً، عَلٰى حِيْنَ فَازَ اَهْلُ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ، وَ ذَهَبَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ بِفَضْلِهِمْ. فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطٰنِ فِيْكَ نَصِيْبًا، وَ لَا عَلٰى نَفْسِكَ سَبِيْلًا.

اور تمہارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں تو ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ مگر اُمیہ ہاشم کے، حرب عبد المطلب کے اور ابوسفیان ابو طالب کے برابر نہیں ہیں، (فتح مکہ کے بعد) چھوڑ دیا جانے والا مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں، اور الگ سے نتھی کیا ہوا روشن و پاکیزہ نسب والے کے مانند نہیں، اور غلط کار حق کے پرستار کا ہم پلہ نہیں، اور منافق مومن کا ہم درجہ نہیں ہے۔ کتنی بری نسل وہ نسل ہے جو جہنم میں گر چکنے والے اسلاف کی ہی پیروی کر رہی ہے۔

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے کہ جس کے ذریعے ہم نے طاقتور کو کمزور اور پست کو بلند و بالا کر دیا، اور جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں جوق در جوق داخل کیا اور امت اپنی خوشی سے یا ناخوشی سے اسلام لے آئی، تو تم وہ لوگ تھے کہ جو لالچ یا ڈر سے اسلام لائے، اس وقت کہ جب سبقت کرنے والے سبقت حاصل کر چکے تھے اور مہاجرین اوّلین فضل و شرف کو لے جا چکے تھے۔

(سنو!) شیطان کا اپنے میں ساجھا نہ رکھو اور نہ اسے اپنے اوپر چھا جانے دو۔[1]

حاکم شام نے خود کو امیر المومنینؑ کے خاندان سے ہونے اور فضائل میں آپؑ کے برابر

[1] نہج البلاغہ: خط ۱۷، ص ٦۸۴

ہونے کا تذکرہ کیا تو امامؑ نے اس کے جواب میں یہ خط تحریر فرمایا اور مختلف پہلوؤں سے خاص کر خاندانی اعتبار سے اپنے فضائل بیان فرمائے۔ اپنے والد کا تذکرہ کیا اور اس پر فخر کیا۔

علامہ مفتی جعفر حسینؒ نے اس خط میں بیان ہونے والی چار فضیلتوں کا ذکر کرتے ہوئے دوسری فضیلت کے ضمن میں لکھا:

حضرت عبدالمطلب کے فرزند حضرت ابوطالبؑ تھے جن کی آغوش یتیم عبداللہ کا گہوارہ اور رسالت کی تربیت گاہ تھی، جنہوں نے پیغمبرؐ کو اپنے سایہ میں پروان چڑھایا اور دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ان کی حفاظت کرتے رہے۔ ان جلیل القدر افراد کے مقابلہ میں ابوسفیان، حرب اور اُمیہ کو لانا اور ان کا ہم رتبہ خیال کرنا ایسا ہی ہے جیسے نور کی ضوپاشیوں سے آنکھ بند کر کے اسے ظلمت کا ہم پلہ سمجھ لینا۔ ①

حضرت ابوطالبؑ کی قربانیوں اور حالات پر درجنوں کتابیں لکھی گئیں، تفصیل کے خواہاں ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

## (ج) ہجرتِ پیغمبر اکرمؐ

امیرالمومنینؑ نے چند مقامات پر ہجرت نبیؐ کا تذکرہ فرمایا اور کئی مقامات پر مہاجرین کا ذکر کیا۔ فرماتے ہیں:

### (۱) خطبہ نمبر ۱۵۹

مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ، وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ، عَلَا بِهَا ذِكْرُهٗ، وَ امْتَدَّ مِنْهَا صَوْتُهٗ.

ان کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپؐ کے نام کا بول بالا ہوا اور آپؐ کا آوازہ (چارسو) پھیلا۔ ②

### (۲) خطبہ نمبر ۲۳۳

فَجَعَلْتُ اَتْبَعُ مَاْخَذَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ، حَتّٰى انْتَهَيْتُ

① نہج البلاغہ: خط ۱۷، ص ۶۸۴

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۹، ص ۴۵۰

اِلَى الْعَرَجِ.

میں رسولؐ کے راستہ پر روانہ ہوا اور آپؐ کے ذکر کے خطوط پر قدم رکھتا ہوا مقامِ عرج تک پہنچ گیا۔ ①

امیر المومنینؑ کے ایک طویل کلام سے یہ مختصر حصہ سید رضیؒ نے یہاں درج کیا۔ اس میں امامؑ نے رسول اللہؐ کی ہجرت کے بعد اپنے مکہ سے مدینہ کے سفر کے حالات کو بیان فرمایا۔

## (د) پیغامِ نبیؐ کے مبلّغ

امیر المومنینؑ نے متعدد مقامات پر واضح فرمایا کہ میں امت تک وہی پیغام پہنچا رہا ہوں جو نبیؐ پہنچاتے رہے۔

### (ا) خطبہ نمبر ۸۷

وَاللهِ! مَآ اَسْمَعَهُمُ الرَّسُوْلُ صلى الله عليه وآله وسلم شَيْئًا اِلَّا وَ هَآ اَنَا ذَا الْيَوْمَ مُسْمِعُكُمُوْهُ، وَ مَآ اَسْمَاعُكُمُ الْيَوْمَ بِدُوْنِ اَسْمَاعِهِمْ بِالْاَمْسِ، وَ لَا شُقَّتْ لَهُمُ الْاَبْصَارُ، وَ لَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْاَفْئِدَةُ فِيْ ذٰلِكَ الْاَوَانِ، اِلَّا وَ قَدْ اُعْطِيْتُمْ مِثْلَهَا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ.

خدا کی قسم! جو باتیں رسولؐ نے ان کے کانوں تک پہنچائیں، وہی باتیں میں تمہیں آج سنا رہا ہوں اور جتنا انہیں سنایا گیا تھا اس سے کچھ کم تمہیں نہیں سنایا جا رہا ہے اور جس طرح اس وقت ان کی آنکھیں کھولی گئی تھیں اور دل بنائے گئے تھے، ویسی ہی آنکھیں اور ویسے ہی دل اس وقت تمہیں دیے گئے ہیں۔ ②

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۲۳۳، ص ۶۴۹

② نہج البلاغہ: خطبہ ۸۷، ص ۲۸۳

## (۲) خطبہ نمبر ۹۹

فَوَ الَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ! اِنَّ الَّذِیَ اُنَبِّئُکُمْ بِهٖ عَنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مَا کَذَبَ الْمُبَلِّغُ، وَ لَا جَهِلَ السَّامِعُ.

اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا ہے! میں جو خبر تمہیں دیتا ہوں وہ نبیؐ کی طرف سے پہنچی ہوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے (رسولؐ) نے جھوٹ کہا، نہ سننے والا جاہل تھا۔[۱]

## (ہ) نبیؐ کی وفات پر جھگڑا

## (۱) حکمت نمبر ۳۱۷

وَ قَالَ لَهٗ بَعْضُ الْیَهُوْدِ: مَا دَفَنْتُمْ نَبِیَّکُمْ حَتّٰی اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ؟ فَقَالَ علیہ السلام لَهٗ: اِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِیْهِ، وَ لٰکِنَّکُمْ مَا جَفَّتْ اَرْجُلُکُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰی قُلْتُمْ لِنَبِیِّکُمْ: ﴿اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ۔ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾.

ایک یہودی نے آپؑ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا، بلکہ ان کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا، مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے کہ: ''ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: بیشک تم ایک جاہل قوم ہو''۔[۲]

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۹، ص ۳۲۴

[۲] نہج البلاغہ: حکمت ۳۱۷، ص ۹۲۸

امیر المومنینؑ سے ایک یہودی نے رحلتِ رسولؐ کے بعد ہونے والے اختلافات کا تذکرہ کر کے اسلام و مسلمانوں کی مذمت کرنا چاہی مگر امیر المومنینؑ نے یہودیوں کے اختلافات کو اس سے بڑا ثابت کیا اور نبیؐ کی زندگی میں ان کی مخالفت کو بیان فرما کر اس یہودی کو چپ کرا دیا۔

## (و) صلوات کی اہمیت

### (۱) حکمت نمبر ۳۶۱

اِذَا كَانَتْ لَكَ اِلَى اللهِ سُبْحَانَهٗ حَاجَةٌ فَابْدَاْ بِمَسْئَلَةِ الصَّلٰوةِ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ. فَاِنَّ اللهَ اَكْرَمُ مِنْ اَنْ يُّسْئَلَ حَاجَتَيْنِ، فَيَقْضِىَ اِحْدَاهُمَا وَ يَمْنَعَ الْاُخْرٰى.

جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے رسول اللہؐ پر درود بھیجو، پھر اپنی حاجت مانگو، کیونکہ خداوند عالم اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کر دے اور ایک روک لے۔ (۱)

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۷۰ میں پیغمبر اکرمؐ پر صلوات بھیجنے کا طریقہ تفصیل سے بیان فرمایا۔ جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ مذکورہ حکمت میں امامؑ نے عظمتِ صلوات سے آگاہ کیا ہے اور اسے دعا کی قبولیت کا ذریعہ قرار دیا۔

---

(۱) نہج البلاغہ: حکمت ۳۶۱، ص ۹۴۰

بارہواں باب

# نبوتِ عمومی کی بحث

توحید اور صفات پروردگار کے بعد دین کے ایک مہم اصول کا عنوان نبوت ہے۔ اللہ کے ان پیغمبروں کے ذکر سے جیسے قرآن مجید بھرا پڑا ہے اس طرح نہج البلاغہ میں بھی موضوعِ نبوت تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

اس موضوع کے تحت امامؑ نے انبیا کی ضرورت، زمین کے حجتِ خدا سے خالی نہ ہونے، انبیا کی مشکلات جیسے کئی موضوعات پر بات کی ہے۔ کہیں کچھ انبیا کے نام ذکر فرمائے ہیں تو کہیں ان کا عمومی تذکرہ فرمایا۔

نہج البلاغہ میں بیان ہونے والے اس موضوع کا مختصر سا حصہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

## (۱) خطبہ نمبر ۱

ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهٗ مِنْ حَزْنِ الْاَرْضِ وَ سَهْلِهَا، وَعَذْبِهَا وَ سَبَخِهَا

پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی۔ [۱]

اس خطبہ میں آپؑ نے حضرت آدم کی پیدائش سے لے کر خاتم الانبیا کی رحلت تک کا مفصل تذکرہ فرمایا۔ یہ کتاب پیغمبر اکرمؐ کی سیرت سے متعلق ہے اس لیے عمومی نبوت کی بحث کی طرف فقط اشارہ کرنا مقصود ہے۔

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱، ص ۹۴

## (۲) خطبہ نمبر ۴

لَمْ يُوجِسْ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ خِيفَةً عَلٰى نَفْسِهٖ، اَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الْجُهَّالِ وَ دِوَلِ الضَّلَالِ،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی جان کے لیے خوف کا لحاظ کبھی نہیں کیا، بلکہ جاہلوں کے غلبہ اور گمراہی کے تسلط کا ڈر تھا۔[1]

امامؑ نے یہاں اپنی طویل خاموشی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال دی جن کے بارے میں قرآن مجید نے لفظ خوف استعمال کیا۔ امامؑ نے اس کی وضاحت فرمائی۔

## (۳) خطبہ نمبر ۸۹

فَلَمَّا مَهَدَ اَرْضَهٗ، وَ اَنْفَذَ اَمْرَهٗ، اخْتَارَ اٰدَمَ علیہ السلام، خِيَرَةً مِّنْ خَلْقِهٖ، وَ جَعَلَهٗ اَوَّلَ جِبِلَّتِهٖ، وَ اَسْكَنَهٗ جَنَّتَهٗ، وَ اَرْغَدَ فِيْهَاۤ اُكُلَهٗ، وَ اَوْعَزَ اِلَيْهِ فِيْمَا نَهَاهُ عَنْهُ، وَ اَعْلَمَهٗ اَنَّ فِي الْاِقْدَامِ عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهٖ، وَ الْمُخَاطَرَةَ بِمَنْزِلَتِهٖ فَاَقْدَمَ عَلٰى مَا نَهَاهُ عَنْهُ ـ مُوَافَاةً لِّسَابِقِ عِلْمِهٖ ـ فَاَهْبَطَهٗ بَعْدَ التَّوْبَةِ لِيَعْمُرَ اَرْضَهٗ بِنَسْلِهٖ، وَ لِيُقِيْمَ الْحُجَّةَ بِهٖ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَ لَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ اَنْ قَبَضَهٗ، مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوْبِيَّتِهٖ، وَ يَصِلُ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهٖ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلٰۤى اَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ اَنْبِيَآئِهٖ، وَ مُتَحَمِّلِيْ وَدَآئِعِ رِسَالَاتِهٖ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتّٰى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حُجَّتُهٗ، وَ بَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهٗ وَ نُذُرُهٗ.

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۴، ص ۱۲۹

جب اللہ نے فرشِ زمین بچھا لیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انہیں نوع انسانی کی فرد اوّل قرار دیا اور انہیں اپنی جنت میں ٹھہرایا جہاں دل کھول کر ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور جس سے منع کرنا تھا اس سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ اس کی طرف قدم بڑھانے میں عدول حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے، لیکن جس چیز سے انہیں روکا تھا انہوں نے اسی کا رخ کیا، جیسا کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا۔ چنانچہ توبہ کے بعد انہیں جنت سے نیچے اتار دیا، تا کہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے اور ان کے ذریعے بندوں پر حجت پیش کرے۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور بندوں کے لیے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا، یہاں تک کہ ہمارے نبی محمدؐ کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہو گئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہنچ گیا۔[1]

## (۴) خطبہ نمبر ۹۲

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِيْٓ اَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَ اَقَرَّهُمْ فِيْ خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ، تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَآئِمُ الْاَصْلَابِ اِلٰى مُطَهَّرَاتِ الْاَرْحَامِ، كُلَّمَا مَضٰى مِنْهُمْ سَلَفٌ، قَامَ مِنْهُمْ بِدِيْنِ اللّٰهِ خَلَفٌ.

اس نے ان (انبیاؑ) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا اور بہترین ٹھکانوں

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۸۹، ص ۲۹۷

میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔
جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ ①

## (۵) خطبہ نمبر ۱۴۲

بَعَثَ اللهُ رُسُلَهٗ بِمَا خَصَّهُمْ بِهٖ مِنْ وَّحْيِهٖ، وَ جَعَلَهُمْ حُجَّةً لَّهٗ عَلٰى خَلْقِهٖ، لِئَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرْكِ الْاِعْذَارِ اِلَيْهِمْ، فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ اِلٰى سَبِيْلِ الْحَقِّ.

اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا اور انہیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھہرایا تاکہ وہ یہ عذر نہ کرسکیں کہ ان پر حجت تمام نہیں ہوئی۔ چنانچہ اللہ نے انہیں سچی زبانوں سے راہ حق کی دعوت دی۔ ②

انبیا کی خصوصیات میں سے وحی کا تذکرہ فرمایا اور واضح فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے اپنی حجت مکمل کی اور اللہ کے سچے پیغام کو مکمل سچائی کے ساتھ ان انبیا نے پہنچایا۔

## (۶) خطبہ نمبر ۱۵۸

وَ اِنْ شِئْتَ ثَنَّيْتُ بِمُوْسٰى كَلِيْمِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذْ يَقُوْلُ: ﴿رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾، وَاللهِ مَا سَاَلَهٗ اِلَّا خُبْزًا يَّاْكُلُهٗ، لِاَنَّهٗ كَانَ يَاْكُلُ بَقْلَةَ الْاَرْضِ، وَلَقَدْ كَانَتْ خُضْرَةُ الْبَقْلِ تُرٰى مِنْ شَفِيْفِ صِفَاقِ بَطْنِهٖ، لِهُزَالِهٖ وَ تَشَذُّبِ لَحْمِهٖ.

اگر دوسرا نمونہ چاہو تو موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں کہ جنہوں نے اپنے اللہ سے کہا کہ: ”پروردگار! تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا میں اسی کا محتاج

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۹۲، ص ۳۱۳

② نہج البلاغہ: خطبہ ۱۴۲، ص ۴۰۹

ہوں"۔ خدا کی قسم! انہوں نے صرف کھانے کے لیے روٹی کا سوال کیا تھا۔ چونکہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔

وَ اِنْ شِئْتَ ثَلَّثْتُ بِدَاوٗدَ علیہ السلام صَاحِبِ الْمَزَامِیْرِ، وَ قَارِئِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلَقَدْ كَانَ يَعْمَلُ سَفَآئِفَ الْخُوْصِ بِيَدِهٖ، وَ يَقُوْلُ لِجُلَسَآئِهٖ: اَيُّكُمْ يَكْفِيْنِيْ بَيْعَهَا! وَ يَاْكُلُ قُرْصَ الشَّعِيْرِ مِنْ ثَمَنِهَا.

اگر چاہو تو تیسری مثال داؤد علیہ السلام کی سامنے رکھ لو جو صاحب زبور اور اہل جنت کے قاری ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بُنا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ: تم میں سے کون ہے جو انہیں بیچ کر میری دستگیری کرے۔ (پھر) جو اس کی قیمت ملتی اس سے جو کی روٹی کھا لیتے تھے۔

وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتُ فِیْ عِیْسَى بْنِ مَرْيَمَ علیہ السلام، فَلَقَدْ كَانَ يَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ، وَ يَلْبَسُ الْخَشِنَ، وَ كَانَ اِدَامُهُ الْجُوْعَ، وَ سِرَاجُهٗ بِاللَّيْلِ الْقَمَرَ، وَ ظِلَالُهٗ فِي الشِّتَآءِ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا، وَ فَاكِهَتُهٗ وَ رَيْحَانُهٗ مَا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ لِلْبَهَآئِمِ، وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ زَوْجَةٌ تَفْتِنُهٗ، وَ لَا وَلَدٌ يَّحْزُنُهٗ، وَ لَا مَالٌ يَّلْفِتُهٗ، وَ لَا طَمَعٌ يُّذِلُّهٗ، دَآبَّتُهٗ رِجْلَاهُ، وَ خَادِمُهٗ يَدَاهُ!.

اگر چاہو تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا حال کہوں کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے سخت اور کھردرا لباس پہنتے تھے اور (کھانے) میں سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ کے بجائے (ان کے سر پر)

زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان ہوتا تھا اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لیے اُگاتی تھی، وہ ان کے لیے پھل پھول کی جگہ تھی، نہ ان کی بیوی تھیں جو انہیں دنیا (کے جھنجٹوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کے لیے فکر واندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انہیں رسوا کرتی۔ ان کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم ان کے دونوں ہاتھ تھے۔ [۱]

اس خطبہ میں امیر المومنینؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی سیرت کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ آپؐ کی سیرت کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بعض پہلو بھی ذکر کیے۔ سیرت انبیا کے لیے اس خطبے میں بہت سے اہم موضوعات بیان ہوئے ہیں۔

## (۷) خطبہ نمبر ۱۸۰

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِیْ اَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ، وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمُ الْمَعَاشَ. فَلَوْ اَنَّ اَحَدًا يَّجِدُ اِلَى الْبَقَآءِ سُلَّمًا، اَوْ لِدَفْعِ الْمَوْتِ سَبِيْلًا، لَكَانَ ذٰلِكَ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، الَّذِیْ سُخِّرَ لَهٗ مُلْكُ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ، مَعَ النُّبُوَّةِ وَ عَظِيْمِ الزُّلْفَةِ. فَلَمَّا اسْتَوْفٰى طُعْمَتَهٗ، وَ اسْتَكْمَلَ مُدَّتَهٗ، رَمَتْهُ قِسِیُّ الْفَنَآءِ بِنِبَالِ الْمَوْتِ، وَ اَصْبَحَتِ الدِّيَارُ مِنْهُ خَالِيَةً، وَ الْمَسَاكِنُ مُعَطَّلَةً، وَ وَرِثَهَا قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ.

اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تم کو لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامانِ معیشت تمہارے لیے مہیا کیا۔ اگر کوئی دنیوی بقا

---

[۱] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۵۸، ص ۴۴۷

(کی بلندیوں پر) چڑھنے کا زینہ یا موت کو دور کرنے کا راستہ پا سکتا ہوتا تو وہ سلیمان ابن داؤد علیہما السلام ہوتے کہ جن کے لیے نبوت و انتہائے تقرب کے ساتھ جن و انس کی سلطنت قبضہ میں دے دی گئی تھی، لیکن جب وہ اپنا آب ودانہ پورا اور اپنی مدت (حیات) ختم کر چکے تو فنا کی کمانوں نے انہیں موت کے تیروں کی زد پر رکھ لیا، گھر ان سے خالی ہو گئے اور بستیاں اجڑ گئیں اور دوسرے لوگ ان کے وارث ہو گئے۔ [1]

نہج البلاغہ کا یہ خطبہ امامؑ کا آخری خطبہ ہے اس کے بعد امامؑ کو شہید کر دیا گیا۔

اس خطبہ میں آپؑ نے بے مثال مواعظ ارشاد فرمائے۔ انہی مواعظ کے ضمن میں اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کو یاد کیا اور آپ کے ذکر سے دنیا کی بے ثباتی کو واضح فرمایا۔

## (۸) خطبہ نمبر ۱۸۱

وَ هُوَ الَّذِیٓ اَسْكَنَ الدُّنْیَا خَلْقَهٗ، وَ بَعَثَ اِلَى الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ رُسُلَهٗ، لِیَكْشِفُوْا لَهُمْ عَنْ غِطَآئِهَا، وَ لِیُحَذِّرُوْهُمْ مِنْ ضَرَّآئِهَا، وَ لِیَضْرِبُوْا لَهُمْ اَمْثَالَهَا، وَ لِیُبَصِّرُوْهُمْ عُیُوْبَهَا، وَ لِیَهْجُمُوْا عَلَیْهِمْ بِمُعْتَبَرٍ مِّنْ تَصَرُّفِ مَصَاحِّهَا وَ اَسْقَامِهَا، وَ حَلَالِهَا وَ حَرَامِهَا، وَ مَآ اَعَدَّ اللّٰهُ لِلْمُطِیْعِیْنَ مِنْهُمْ وَ الْعُصَاةِ مِنْ جَنَّةٍ وَّ نَارٍ، وَ كَرَامَةٍ وَّ هَوَانٍ.

وہ اللہ جس نے دنیا میں اپنی مخلوقات کو آباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن و انس کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی مضرتوں سے انہیں ڈرائیں دھمکائیں، اس کی (بیوفائی کی) مثالیں بیان کریں اور اس کی صحت و

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۰، ص ۵۰۲

بیماری کے تغیرات سے ایک دَم انہیں پوری پوری عبرت دلانے کا سامان کر دیں اور اس کے عیوب اور حلال وحرام کے (ذرائع اکتساب) اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے لیے جو بہشت و دوزخ اور عزت و دولت کے سامان اللہ نے مہیا کیے ہیں دکھلائیں۔ ①

اس خطبہ میں امامؑ نے بیان فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے جنوں اور انسانوں کی طرف رسولوں کو بھیجا اور انبیا کے مقاصد و ذمہ داریوں کو واضح فرمایا۔

ابن ابی الحدید اس خطبہ کی فصاحت و بلاغت سے بہت متاثر ہوئے اور لکھتے ہیں کہ "ایسی تحریریں و مفاہیم علی علیہ السلام کے علاوہ کسی کے بس میں نہیں ہیں۔" ②

## (۹) خطبہ نمبر ۱۹۰

فَاعْتَبِرُوْا بِحَالِ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ وَ بَنِيْٓ اِسْحَاقَ وَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، فَمَآ اَشَدَّ اعْتِدَالَ الْاَحْوَالِ، وَ اَقْرَبَ اشْتِبَاهَ الْاَمْثَالِ!

(اب ذرا) اسماعیل علیہ السلام کی اولاد، اسحاق علیہ السلام کے فرزندوں اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ حالات کتنے ملتے ہوئے ہیں اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں۔ ③

نہج البلاغہ کا یہ طویل خطبہ "قاصعہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں امامؑ نے شیطان کے تکبر و غرور کا اور حضرت آدم علیہ السلام سے اس کی دشمنی کا تذکرہ کیا ہے۔

---

① نہج البلاغہ: خطبہ ۱۸۱، ص ۵۰۹

② شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱۰، ص ۱۲۸

③ نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۰، ص ۵۵۵

عبرت کے لیے تین انبیا کا تذکرہ کیا کہ اگر انبیا کی اولاد بھی اہداف انبیا کو بھلا دے تو ان کا انجام بھی قابلِ عبرت ہو جاتا ہے اور وہ اپنی عظمتوں کو کھو کر ذلت و پستی میں گھر جاتے ہیں۔

## (۱۰) خطبہ نمبر ۱۹۹

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضٰى وَ السُّخْطُ. وَ اِنَّمَا عَقَرَ نَاقَةَ ثَمُوْدَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ فَعَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمُّوْهُ بِالرِّضٰى، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ: ﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾، فَمَا كَانَ اِلَّاۤ اَنْ خَارَتْ اَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ خُوَارَ السِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ فِي الْاَرْضِ الْخَوَّارَةِ.

اے لوگو! (افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر) رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں آخر قومِ ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا، کیونکہ وہ سارے کے سارے اس پر رضا مند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: ''انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کیے پر) نادم و پریشان ہوئے''۔ (عذاب کی آمد یوں تھی) کہ زمین کے دھنسنے (اور زلزلوں کے جھٹکوں سے) ایسی گھڑ گھڑاہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں ہل کی تپی ہوئی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے۔[1]

امیر المومنینؑ نے یہاں ایک خاص موضوع کے تحت حضرت صالح علیہ السلام کی قوم اور آپ کی اونٹنی کا تذکرہ کیا اور قرآن مجید کی آیت کا حوالہ دیا، امامؑ نے اس واقعہ کو یہ واضح کرنے کے لیے بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کے عمل پر راضی ہو تو وہ اس عمل میں شریک سمجھا جائے گا خواہ اس نے وہ عمل انجام نہ دیا ہو۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۹، ص ۵۸۹

## (۱۱) وصیت نمبر ۳۱

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ! اَنَّهٗ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيْكٌ لَّاَتَتْكَ رُسُلُهٗ

اے فرزند! یقین کرو اگر تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے۔[۱]

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل امامؑ نے یہاں بیان فرمائی اور انبیا و رسل کو اللہ کے ایک ہونے کا ثبوت قرار دیا۔ علم کلام کے ماہرین نے اس دلیل کو توحید کا بہترین ثبوت قرار دیا ہے۔

## (۱۲) حکمت نمبر ۷۸

وَ لَمْ يُرْسِلِ الْاَنْبِيَآءَ لَعِبًا.

اس نے پیغمبروں کو بطور تفریح نہیں بھیجا۔[۲]

امامؑ نے ایک شامی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے قضا و قدر کی وضاحت فرمائی اور ضمناً انبیا کے ارسال کا بھی تذکرہ فرمایا۔

## (۱۳) حکمت نمبر ۱۰۴

يَا نَوْفُ! طُوْبٰى لِلزَّاهِدِيْنَ فِي الدُّنْيَا، الرَّاغِبِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ، اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْاَرْضَ بِسَاطًا، وَ تُرَابَهَا فِرَاشًا، وَ مَآءَهَا طِيْبًا، وَ الْقُرْاٰنَ شِعَارًا، وَ الدُّعَآءَ دِثَارًا، ثُمَّ قَرَضُوا الدُّنْيَا قَرْضًا عَلٰى مِنْهَاجِ الْمَسِيْحِ.

اے نوف! خوشا نصیب ان کے کہ جنہوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر

---

[۱] نہج البلاغہ: وصیت ۳۱ ص ۷۱۸

[۲] نہج البلاغہ: حکمت ۷۸، ص ۸۴۷

اور پانی کو شربتِ خوشگوار قرار دیا، قرآن کو سینے سے لگایا اور دُعا کو سپر بنایا، پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے۔

يَا نَوْفُ! اِنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِیْ مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُوْ فِيْهَا عَبْدٌ اِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهٗ. اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ عَشَّارًا، اَوْ عَرِيْفًا، اَوْ شُرْطِيًّا، اَوْ صَاحِبَ عَرْطَبَةٍ (وَ هِیَ الطَّنْبُوْرُ)، اَوْ صَاحِبَ كُوْبَةٍ (وَ هِیَ الطَّبْلُ).

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اٹھے اور فرمایا کہ: یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دُعا مانگے مستجاب ہو گی، سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا، یا لوگوں کی برائیاں کرنے والا، یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو، یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔ (سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ''عرطبہ'' کے معنی سارنگی اور ''کوبہ'' کے معنی ڈھول کے ہیں)۔ [1]

اس حکمت میں امامؑ نے عبادت کی عظمت سے اپنے صحابی نوف بکالی کو آگاہ فرمایا۔ عبادت گزاروں کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت کو بطور نمونہ پیش کیا۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۰۴، ص ۸۵۵

## خلاصہ:

یہ تھا نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ کا مختصر سا تذکرہ۔

مقدمہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ واقعی اگر کوئی سیرتِ نبیؐ بیان کر سکتا ہے تو وہ امیر المومنینؑ ہی ہیں اس لیے کہ یہی وہ ذات ہے جسے اللہ نے آیتِ مباہلہ میں نفسِ رسولؐ کہا۔

سیرتِ پیغمبرؐ ہی حقیقت میں دنیا و آخرت کی کامیابی و سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ اسی سیرت کی اطاعت پر حضرت علی علیہ السلام زندگی میں فخر کرتے ہیں۔ اللہ کرے ہم بھی اس سیرتِ مصطفویؐ کے فخریہ طور پر پیروکار بنیں۔

پروردگار ہمیں ان کی سیرت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

والسلام

سید عقیل عباس نقوی

۱۵ فروری ۲۰۲۶ء/ ۲۶ شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ

شخصیت شناسی کے لیے ایسے افراد کی شناخت ضروری ہوتی ہے جو اس کے مقام ومنزلت کے قریب ہوں اور جن کا کافی وقت اُس شخصیت کے ساتھ گزرا ہو۔ وہ فرد خوشی اور غم دونوں میں اس کے ساتھ رہا ہو۔
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت کا سب سے بڑا ذریعہ جو ان شرائط پر پورا اُترتا ہو علی علیہ السلام کی ذات ہے۔ اللہ سبحانہ نے آپؑ کو "نفسِ رسولؐ" فرمایا تو پیغمبر اکرمؐ نے "رَجلٌ مِنّی" سے یاد فرمایا۔ خود امامؑ نے درجنوں مقامات پر رسول اکرمؐ سے اپنے قرب کو بیان کیا۔
اِس کتاب میں کلام امیر المؤمنینؑ نہج البلاغہ سے رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔
ایسی تحریریں ومفاہیم علی علیہ السلام کے علاوہ کسی کے بس میں نہیں ہیں۔

مرکز افکار اسلامی